پہلی مرتبہ تقریباً 350 نادر و نایاب رسائل و کتب کی یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت

حکیم الامت مجدد الملت
حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ
۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ ۱۸۶۳ - ۱۹۴۳ء

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون.... مظاہر علوم سہارن پور.... دار العلوم کراچی
ودیگر مراکز علم سے حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے
دستیاب شدہ نادر ونایاب رسائل کی پہلی مرتبہ یکجا اشاعت

مقالاتِ حکیم الامت 102

مجموعہ تالیفات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

الحمدللہ! عرصہ دراز کی جستجو کے بعد تقریباً 325 رسائل
اس مجموعہ میں شائع کیے جا رہے ہیں۔

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
(شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم کراچی)

مرتب

قاری محمد اسحاق
(مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان)

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

مقالاتِ حکیم الامت (102)

تاریخ اشاعت.............. ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ
ناشر.............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.............ساوتھ پنجاب پرنٹنگ پریس، ملتان
بائنڈنگ.............اشرفیہ بک بائنڈنگ....ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

ادارہ اسلامیات........انارکلی........لاہور	دارالاشاعت........اُردو بازار..........کراچی
مکتبہ سید احمد شہید........اردو بازار......لاہور	قرآن محل......کمیٹی چوک.......راولپنڈی
مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار .... لاہور	مکتبہ دارالاخلاص.....قصہ خوانی بازار.......پشاور
اسلامی کتاب گھر.....خیابانِ سرسید.....راولپنڈی	مکتبہ اسلامیہ......امین پور بازار.......فیصل آباد
اسلامک بک کمپنی.....امین پور بازار.......فیصل آباد	ممتاز کتب خانہ.......قصہ خوانی بازار.......پشاور
مکتبہ رشیدیہ......سرکی روڈ.......کوئٹہ	مکتبہ ماجدیہ......سرکی روڈ.......کوئٹہ
مکتبۃ الشیخ.......بہادر آباد.......کراچی	مکتبہ عمر فاروق......شاہ فیصل کالونی......کراچی
والی کتاب گھر...گوجرانوالہ...مکتبہ علیہ...اکوڑہ خٹک	مکتبہ نعمانیہ...گوجرانوالہ...اسلامی کتاب گھر...ایبٹ آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K 119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ... مختصر سوانح حیات

آبائی وطن

حضرت حکیم الامتؒ کے حسب ونسب کا تعلق تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر یو پی انڈیا) کے ایک مقتدر خاندان سے تھا آپ کے آباؤاجداد صاحب علم ووجاہت و اہل منصب تھے۔ آپ نسباً فاروقی تھے اور مسلکاً صابری چشتی تھے حضرت شاہ حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ ارشد تھے اور منجانب اللہ تعالیٰ تمام علوم ظاہری وباطنی سے متصف ہوکر زبان اہل حق پر حکیم الامت مجدد ملت محی السنۃ اور حجۃ اللہ فی الارض تھے۔ ان تمام اوصاف کا شاہد ناطق ان کا دین متین کا تحریری وتقریری اصلاحی وتجدیدی کارنامہ تبلیغ واشاعت دین ہے جو ان کی حیات ہی میں مسلمانوں کے ہر طبقہ کے خواص وعوام میں اپنی جامعیت ونافعیت کی بناء پر مقبول ہوا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا اور شائع ہوا اور خلق اللہ کو مستفیض کیا۔

پیدائش

آپ کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ چہارشنبہ کی صبح صادق کے وقت بمقام تھانہ بھون ظہور میں آئی۔

تحصیل علم

بچپن میں فارسی وحفظ قرآن سے وطن ہی میں فارغ ہوئے پھر علوم دینیہ کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے ۱۲۹۵۔۱۳۰۱ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی۔

دستارفضیلت

آپ کی دستارفضیلت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے متبرک ہاتھوں

سے ہوئی آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ دیوبندی کی توجہات خصوصی آپ کے ساتھ وابستہ رہیں۔

تدریس واصلاح کا آغاز

تعلیم سے فارغ ہوکر آپ صفر ۱۳۰۱ھ میں بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور وہاں چودہ سال تک درس وتدریس میں مشغول رہے اس عرصہ میں آپ کے عارفانہ مواعظ وملفوظات اور تہذیب وتربیت باطنی کا سلسلہ بھی جاری رہا جس کو اہل ذوق واہل بصیرت قلمبند کرتے رہے اس زمانے میں ابتداء ہی سے آپ کے علوم ظاہری وباطنی کے فیوض سے خواص وعوام میں بڑی ہردلعزیزی اور جاذبیت پیدا ہوگئی تھی۔

خانقاہِ امدادیہ میں قیام

قیام کانپور میں حضرتؒ نے اس طرح اپنی ابتدائی زندگی کے چودہ سال گزارے پھر خود اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے ایما اور منشاء سے صفر ۱۳۵۱ھ میں مدرسہ کانپور سے قطع تعلق کر کے اپنے وطن اور اپنے پیرومرشد کی یادگار خانقاہ امدادیہ میں قیام پذیر ہو گئے اور تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار کر لی حضرت شیخ نے مکۃ المکرمہ سے تحریر فرمایا۔ ''بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ خلائق کثیر کو آپ سے فائدہ ظاہری وباطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ اور مسجد کو ازسرنو آباد کریں گے میں ہروقت آپ کے لئے دعا کرتا ہوں''۔

حج، بیعت اور شیخ کی وصیت

آپ نے پہلا حج بعمر بیس سال اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۰۱ھ میں کیا تھا اور ۱۳۱۱ھ میں جب دوبارہ حج کرنے تشریف لے گئے تو حسب خواہش پیرومرشد حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ انکی خدمت میں چھ ماہ تک مقیم رہے حضرت شیخ سے دست بدست بیعت ہونے اور دولت باطنی سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہونے کے بعد حضرت شیخ کی ان دو وصیتوں

کے ساتھ واپس آ گئے رخصت کرتے وقت حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تھا۔

میاں اشرف علی.......... دیکھو ہندوستان میں پہنچ کر تم کو ایک حالت (باطنی) پیش آئے گی عجلت نہ کرنا۔ کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا توکل بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا۔ چنانچہ ۱۳۱۵ھ میں کانپور سے مدرسہ کا تعلق ترک کرنے کے بعد حضرت مستقلاً تھانہ بھون میں مقیم ہو گئے۔

مرکز اصلاح وتجدید

خانقاہ امدادیہ میں توکلاً علی اللہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرتؒ کی ساری زندگی تقریباً نصف صدی تک تصنیف وتالیف میں اور مواعظ وملفوظات ہی میں بسر ہوئی ملک وبیرون ملک ہزاروں طالب حق وسالکین طریق، تعلیم وتربیت باطنی وتزکیہ نفس سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہو کر بحمد اللہ امت مسلمہ کے رہبر اور مرشد بن گئے جن کا فیضان روحانی اب تک جاری وساری ہے۔ (ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)

حضرت کا سانحہ ارتحال

وفات سے چند سال قبل ہی سے حضرت مرض اسہال میں مبتلا رہے اور کسی علاج سے صحت نہ ہوئی بالآخر ۱۶۔۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۔۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء سہ شنبہ کی شب نماز عشاء کے وقت ۸۲ سال ۳ ماہ ۱۱ دن کی عمر میں یہ سواد ہند کا نیر اعظم تقریباً نصف صدی تک دین مبین کی ضوفشانی کے بعد غروب ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مدفن: مدفن قصبہ تھانہ بھون میں خانقاہ امدادیہ کے شمال جانب قبرستان موسومہ تکیہ میں حضرت رحمۃ اللہ کی آخری آرام گاہ ہے۔

(مآثر حکیم الامت)

اِجمالی فہرست

جلوۂ یوسفؑ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
راس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مَولانا مُحمّد اَشرف علی التّھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

جلوۂ یوسف

جس کو حکیم مولوی محمد یوسف صاحب بجنوری نے جمع کیا ہے
اور جو کہ حسن العزیز کا ایک جزو ہے
بعد حمد وصلوۃ قبل مقصود تنبیہ مناسب عرض کرتا ہوں۔

1۔ جس جگہ ملفوظات میں لفظ واقعہ لکھ کر لفظ ارشاد لکھا ہے وہاں یہ صورت ہوئی کہ کوئی بات پیش آئی اور اس پر حضرت نے کچھ فرمایا۔ اس پیش آنے والی بات کو لفظ واقعہ سے تعبیر کیا ہے اور حضرت کے ارشاد فرمانے کو لفظ ارشاد سے اور جس جگہ صرف لفظ ارشاد لکھا اور اس سے پہلے لفظ واقعہ نہیں لکھا۔ اس کی صورت یہ ہوئی ہے کہ کوئی بات پیش نہیں آئی بلکہ حضرت نے خود کسی بات کی اپنی طرف سے ابتدا فرمائی ہے وہاں صرف لفظ ارشاد لکھا ہے۔

2۔ ماہ ذی قعدہ کے اکثر ملفوظات مختصر نویسی کے طریقے سے لکھے ہیں اور اکثر ملفوظات کے ختم پر لفظ مختصر نویسی اس لئے لکھوا دیا گیا ہے۔

(ملفوظات 13 جمادی الثانی 36ھ)

واقعہ: ایک شخص نے پوچھا کہ ایک صاحب امام مسجد ہیں اور مولوی بھی ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ جیسے لوگوں میں جاتے ہیں ویسے ہی بن جاتے ہیں جہاں فاتحہ کا موقع ہوتا ہے وہاں فاتحہ میں شریک ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا جیسی لوگوں کی حالت دیکھتے ہیں ویسے ہی خود بھی ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسا دیس

ویسا بھیس ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

ارشاد: حضرت نے فرمایا کہ کافر تو ہیں نہیں جیسا سائل کے تشدد سے اس کی درخواست معلوم ہوتی ہے۔ ہاں دنیا دار ہیں۔ ان کے پیچھے نماز جائز ہے۔ اور آج کل تو اکثر کا یہی حال ہے اور امام کون سے محتاط ہیں۔

واقعہ: ایک صاحب حضرت کی خدمت میں آئے، حضرت نے ان کا پتہ نشان اور آنے کی غرض دریافت کی۔ انہوں نے کچھ ایسا مبہم کلام بولا کہ کچھ سمجھ میں نہ آیا۔

ارشاد: فرمایا کہ جب آدمی کہیں جائے اور اس سے کسی کو واقفیت نہ ہو تو اس کو اپنا پورا پتہ نشان خود بتا دینا چاہئے تاکہ دوسرے کو خلجان نہ رہے اور فرمایا کہ انگریزوں میں اچھا دستور ہے کہ ان کے یہاں مختصر پتہ نشان کے کارڈ چھپے ہوتے ہیں جس کو دیکھ کر اجمالی حالت جانے والے کو معلوم ہو جاتی ہے اس کے بعد جانے والے کے حسب حال جیسا کہ معاملہ مناسب ہو کیا جاتا ہے۔

گم ہوئی چیز کا مسئلہ

واقعہ: ایک صاحب ایک ٹکٹ لائے اور عرض کیا کہ جو ردی خطوط مجھ کو تلف کرنے کیلئے دیئے ہیں ایک لفافہ میں سے یہ ٹکٹ نکلا ہے کمترین نے عرض کیا کہ ایسے ٹکٹوں کا کیا حکم ہے۔

ارشاد: فرمایا کہ یہ لقطہ ہے اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ جب مالک کا پتہ چلنا متعذر ہو تو کسی کار خیر میں دے دیا جائے چنانچہ میں مدرسہ میں دے دیتا ہوں۔

واقعہ: ایک خط میں یہ لکھا تھا کہ ایک ڈپٹی کلکٹر یہاں ہیں انہوں نے خواب دیکھا ہے جس کی تعبیر آپ سے چاہتے ہیں وہ یہ کہ نواب ...... کی مجلس میں ایک بالا خانہ پر موجود ہیں وہاں ایک بزرگ ہیں۔ انہوں نے ڈپٹی صاحب سے کہا کہ میں تم سے اپنی لڑکی کا عقد کرنا چاہتا ہوں چنانچہ نکاح خواں بلائے گئے۔ لڑکی کا نام مثنوی مولانا روم فرمایا۔ اور وہ بزرگ خود مولانا رومؒ تھے۔

ارشاد: خواب نہایت مبارک ہے۔ مضمون کو وہ محاورہ میں بنت فکر کہتے ہیں پس لڑکی سے مراد یہی مضمون ہے اس معنی کو مثنوی شریف کو مولانا کی لڑکی کہا گیا۔ تعبیر اس کی یہ ہے کہ صاحب خواب کو مثنوی مولانا رومی سے مناسبت اور اس سے فیض ہوگا۔ کیا ڈپٹی صاحب کو کچھ ذوق تصوف کا ہے۔ اگر مفصل جواب دیں تو میں مفصل مشورہ دوں (پھر خط آیا تھا کہ حقیقت میں ڈپٹی صاحب کو تصوف سے ذوق ہے)

واقعہ: ایک صاحب مخصوصین میں سے بیمار تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ علاج نہیں کیا کرتے۔ خیر اب تو کہنے سننے سے کچھ کرنے بھی لگے ہیں۔ مگر ہمارا مسلک یہ ہے۔

ارشاد: ع ''کسب کن پس تکیہ بر جبار کن'' تدبیر کرو مگر اس کو موثر نہ سمجھو ،۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ دواؤں میں خواص ضرور ہیں اور وہ خواص اللہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ دیکھو جب کھانا کھاتے ہیں یہی سمجھتے ہیں کہ کھانے سے پیٹ بھرا۔ پانی پیتے وقت کیا خیال نہیں ہوتا کہ پانی سے سیرابی ہوئی ایسے ہی اور دیگر اسباب کو بھی سمجھئے۔ صرف یہ عقیدہ رکھنا کہ اسباب موثر بالذات نہیں بلکہ اللہ کے پیدا کر دینے سے اس میں اثر ہوا ہے۔ اس کا کوئی حرج نہیں۔ اور مسلمانوں میں سے ہر ادنیٰ اعلیٰ کا یہی عقیدہ ہے بخلاف حکمائے یونان اور اہل سائنس کے کہ ان کا عقیدہ اس کے خلاف ہے اور شرک تک پہنچتا ہے وہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ نے جو قانون بنا دیا ہے اس کے خلاف نہیں کر سکتے جیسے گھڑی کو کوک دیا کہ وہ کوکنے پر ایک ہی طرز سے چلی جاتی ہے اس کے خلاف نہیں ہوسکتا۔

مثلاً سردی کے دفع کا سبب لحاف وغیرہ ہے۔ اہل سائنس کا یہ اعتقاد ہے کہ بس سردی اسی سے جائے گی۔ اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ ذریعہ سردی دور ہونے کا ضرور ہے مگر اللہ تعالیٰ دوسرے طریقہ سے بھی دفع کر سکتے ہیں۔ اور لحاف وغیرہ موثر بالذات نہیں کہ بلا اسکے سردی دفع ہی نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ یوں اعتقاد رکھنا کہ چیزوں میں آثار اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے ہیں اور کوئی چیز موثر بالذات نہیں۔ اس میں کوئی

حرج نہیں اور مسببات کو اسباب پر مرتب ماننے کی عمدہ دلیل یہ آیت ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ دیکھئے اس آیت میں نسبت تسبب کی بارش کی طرف فرمائی ہے کہ بسبب اس کے ہم نے ہر چیز کو نکالا۔

سونے چاندی کا بٹن لگانے کا مسئلہ

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ سونے اور چاندی کے بٹن لگانا کیسا ہے اور ان میں زنجیریں ڈالنا کیسا؟

ارشاد: ہمارے علماء نے کہا ہے کہ اس میں حرج نہیں ہے فقہاء کی یہ عبارت ہے لا باس بازرار الذهب لانہ تابع تو زر میں بٹن کو داخل کرتے ہیں مگر قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتیؒ نے ناجائز بیان کیا ہے ان کا بیان یہ ہے کہ زر کے معنی گھنڈی کے ہیں جس سے مراد وہ گھنڈی ہے جس پر کلابتون لپٹا ہوتا ہے بٹن مراد نہیں اسی واسطے میں دونوں قول نقل کر دیتا ہوں۔ اور قاری صاحب کی بات دل کو لگتی ہے کیونکہ تبعیت کی شان گھنڈی میں زیادہ ہے بٹن میں نہیں۔ اس لئے احتیاط قاری صاحب کے مسلک میں ہے۔ زنجیروں میں تو تبعیت کی شان ہی نہیں وہ کیسے جائز ہوں گی۔ ہاں ان کو تابع کا تابع کہہ سکتے ہیں جس سے مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

واقعہ: ایک صاحب حضرت کی خدمت میں ایک کاغذ لے کر آئے جس میں لکھا تھا کہ میں فلاں گاؤں میں عیدگاہ تعمیر کرا رہا ہوں۔ اس کے متعلق چندہ لوگوں سے چاہتا ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ آپ تصدیق فرما دیں گے تو آپ کے تصدیق کرنے پر لوگ چندہ دیں گے۔ چنانچہ وہ شخص دیگر چند علماء سے اس کاغذ پر دستخط بھی کرا کر لائے تھے۔ حضرت نے دستخط کرنے سے انکار فرمایا۔ اور ان سے اس کے متعلق مسئلہ بھی بیان فرما دیا۔ اور چند حکایات بزرگان وفقہاء پیشین کی اس کے متعلق بیان فرمائی مگر یہ بات ان کے خیال میں نہ آئی دوسرے روز پھر وہ کاغذ لے کر آئے اور ایک ایسے شخص کو ہمراہ لائے جو حضرت والا سے خاص تعلق رکھتے تھے۔ مقصود یہ ہوگا

کہ ان کے دباؤ سے دستخط کر دیں گے اور وہ کاغذ پیش کیا۔

ارشاد: حضرت نے فرمایا کہ کل میں نے اس قدر سمجھایا تھا کچھ خیال میں نہ آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سمجھنے کا قصد ہی نہیں مکرر کہتا ہوں کہ جب تک میں اس موقع کو آنکھ سے نہ دیکھ لوں دستخط کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ تو شہادت ہے اور شہادت بدون خود دیکھے جائز نہیں۔ مسئلہ کے خلاف دستخط کیسے کروں یہ مسئلہ نہیں ہے کہ دوسرے کے دستخطوں پر دستخط کر دیئے جائیں۔

باقی بعض حضرات کا دستخط کر دینا تو انہوں نے واقعہ کو دیکھ لیا ہوگا اور اگر بلا دیکھے دستخط کر دیئے تو وہ جانیں، مجھ کو اس سے کیا۔ دستخطوں پر اصرار کیوں ہے۔ اللہ کے لئے کام کرو۔ دوسرے پر جبر کس لئے کرتے ہو۔ پھر ان کے جانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اس پر لوگ مجھ کو بداخلاق کہتے ہیں۔ خلیق کے معنی آج کل یہ ہیں کہ سب کی ہاں میں ہاں ملائے بس وہ خوش اخلاق ہے اب حافظ جی کو یہ شخص اپنے ساتھ لائے ہیں کہ دباؤ پڑے گا۔ جب مرضی معلوم ہوگئی تو دباؤ ڈالنے کے کیا معنی۔ پھر فرمایا کہ اللہ جانے جس گاؤں میں عیدگاہ کی بابت اس شخص کا ارادہ ہے اس میں عید اور جمعہ بھی جائز ہے یا نہیں۔ اکثر دیہات کی ایسی ہی حالت ہے۔

فائدہ: جو حافظ صاحب ساتھ تھے انہوں نے اپنی براءت ظاہر کر دی کہنے لگے کہ میں نے تو ان کو خوب اچھی طرح کل سمجھا دیا تھا مگر ان کا نہ معلوم کیا خیال ہے۔

سونے کے قلم سے لکھائی

واقعہ: ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت جس قلم میں روشنائی بھر کر لکھا جاتا ہے اس میں جو نب ہوتا ہے اس میں مختلف دھاتیں ہوتی ہیں۔ منجملہ ان کے سونے کا جزو بھی ہے مگر معلوم ہوا ہے کہ صرف اٹھارہواں حصہ سونے کا ہوتا ہے اس قلم سے لکھنا جائز نہیں ہے یا ہے۔

ارشاد: مغلوب ہونے کا اعتبار ہے چونکہ آپ کے بیان پر سونا مغلوب ہے جائز ہے۔

واقعہ: جنگ اور غدر پڑنے کا ذکر ہو رہا تھا۔ حضرت نے فرمایا۔

ارشاد: امن کی دعا مانگنی چاہئے فتنہ سے دل پریشان ہوتا ہے دین و دنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔ دنیا کا نقصان تو ظاہر ہے دین کا نقصان دیکھئے کہ بعض مقامات پر جب بدامنی ہوگی تو ہزاروں مسلمان عیسائی ہوگئے۔ حدیث میں ہے سلوا اللّٰہ العافیہ لڑائی کی تمنا مت کرو۔ عافیت مانگو لڑائی ہو جائے تو دوسری بات ہے اس کی آرزو نہ کرنی چاہئے۔ اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کرے غدر پڑے کتنی بڑی حماقت ہے ایسی صورت میں مستورات کی آبرو خراب ہوتی ہے بعض اپنی عصمت بچانے کے لئے کنویں میں گر پڑتی ہیں فتنہ ایسی چیز ہے اس سے عافیت ہی مانگنی چاہئے۔

واقعہ: مولوی حبیب احمد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت بعض مضامین بعض وقت ذہن میں آتے ہیں اور پھر نکل جاتے ہیں۔

ارشاد: فرمایا یہ تو ہوتا ہی ہے مجھ کو بھی اتفاق ہوتا ہے کہ رات کو مضامین آتے ہیں جب صبح کو لکھنے بیٹھتا ہوں تو سہو ہو جاتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ پنسل اور کاغذ جیب میں پڑا رہے جس وقت جو مضمون ذہن میں آئے اس کا اشارہ لکھ لیا جائے، پھر دوسرے وقت میں انہیں ترتیب دے لی جائے۔ چنانچہ میری جیب میں پنسل اور کاغذ پڑا ہے اگرچہ اس کی پابندی پوری اب نہیں ہوتی۔ بات یہ ہے کہ پہلی سی امنگ نہیں رہی۔

واقعہ: دو صاحب بغرض اصلاح حضرت کی خدمت میں مقیم تھے۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ قصد السبیل میں جو یہ لکھا ہے کہ جو صاحب ذاکرین میں سے ہوں وہ شیخ کی خدمت میں رہیں اور اگر تفریح کے لئے جائیں جیسا کہ بعد نماز عصر انسان چلا تا ہے تو شیخ سے اجازت لے کر جائیں۔ ان دونوں صاحبوں نے اس کی بابت دریافت کیا کہ ہم جائیں یا نہیں، قصد السبیل میں تو ایسا نہیں لکھا ہے۔

ارشاد: قواعد میں بعض مستثنیات بھی ہوتے ہیں اور حالات کے اعتبار سے استثناء کیا جاتا ہے۔ جیسے طبیب کے نسخہ میں اختلاف حالات سے تغیر و تبدل ہوتا

ہے۔ ہر کام کا اعتدال سے کرنا مناسب ہے۔ یہ قاعدہ ان کے لئے جو سیر سپاٹے کے شائق ہیں اور آزاد طبیعت ہیں، باقی جن پر اعتماد ہے ان کے لئے حرج نہیں، آپ شوق سے تفریح کے لئے جایا کیجئے۔

واقعہ: ایک صاحب حضرت کے معتقدین میں سے غالباً اسی روز خدمت میں آئے تھے۔ حضرت کے قریب بیٹھے ہوئے تھے حضرت نے ان سے پوچھا کہ آپ کچھ کہتے ہیں انہوں نے کہا ہاں پھر اجازت ملنے پر کہا کہ میری حالت ایک ماہ سے یہ ہے کہ مجھ کو کھڑے نماز ہو یا غیر نماز ضعف ہو جاتا ہے چکر آ جاتا ہے اور اس حالت میں یہ خیال ہوتا ہے کہ حضرت میرے پاس کھڑے ہوئے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔

ارشاد: میرے نزدیک آپ کے دماغ میں خشکی اور ضعف معلوم ہوتا ہے اور اس حقیر کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان کو دکھایئے۔

چنانچہ اس ناچیز نے اگلے روز صبح کو ان کی نبض دیکھی تو یہ سمجھ میں آیا کہ ان کو معدہ سے تبخیر ہوتی ہے اور پیٹ میں سختی بھی تھی کھانا بھی ہضم نہیں ہوتا تھا ایک وقت کھاتے تھے اور انہوں نے جلاب لیا تھا اس میں دست نہ ہوئے تھے۔ اس ناچیز نے حضرت سے عرض کیا کہ ان کے معدہ کی حالت ٹھیک نہیں ہے اسی وجہ سے دماغ تک اثر ہے اور جب معدہ میں خرابی ہوتی ہے تو دیگر اعضاء کے افعال بھی درست نہیں ہوتے۔

حضرت نے فرمایا حدیث میں بھی تو ہے کہ معدہ حوض بدن ہے اور عروق مثل نہروں کے ہیں جیسا حوض میں پانی ہوتا ہے ویسا ہی نہروں میں پہنچتا ہے اسی طرح جیسی حالت معدہ کی ہوتی ہے اور اعضاء کی بھی ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ دیکھئے حدیث میں تشریح کی کیسی تعلیم ہے اور ہے مختصر الفاظ میں اس کے بعد اس ناچیز نے ان صاحب کو علاج بتلایا۔

واقعہ: ایک صاحب کا خط آیا جو لفافہ جواب کے لئے بھیجا تھا اس پر ان صاحب کا پتہ ٹائپ سے چھپا ہوا تھا اس پر فرمایا:

ارشاد: خواہ مخواہ لوگ ٹائپ سے چھاپ کر بھیجتے ہیں صرف شان دکھانے کو یہ مدنظر ہے کہ بڑے آدمی سمجھے جائیں۔

واقعہ: ایک صاحب تشریف لائے حضرت نے ''نیاز'' اپنے ملازم سے فرمایا کہ گھر کھانے کے لئے اطلاع کرآؤ وہ صاحب بولے کہ میں رات کو کھانا نہیں کھاتا ہوں صرف ایک وقت دن کو کھاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ ضعف نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت نہیں اور مجھ کوتو اس حالت میں گیارہ سال ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی تو صورت تھی کہ دن کو ناغہ کیا جائے اور رات کو کھایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت صورت یہ بھی تھی مگر میں نے بعض مصالح سے اسی کو اختیار کر رکھا ہے اور شیخ بوعلی سینا نے بھی اس کی تعریف کی ہے۔

ارشاد: شیخ کا قول بلاتحقیق نہیں ہوگا مگر حدیث کی ایک روایت ہے غالباً ابن ماجہ میں ہے۔ اگر چہ بعض روایات اس کی ایسی ہی ہیں لاتترک العشاء فان ترک العشاھرمۃ [1] مگر یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ حدیث کو مقید کریں بعض امزجہ کے ساتھ یعنی اہل عرب کے ساتھ مخصوص کہا جائے اور یہ امر بطور مشورہ کے ہے بطور حکم نہیں۔ پھر فرمایا کہ بعض حضرات ایسے قوی یقین والے ہوتے ہیں کہ ظاہر حدیث پر بھی عمل کرتے ہیں خواہ دوسرے اہل فن اس میں تاویل کرتے ہوں۔

چنانچہ ایک مولوی صاحب الہ آباد میں تھے ان کو بخار آیا علاج کیا مگر اس سے نفع نہ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اطباء یونانی کا ظاہری علاج تو کیا اب طبیب روحانی کا بتلایا ہوا علاج کروں گا۔ وہ یہ کہ حدیث میں بخار کا علاج نہر میں خاص طریقہ سے غسل کرنا آیا ہے۔ اگر چہ اطباء نے اسکو مقید کیا ہے غیر مادی کے ساتھ مگر انہوں نے بہ ترکیب مذکورہ حدیث، غسل کیا وہ کہتے تھے کہ اس کے بعد مجھ کو اتنے برس بخار ہی نہیں آیا۔ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ طب کے خلاف کرتے ہیں مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور غسل ہی کیا حالانکہ خود بھی طبیب تھے۔ باقی رہا اطباء کا تاویل کرنا سو یہ کوئی ملامت کی بات نہیں۔ تطبیق کی بہت سی

صورتیں ہیں اجتہاد میں گنجائش ہے انہوں نے حدیث کی تاویل اسی طرح سے کی ہے دوسروں نے اور طریقہ سے کی ہے۔ کسی پر ملامت نہیں اور نفع بھی کامل الیقین ہی کو ہوتا ہے اور جو ایسا نہ ہو اس کے حق میں تاویل ہی مناسب ہے اسی طرح حدیث میں جو آیا ہے کہ لا عدویٰ کہ مرض متعدی نہیں ہے اس میں بھی اسلم طریقہ یہ ہے کہ اس کو ماول کہا جائے ضعفاء کے حق میں یہی مناسب ہے ورنہ اگر ایسی صورت ہو کہ گھر میں یا محلہ میں کسی کو کوئی مرض وبائی لاحق ہو۔ جیسے طاعون اور پھر دوسروں کو بھی ہو جائے جیسا کہ ہوا بھی ہے تو اس وقت ظاہر حدیث پر اعتقاد رکھنا بڑا ہی مشکل ہے اور سوائے قوی القلب کے دوسرے کا کام نہیں۔

عوام تو حدیث میں شبہ کرنے لگتے ہیں اور اہل ادب اپنے اندر نقص سمجھتے ہیں چنانچہ بزرگان پیشین نے حدیث کے ادب کو ایسا ملحوظ رکھا ہے کہ خواجہ حضرت بہاء الدین نقشبندیؒ کا قصہ ہے کہ آپ نے ایک روز فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز جو کی روٹی تناول فرماتے تھے اور وہ بھی اسی طرح کہ غلہ کو پیس لیا اور پھونک سے بھوسی اڑا دی، کوئی باقاعدہ آٹا چھاننے کا التزام نہ تھا۔ اور ہم لوگ تنعم میں ہیں اب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا کرو۔

چنانچہ جو کے آٹے کی روٹی بغیر چھانے پکائی گئی۔ اس کے کھانے سے سب کے پیٹ میں درد ہوا اور سب نے شکایت کی مگر دیکھئے کیا ادب تھا سنت کا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کیا۔ بلکہ یوں فرمایا کہ ہم نے بے ادبی کی کہ مساوات چاہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عزیمت پر عمل کرنا ہمارا منصب نہیں ہم رخصت ہی کے لائق ہیں۔

ادب بھی عجیب چیز ہے۔ اسی ادب پر ایک قصہ حاجی صاحب کا یاد آیا۔ ایک شخص آپ کے حضور میں آئے اور عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی تدبیر بتلایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ کا بڑا حوصلہ ہے ہم تو اس قابل بھی نہیں کہ روضہ مبارک کی دیواروں کی بھی زیارت ہم کو نصیب ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ سن کر ہماری آنکھیں کھل گئیں۔

واقعہ: حضرت کے پاس بذریعہ خط اطلاع آئی کہ مولوی عبدالجبار صاحب کا انتقال ہو گیا۔ حاضرین کو بھی حضرت نے اس واقعہ کی اطلاع دی اور اس کے بعد فرمایا:

ارشاد: مولوی عبدالجبار صاحب دیندار عاقل تھے اور جو آدمی دیندار بھی اور عاقل بھی ہو اس سے بڑا جی خوش ہوتا ہے۔

واقعہ: ایک صاحب تشریف لائے حضرت نے ہم نشین میں سے ایک صاحب سے فرمایا کہ آپ ذرا اس طرف سرک جایئے ان کو بیٹھ جانے دیجئے وہ صاحب تو ہٹے مگر ایک صاحب اور ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی اپنی جگہ سے ہٹ کر بیٹھ گئے۔

ارشاد: میں نے آپ سے تو نہیں کہا تھا کہ آپ بھی ہٹ جایئے۔ میں نے ان سے کہا تھا آپ کیوں ہٹے آخر کوئی مصلحت تو تھی جو آپ سے نہیں کہا تھا اس کا خیال رکھا کیجئے آپ اپنی ہی جگہ بیٹھئے۔

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کھیتی میں سے جو عشر نکالنا چاہئے وہ نائی بڑھی وغیرہ کو دینے کے بعد نکالیں یا پہلے نکال کر پھر ان کو دیں۔

ارشاد: پہلے عشر نکال کر پھر ان کو دیں۔ البتہ جو زراعت میں شریک ہیں ان کو ان کا حصہ دے کر پھر عشر نکالئے اور وہ لوگ اپنے حصہ میں سے نکالیں۔

واقعہ: ایک صاحب نے ایک قصائی سے بیل خریدا اور وہ کہیں سے چرا کر لایا تھا اور ان صاحب کو خبر نہ تھی۔ وہ بیل ان کے یہاں سے پکڑا گیا، اور مقدمہ اس کا مجسٹریٹ کے یہاں گیا، یہ صاحب بہت گھبرا رہے تھے اس کے متعلق حضرت سے دعا چاہی اور یہ کہ کوئی تعویذ مرحمت فرمایئے۔ چنانچہ تعویذ مرحمت فرما دیا۔

ارشاد: یا حفیظ کی کثرت رکھیں۔ میں تعویذ لکھے دیتا ہوں جب حاکم کے سامنے جائیں تو اپنے پاس رکھیں۔

زمین میں بٹائی کا فیصلہ

واقعہ: ایک صاحب نے پوچھا کہ ایک زمین تھی، میں نے اور ایک دوسرے شخص نے شرکت میں کھیتی کی اس طرح کہ نصف زمین میں تو میں نے بیج ڈالا اور

نصف میں اس نے، میرا بیج تو جما اس کا نہیں جما۔ پھر اس نے دوبارہ بیج ڈالا وہ جما اور غلہ پیدا ہوا۔ اب مجھ کو اس دوسرے بیج کی نصف قیمت دینی ہوگی یا نہیں۔

ارشاد: اگر آپ نے شرکت کی ہے تو اس میں تو آپ کو بیج کی نصف قیمت دینی ہوگی اور اگر آپ یوں کہہ دیں کہ تو اپنا کاٹ لے اور میں اپنا کاٹ لوں تو نہ دینی ہوگی۔

واقعہ: ایک صاحب تھانہ بھون کی ایک مسجد میں امام تھے وہ حضرت کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے یہاں مہمان اس قدر آئے تھے کہ ان کی حد وسعت سے ان کی مہمانداری باہر تھی غالباً اس میں وہ امام صاحب کچھ مقروض بھی ہو گئے تھے اور حضرت کو مہمانوں کا آنا معلوم تھا۔ اس پر ارشاد فرمایا:

ارشاد: اول تو تمہارے مہمانوں کو چاہئے کہ بازار سے کھائیں تو تم کو ان کے جمع کرنے کا اہتمام نہ چاہئے اور اگر کوئی اتفاق ہو بھی تو جو چیز موجود ہو وہ کھلا دینا چاہئے، کچھ نہ ہو تو اپنے ہی کھانے میں شریک کرلو یہ بکھیڑا ہے کہ قرض لیتے پھرو۔ پھر اہتمام کرتے پھرو۔ اگر آمدنی میں سے کچھ بچ جائے تو اس کا اپنے پاس رکھنا مناسب ہے، تاکہ ضرورت کے وقت تمہارے کام آئے جب یہ صورت اختیار کرو گے تو مہمان بھی آنے موقوف ہو جائیں گے آزاد درویشوں کی وضع تو یہی ہے کہ اگر کوئی مہمان آجائے تو بس اپنے ہی کھانے میں شریک کر لیتے ہیں کہ آؤ ایک ایک لقمہ کھالو۔ لوگوں کے مال پر حرص بڑھتی ہے جس اہتمام سے دین پر اثر ہو۔ ایسا اہتمام نہ کرے۔ مولانا کا شعر ہے۔

نان دادن خود سخائے صادق ست　　جان دادن خود سخائے عاشق ست

ہاں اگر وقت پر دس کا کھانا آ گیا تو کھلا دو۔ ایک مولوی صاحب کا قصہ ہے کہ ان کے یہاں ایک بزرگ بڑے کامل آ گئے ہیں۔ اس روز حکیم صاحب کے یہاں فاقہ تھا اور ان بزرگ کی بھی کسی نے دعوت نہیں کی اور وجہ اس کی یہ تھی کہ حکیم صاحب اکثر دعوت سے انکار کر دیتے تھے اس لئے لوگ کم دعوت کرتے تھے۔ حکیم صاحب نے ان بزرگ سے صاف کہہ دیا کہ میرے ہاں تو آج فاقہ ہے اگر آپ کہیں تو میں کسی کے

یہاں دعوت کرادوں۔ مگر مہمان بھی ایسے ہی تھے، بولے جب آپ کو فاقہ ہے تو ہم بھی فاقہ سے رہیں گے اسی روز مغرب کے وقت ایک شخص نے گیارہ روپیہ حکیم صاحب کی خدمت میں پیش کئے۔ بس فاقہ ٹوٹ گیا پھر مہمان کے لئے بھی مناسب بندوبست فرمایا بزرگوں کا تو یہ طریقہ ہے۔

واقعہ: حضرت جب ڈاک کے کام سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔

ارشاد: وقت پر کام کرنے سے ذرا اہتمام تو کرنا پڑتا ہے مگر کام کر کے بے فکری ہو جاتی ہے اگر تساہل سے کام لیا جائے تو بعد میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ میں نے یہ اس لئے کہا کہ اور لوگ بھی پابندی کریں۔

واقعہ: ایک صاحب نے حضرت کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ جو شغل مجھ کو تعلیم فرما رکھا ہے وہ پچھلے پہر نہیں ہوتا اور یہ شخص بیمار بھی تھے حضرت نے لکھا تھا کہ بعد عشاء کرلیا کریں اس پر انہوں نے لکھا کہ آپ نے بعد عشاء کرنے کو لکھا تو ہے مگر اس کو جی نہیں قبول کرتا حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا۔

ارشاد: یہ اطاعت تو ارادی ہے قہری تو نہیں جی چاہے کرو۔ جی چاہے نہ کرو کوئی جبر تو نہیں ہے جب خود جانتے ہو تو کسی کو متبوع کیوں بناتے ہو۔

یکم شعبان المعظم 1336 ہجری

ارشاد: ہندوستان میں نسب ناموں کا بھی عجیب قصہ ہے نہیں معلوم لوگوں نے کہاں سے اخذ کر لئے ہیں کوئی اپنے کو عباسی کوئی فاروقی کوئی صدیقی بتاتا ہے اور نسب ناموں کی جس قدر تحقیق کیجئے اسی قدر اختلاف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اصل بات معلوم ہی نہیں ہوتی۔ میں نے ایک مجمع میں کہا تھا کہ کیا ہندوستان میں بھی لوگ (صدیقی وغیرہ) چھانٹ چھانٹ کر بھیجے گئے تھے اوروں کی نسلیں کہاں گئیں شبہ ہوتا ہے کہ لوگوں نے گڑبڑ کر کے اپنے کو بڑوں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ اگر یہ نسبت نہ کی جائے تو کفو کا لحاظ کیسے ہوگا) فرمایا کہ عرفی وجاہت وموجودہ حالت پر نظر کر کے لحاظ

ہوگا۔ گزشتہ انساب کی تحقیق پر مدار نہ ہوگا پھر فرمایا کہ ہم کو قرآن شریف نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونا بتلایا ہے اس لئے یہ جز و یقینی ہے ورنہ نسب ناموں کے اختلاف پر نظر کر کے اس میں بھی شبہ ہی رہتا ہے۔

چنانچہ غریب ڈارون نے تو انسانوں کا پہلے بندر ہونا بتلا دیا ہے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ وہ خود ایسا ہی ہوگا ہر شخص کو اپنے گھر کی زیادہ خبر تھی۔ چنانچہ مولوی لطف اللہ صاحب لکھنوی اور ایک اہل باطل سے میت کی نجاست وعدم نجاست میں بحث ہوئی۔ اس مذہب میں مردہ خنزیر کے درجہ میں ناپاک ہے بحث تو بہت رہی مگر آخر میں مولوی لطف اللہ صاحب نے بطور لطیفہ یہ کہا کہ ہماری سمجھ میں آ گیا وہ یہ کہ تمہارے مردے ایسے ہی ہیں اور ہمارے مردے ایسے ایسے ہیں یعنی ہمارے مردے پاک اور تمہارے ناپاک۔ ہمیں اپنے گھر کا حال معلوم ہے تمہیں اپنے گھر کا۔

ارشاد: حضرت نے فرمایا کہ بعض اوقات سائل کے سوال کرنے پر جو اس سے بجائے جواب دینے کے سوال کیا جاتا ہے اسی سے اس کے شبہات کا جواب ہو جاتا ہے اور یہ بات بظاہر خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ سائل کے سوال کا تو جواب دینا چاہئے نہ کہ اس کے سوال پر الٹا اس سے ہی سوال کر لیا جائے چنانچہ ایک صاحب نے حدیث نفس کی شکایت لکھی تھی۔ میں نے اس پر یہ سوال کیا تھا کہ وہ حدیث نفس اختیاری ہے یا غیر اختیاری اور ہیں وہ شخص صاحب علم آج ان کا جواب آیا ہے کہ آپ کے اس سوال ہی سے سب شبہات رفع ہو گئے اگر ان کا جواب آتا کہ اختیاری ہے تو میں لکھتا کہ مت لاؤ اور اگر لکھتے کہ غیر اختیاری تو میں لکھ دیتا کہ اس پر کچھ گرفت نہیں پھر کیوں خیال کیا جائے۔ مگر انہوں نے تو لکھا کہ سوال سے شبہات رفع ہو گئے اور ایسے موقع پر میری غرض سوال کرنے سے جرح قدح نہیں ہوتی بلکہ جواب ہی دینا منظور ہوتا ہے۔

ارشاد: آج کل تو تعلیم یافتوں کا مذاق یہ ہے کہ احکام شرعی کی علت اور حکمت سے سوال بہت کرتے ہیں۔ چنانچہ مجھ سے بذریعہ خط ایک صاحب نے دریافت کیا

کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے میں نے کہا کہ کافر عورت سے زنا کرنا کیوں حرام ہے۔ایک صاحب کو میں نے جواب دیا تھا کہ اللہ کے احکام میں تو کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی۔آپ یہ بتلایئے کہ آپ کے سوال عن الحکمت کرنے میں کیا حکمت ہے ان سے ان کی آنکھیں کھل گئیں۔لوگ ایسے جواب پر اعتراض کرتے ہیں کہ ڈھیلا سا مارتے ہیں۔چنانچہ وہ پہلے شخص مجھ سے ملے تو شکایت کرنے لگے یہ لوگ اپنے کو عقل کل سمجھتے ہیں۔میں کہتا ہوں کہ عقل کل نہیں بلکہ عقل گل ہیں یعنی ان کی عقل بالکل گل ہوگئی مگر یہ ضرور ہے کہ ان سے گفتگو میں مزہ آتا ہے کیونکہ یہ سمجھ میں آنے سے مان لیتے ہیں۔معقولیوں کی طرح نہیں کہ اپنی بات پر اڑے رہیں۔مولوی عبدالحق صاحب نے ایک مولوی صاحب کا لقب اڑیل ٹٹو رکھا تھا جمود واصرار بھی بری چیز ہے آج کل اس کو کمال سمجھا جاتا ہے اگر غور کیا جائے تو اس میں عزت نہیں بلکہ سب ذلیل ہوتے ہیں کیونکہ غلطی تو سب کو معلوم ہو ہی جاتی ہے بلکہ غلطی کا اعتراف کرنے میں عزت ہے ایسے شخص کی نسبت لوگ بطور مدح کہا کرتے ہیں کہ غلطی کا اقرار کر لیتے ہیں بخلاف اَڑ کرنے والوں کے کہ لوگوں کی نظر میں ذلت ہوتی ہے اور وہ اس غرض سے اَڑ کرتے ہیں کہ غلطی کا اقرار کر لینے پر لوگ ان کو حقیر سمجھیں گے۔

واقعہ: نیاز ملازم حضرت والا کی خدمت میں آیا حضرت نے اس کو پانی پڑھ کر اور تعویذ کسی کے واسطے دیا۔نیاز کو ایک اور شخص کے واسطے بھی تعویذ کی ضرورت تھی اس نے کہا کہ تعویذ دیدو مگر کھل کر نہ کہا کہ مجھ کو اور تعویذ اس کے علاوہ درکار ہے۔حضرت سمجھے کہ جس کے واسطے میں تعویذ دے چکا ہوں پھر طلب کرتا ہے اور اس نے کہا بھی تھا اسی طرح کہ جس سے یہی سمجھ میں آسکتا تھا۔حضرت نے فرمایا کہ تعویذ تو تم کو ابھی دیا ہے پھر کیسا تعویذ مانگتے ہو اس نے کہا میں اور تعویذ مانگتا ہوں اس پر فرمایا

ارشاد: تم نے کھل کر کیوں نہیں کہا کہ مجھے تعویذ اپنے لئے اور چاہئے کیا مجھ کو علم غیب ہے کہ تم اور تعویذ مانگتے ہو۔خواجہ مخواہ بلاضرورت دوسروں کو تکلیف دینا یہ کون

سا طریقہ ہے تمہیں میرے پاس رہتے ہوئے اتنا زمانہ ہوگیا یہ بھی نہیں معلوم کہ کس بات سے تکلیف ہوتی ہے اور میں خاص اپنے بارہ میں نہیں کہتا بلکہ ناتمام بات سے ہر ایک کو تکلیف ہوتی ہے۔ بات کھل کر کہنا چاہئے اور پوری بات کہے تا کہ دوسرا سمجھ لے۔ مجھ کو ان خرافات سے تکلیف ہوتی ہے انسان کو چاہئے کہ اگر کسی سے کام لینا ہے تو اس حالت میں لے کہ اس کے قلب پر تکدر نہ ہو۔ تکدر پہلے پیدا کر دیا اور پھر تعویذ چاہتے ہو اس صورت میں تعویذ کا اثر خاک بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ تعویذ کے اثر کا زیادہ مدار تعویذ دینے والے کی توجہ پر ہے اگر اس کا قلب پریشان ہو تو اثر نہیں ہوتا (پھر نیاز سے فرمایا کہ جاؤ ایک گھنٹہ میں تعویذ کے لئے آنا)۔

پھر حضرت نے حاضرین سے فرمایا کہ مجھ کو غصہ میں بھی دوسرے کی مصلحت مدنظر ہوتی ہے اس لئے میں نے اس سے ایک گھنٹہ بعد تعویذ دینے کو کہہ دیا صرف اسی کی مصلحت کی وجہ سے میں نے پرچوں کا قصہ جو کیا ہے کہ لوگ اپنے حالات ایک پرچہ پر لکھ کر مجھ کو دے دیا کریں اور میں اسی پرچہ میں جواب دے دیتا ہوں صرف انہیں کی مصلحت کے لحاظ سے ایسا کیا ہے کیونکہ بعض لوگ زبانی بات کھل کر کہتے نہیں مجھ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے اور ان کو ضرر ہوتا ہے ایسے قواعد پر صرف ضرورت مجبور کرتی ہے۔

جب کوئی شخص کسی سے کام لے تو بقدر امکان اس کی اعانت کرے نہ یہ کہ سارا بوجھ اس پر ڈال دے اتنی ہی مدد سہی کہ منہ سے صاف الفاظ تو کہے اور موقع کو سمجھے۔ نیاز نے اس وقت ایک فرمائش میں دوسری فرمائش کو ادغام اور منضم کر دیا۔ اپنی حاجت کو دوسرے کی حاجت میں ملا دیا۔ (حاضرین سے فرمایا اصل میں تعویذ اس نے مجھ سے کل مانگا تھا مگر مجھ کو یاد کہاں تک رہے یہ اسی کے بھروسہ رہے کہ میں تو کل کہہ ہی چکا ہوں اس لئے صرف اتنا ہی کہا کہ تعویذ دے دو اور پھر وہ بھی ایسے موقع پر کہ ایک تعویذ اس کو ابھی دے چکا ہوں۔

ارشاد: کان پور میں ایک شادی تھی اس میں ناچ کی بھی تجویز ہوئی مگر بعض

ثقات نے شرکت سے عذر کر دیا، صاحب خانہ نے محض ان کو شریک کرنے کیلئے یہ کیا کہ ایک روز تو مولود شریف کرایا۔ جس سے ثقات آسکیں اور دوسرے روز اسی جگہ ایک بازاری عورت کو نچوایا یہ مولود کی قدر رہ گئی ہے۔ لوگ مانعین کو بے ادب کہتے ہیں اور اس طرح کرنا بڑا ادب ہے۔

ارشاد: لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ چار زانو بیٹھ کر سونے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ میں قواعد سے جواب دیا کرتا ہوں کہ نہیں ٹوٹتا مگر کوئی جزئی نہیں دیکھی تھی۔ اس وقت عالمگیری کو دیکھا تو جزئیہ موجود ہے کہ وضو نہیں ٹوٹتا۔

واقعہ: ایک صاحب مراد آباد سے تشریف لائے اور عرض کیا کہ جناب کو جلسہ سالانہ شاہی میں مسجد میں تکلیف دینے کے لئے مجھ کو بھیجا ہے، جس موقع پر تشریف لے جانا مناسب ہو اس سے مطلع فرما دیجئے تاکہ تاریخ جلسہ اس کے مطابق معین کر دی جائے (حضرت کبھی کبھی اکثر اس جلسہ میں تشریف لے جا کر وعظ فرمایا کرتے تھے) حضرت نے عذر فرمایا جس کے متعلق ملفوظ ذیل ہے۔

ارشاد: میری طبیعت تو بندھ گئی بیان ناد شوار ہے۔ معترضین نے وہ وہ اعتراض کئے جن سے دل بجھ گیا اور شبہ ہو گیا کہ مجھ میں اہلیت نہیں ہے (یہ وہی اعتراضات تھے قصہ خواب کے متعلق) لوگ ادھر کی کمی سمجھتے ہیں اور میں ادھر کی کمی خیال کرتا ہوں۔ سہارن پور میں بھی شگفتگی سے بیان نہ ہوسکا جب طبیعت میں رکاوٹ ہوتی ہے تو مضمون کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے۔ بیان میں بے لطفی ہو جاتی ہے۔ سامعین کو تو بے لطفی محسوس ہوتی ہی ہوگی مجھ کو خود محسوس ہوئی۔ اس کی نسبت کیا کیا جائے اور اس کا علاج کیا ہو۔ لوگوں کی کج فہمی کی وجہ سے اب تو یہ قصد کر لیا ہے کہ کچھ لکھوں گا بھی نہیں۔ جب نفع کی جگہ ضرر ہو تو بتلایئے کہ حوصلہ بیان کا باقی رہے مجھ کو یہ شک ہو گیا کہ کہیں بیان پر مواخذہ نہ ہو۔ یہاں تک کہ میں نے پرانی تالیفات پر نظر ثانی کا کام بعض احباب کے سپرد کیا ہے کہ وہ میری تالیفات کی غلطیاں اور مسامحات تلاش کریں اس کے بعد میں مشتہر

کردوں گا کہ فلاں فلاں موقع پر مجھ سے غلطی اور تسامح ہوا ہے، مجھ کو معاندین اور اجانب کی بالکل شکایت نہیں موافقین کی طرف سے صدمہ ہے کہ انہوں نے عنوان ایسا اختیار کیا کہ جس سے سخت صدمہ ہوا۔ میرے مذاق میں وسعت زیادہ احتیاط کی نہ تھی۔ جیسی اب ہوگئی مجھ کو تو اس کا صدمہ ہے کہ میرے ساتھ وہ معاملہ کیا گیا جیسے شرعی جرم میں کیا جاتا ہے۔ میں خواب کے قصہ کو اب تک صواب سمجھتا ہوں اور میں معترضین پر اعتراض نہیں کرتا۔ میں ان سے مزاحمت نہیں کرتا۔ یہ ان کی رائے ہے مگر عنوان اس کا بہت ہی برا ہے۔ مجھ کو تو نہایت رنج ہے کہ معمولی باتوں میں لوگ ایہامات تراشتے ہیں۔

میں تو کہتا ہوں کہ اے اللہ! جب یہ حالت ہے تو ہم میں اور متشددین فی التکفیر میں کیا فرق باقی رہا۔ وہ وہ ایہامات تراشتے ہیں کہ متکلم کو اس کا خیال تک بھی نہیں ہوا۔ اس لئے آنا جانا بھی بیکار ہے (جو صاحب مرادآباد سے آئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ پھر ان سے بچاؤ کیسے ہو) فرمایا کہ بچاؤ تو ہوسکتا ہے وہ اس طرح کہ میں اپنی زبان وقلم کو روک لوں اور واقعی یہ ہے کہ جب لوگوں کو ضرر پہنچتا ہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں مواخذہ نہ ہو جائے اس حالت میں کیا زبان کھل سکتی ہے اور کیا قلم اٹھ سکتا ہے۔ آخر ایک دن دنیا سے اٹھنا ہوگا تو ان مضامین کا خاتمہ ہی ہوگا۔ ابدالآباد کے لئے تو نہیں ہیں۔ جب ضرر ہوتا ہے تو ابھی سے موقوف کر دیا جائے، اگر عوام الناس اور اجانب اس معاملہ میں ہوتے تو حرج نہ تھا۔ عوام اور اجانب کا اثر تو قلب پر رائی برابر بھی نہیں۔ نہ ان کی وجہ سے بیانات روکے جاسکتے ہیں اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا الخ۔ مگر موافقین سے یہ امر پیش آیا رنج تو اس کا ہے جب ضرر ہونے لگے تو کیا کیا جائے آپ ہی بتلایئے البتہ جو حضرات مجبور کرتے ہیں تو بادل ناخواستہ کرنا پڑتا ہے جیسے سہارن پور میں مولانا نے نہیں مانا۔ حالانکہ میں برابر عذر کرتا رہا۔ اس لئے بادل ناخواستہ بیان کرنا پڑا۔ میرا دل تو نہیں چاہتا اگر کوئی مجبور کرے گا تو بادل ناخواستہ مجبور کرنے سے انکار نہیں مگر بشاشت وانشراح کے ساتھ نہ ہوگا میری تو یہ حالت ہوگئی

گفت اے موسیٰ دہانم دوختی وز پشیمانی تو جانم سوختی

مقید ہو کر بیان کرنا مشکل ہے۔عین بیان کے وقت مضامین کی آمد ہو رہی ہے اب اس میں یہ لحاظ رکھنا کہ یہ ابہام نہ ہو جائے نہایت دشوار ہے،عوام اور اجانب کی تو کچھ شکایت نہیں،شکایت تو موافقین کی ہے اور اسی کا صدمہ ہے، مجھے شرم آتی ہے کہ کوئی اعتراض کرے اور میں کیا جواب دوں۔اس میں خرابی یہ ہے کہ کسی نے اعتراض کیا اور میں نے اس کا جواب دیا پھر وہ اعتراض کرے گا پھر میں جواب دوں گا۔ایسے ہی سلسلہ چلتا رہے گا اور خرافات میں وقت ضائع ہوگا میری تو یہ عادت کبھی نہیں ہوئی اور پھر یہ کہ لوگ حواشی چڑھاتے ہیں۔عداوت کا باب کھلتا ہے،خانگی معاملات میں اور ذاتیات تک نوبت آتی ہے۔پہلے لوگوں میں ایسا نہ تھا اب لوگ تفتیش کے در پے ہوتے ہیں جلسے ہو کر تذکرے ہوتے ہیں۔جو خیر مفضی ایسے امور کی طرف ہو اور وہ خیر واجب ہو نہیں تو اس کو چھوڑنا ہی چاہئے (جو صاحب مراد آباد سے آئے تھے انہوں نے کہا کہ نفع زیادہ تھا۔ضرر سے اس لئے پہلا ہی طرز اختیار کرنا چاہئے) فرمایا کہ یہ واجب نہیں واجب میں گردن بھی کٹنے کی پرواہ نہیں تھی یہ تو درجہ مستحب میں ہے اور مجھ سے اتنا بوجھ اٹھ نہیں سکتا۔بیان کے وقت سخت تکلیف ہوتی ہے اس کا علاج کیا ہے اسی واسطے یہ نیت کر لی ہے کہ جو صاحب مجھ کو باہر بلائیں گے تو ان سے یہ شرط کر لوں گا کہ وعظ نہیں کہوں گا۔البتہ وطن میں وعظ کہوں گا۔وجہ یہ ہے کہ باہر کا انسداد نہیں ہو سکتا۔مختلف لوگوں کے مجامع ہوتے ہیں اور تجربہ سے معلوم ہوا کہ فہم لوگوں سے جاتا رہا نہیں معلوم کیا سمجھ جائیں بخلاف یہاں کے جو بیان ہوتا ہے وہ ضبط کیا جاتا ہے اس پر اچھی طرح نظر کر لوں گا اور پھر شائع ہوگا اور باہر بھی لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ ہی جائے گا۔اصل مقصود بند نہ ہوگا وہ برابر جاری رہے گا۔جب موافق بھی مخالف ہونے لگیں تو کیوں صدمہ نہ ہو میں دوسروں کی زبان نہیں روک سکتا مگر اپنے اوپر تو قدرت ہے۔البتہ مجبور کرنے پر حاضر ہوں اور وہ بھی اس صورت میں کہ ان کی زبان سے کہلوا لوں کہ ہے تو

یہی جیسے آپ کہتے ہیں مگر ہم مجبور کرتے ہیں اس حالت میں انکار نہیں مگر لطف کا وعدہ نہیں۔ بلکہ یہ صورت اچھی معلوم ہوتی ہے اگر کوئی نصائح کی کتاب ہوتو اس کو پڑھ کر سنا دیا جائے کہ کسی کو اعتراض کا موقع ہی نہ ملے۔ مولانا قطب الدین صاحبؒ کا یہی طرز تھا کہ کتاب ہاتھ میں لی اور اس کو سناتے چلے گئے یہ بڑا اسلم طریقہ ہے کہ اب یہی کروں گا مگر اس میں لطف نہیں آئے گا۔ عوام کو تو رنگین مضامین اور شورانگیز بیانات میں لطف آتا ہے اس کا تجربہ یہ ہے کہ دو چار ہزار آدمیوں کا مجمع کیجئے اور کتاب پڑھئے تو لوگ بیٹھ نہیں سکتے اٹھ اٹھ کر چلے جائیں گے جب چاہے تجربہ کر لیجئے اور راز اس بیہودہ شوروغل میں اور ہے کہنے کے قابل تو ہے نہیں مگر کہے دیتا ہوں وہ یہ کہ آج کل اصاغر سے اکابر بھی متاثر ہوتے ہیں وہ اس طرح کہ اصاغر کی بات کی ایک صورت بنا کر اور اس کو لباس پہنا کر اکابر کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ ایک مسئلہ بن جاتا ہے اور اصاغر کی اس صورت بنانے کی زیادہ وجہ کوئی رنج ہے جو ان کو مجھ سے پہنچا ہے۔ چنانچہ بعض کے رنج کی وجہ یہ ہے کہ میرے اندر ایک قسم کی صفائی ہے اور بعض سے میں خصوصیت کا تعلق رکھنا نہیں چاہتا۔ بوجہ اس کے کہ میری طبیعت ان سے نہیں ملتی اس لئے میں ان سے کہہ دیتا ہوں کہ میری تمہاری طبیعت نہیں ملتی قصداً مجھ سے ملنے بھی مت آؤ۔ اگر ایسے لوگ کہیں راستے میں مل جاتے ہیں تو بس السلام علیکم وعلیکم السلام وہ یوں سمجھتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد ممکن نہیں کہ اس کے دل میں ہماری طرف سے رنج نہ ہو اور اس قیاس فاسدہ سے وہ مجھ سے رنج رکھتے ہیں۔

بس اب وہ عیوب چھانٹتے ہیں اور ان کو رنگین کر کے اکابر کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ آپ کو وہ یوں کہتا ہے۔ اب خوشامد کرتے پھرو کہ میری بات کا یہ مطلب نہیں تھا بلکہ یہ مطلب تھا پھر اس کی کوئی حد نہیں غرض سبب اس کا رنجش ذاتی ہے۔ میں نے تو پہلے حضرات کو دیکھا ہے اب میں اپنے اخلاق کو بدل نہیں سکتا۔ اسی وجہ سے بعض جگہ میرا نفع دنیوی منقطع ہو گیا بعض امراء سے مجھے بہت روپیوں کا نفع ہوتا تھا مگر میری

طبیعت ان سے میل نہیں کھاتی تھی میں نے یہ تجویز کیا کہ ان سے یہ علاقہ قطع کیا جائے میں نے لطیف حیلوں سے ہدایا کا سلسلہ قطع کر دیا۔ اب میں کیا اپنی عادت بدل لوں۔

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن   آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

اور ان بیانات کا بند کرنا صورۃً ہے حقیقتاً نہیں جس کی صورت یہ ہے کہ یہاں وعظ ہوا اور ضبط ہو گیا اس میں نظر کر کے تصحیح کر دیا گیا اور طبع ہو کر سب جگہ پہنچ گیا۔ دھلا دھلایا کٹا کٹایا یہاں سے جائے گا لوگوں کے ایہامات نکالنے سے اب جو میں اپنی کتابیں دیکھتا ہوں تو خود مجھے ایہام ہونے لگا جیسے کسی میاں جی کی نقل کی ہے کہ بچوں نے اس کو بیمار بیمار کہہ کہہ کر بیمار ڈال دیا تھا وہ حالت ہو گئی۔ اب تو یوں جی چاہتا ہے کہ گوشہ تنہائی میں بیٹھا جائے۔

آنانکہ بکنج عافیت بنشستند   دندان سگ و دہاں مردم بستند

کام ایک شخص پر موقوف نہیں مجھ نالائق سے بھی کام ہو گیا ہے اور بہت ہو گیا شکر ہے اور کرنے والے بہت ہیں اب تو یہی نیت ہے کہ اسی کو چھانٹ دو۔ میں نے یہ سلسلہ بھی جاری کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے "تصحیح الاغلاط" و "تنقیح الاخلاط" مجھ میں قافیہ کا بھی مرض ہے اور مخالفین سے بھی درخواست ہے کہ غلطیاں چھانٹ کر مجھ کو مطلع کریں میں جو سمجھ لوں گا ان میں سے رجوع کروں گا میں تو یہ کام اپنے مواخذہ سے بچنے کے لئے کرتا ہوں ان کے ساکت کرنے کو نہیں، بعض موافقین نے یہاں تک لکھا کہ بیٹھے بیٹھے جو جی چاہے لکھ دیتے ہیں اور ہم مصیبت میں پڑ جاتے ہیں۔ لوگ طعن کرتے ہیں۔ ہمیں پیچھا چھڑانا دشوار ہو جاتا ہے۔ میں نے لکھ دیا کہ آپ لکھ دیا کیجئے کہ وہ ذمہ دار ہے۔ اس پر انہوں نے لکھا کہ لوگ اس صورت میں یہ کہیں گے کہ ان کے تو آپس میں ہی تفریق ہے۔ زیادہ سبب اس کا تہذیب عرفی اور مصلحت زمانہ ہے مگر میری حالت تو یہ ہے۔

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار   کار ملک ست آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

جن حضرات کو میں نے دیکھا ہے ان میں تو اس کا پتہ بھی نہ تھا۔ آج کل لوگوں میں

پالیسی بہت ہوگئی ہے۔ مجھے دباتے ہیں کہ تم ایسی بات مت کہو ہم پریشان ہوجاتے ہیں۔ اجانب کو توڑ توڑ کر جواب دیا جاتا ہے مگر اپنوں سے نرمی کرنی پڑتی ہے اور اس میں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اگر مثل سابق کے کام جاری رکھا جائے اور پھر ایسی واہیات چیزیں پیش آئیں تو غیبت کی نوبت آجاتی ہے۔ اچھا میں کہتا ہوں علماء سے استفتاء کیا جائے کہ جس مستحب سے اتنا مفاسد پیش آئیں اس کو کیا جائے یا نہیں۔ جواب یہی ہے کہ نہ کیا جائے، ان قصوں سے مجھ کو تمام تمام رات نیند نہیں آئی۔ ان قصوں میں بیمار ہوگیا۔ رنج ایسی چیز ہے کہ آدمی کو بیمار کردیتی ہے۔ میں تو کیا ہوں حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھئے جن کے بارے میں ہے تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتّٰى تَكُونَ حَرَضًا اَوْ تَكُونَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ اس لئے عافیت اختیار کرنی چاہئے۔ غیبتیں شکایتیں پیدا ہوتی ہیں امراض کھڑے ہوجاتے ہیں ان قصوں سے دو تین روز اتنی تکلیف ہوئی کہ حد نہیں، نہ اوراد ہے نہ اشغال۔ میں کچھ بھی نہ کرسکا۔ ہم سوالوں کو رخصت پر عمل کرنا مناسب ہے۔ میں اختلاف سے بہت پریشان ہوتا ہوں چاند میں کیسا اختلاف ہوتا ہے اسی لئے میں چاند کی منادی کبھی نہیں کراتا۔ اگر کوئی تحقیق کرنے آتا ہے تو کہہ دیتا ہوں کہ میری تحقیق یہ ہے جس کو میں نے ظاہر کردیا۔ میں تو لوگوں سے یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ مقتدی بن کر عیدگاہ چلا جاؤں گا امام بن کر نہیں۔

جب سب لوگ جائیں گے میں بھی ساتھ ہولوں گا جنہیں اس کی عادت ہے ان کو مزہ آتا ہے جب میں کہہ چکا کہ میری بات مت مانو پھر کیوں سر ہوتے ہیں۔ یہ تو سودا ہے کھرا معلوم ہو تو لے لو ورنہ دوسری دکان سے خریدو۔ جو متبوع بننا چاہتے ہیں ان کو اس کا شوق ہوگا مجھ کو متبوع بننے کا شوق نہیں حضرت مولانا قاسمؒ صاحب کو لوگوں نے کافر تک کہا۔ اگر مولانا کو ایسی روایت سننے کا اتفاق ہوتا تو آپ فوراً فرماتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور فرماتے کہ میں تو اب مسلمان ہوگیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک سائل کے مکرر سوال پر فرمایا تھا کہ ہم مرغان جنگی نہیں ہیں۔ اگر ہمارا جواب پسند نہیں تو اور کسی سے پوچھو۔ بچپن سے تو ایسے حضرات کو دیکھا ہے اس کے خلاف

دیکھنے سے تو وحشت ہوتی ہے اب لوگوں کو شوق ہے مناظرہ کا۔ مجھ سے تو عادت بدلی نہیں جاتی۔ ایک شخص نے سہسرام سے کچھ اعتراض بھیجے تھے اور مناظرہ کی بابت لکھا تھا میں نے جواب لکھا وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ اور میں نے کہا کہ اس آیت کا رد لکھو۔

سہارن پور میں مولانا نے فرمایا کہ جلسہ میں برأت کے متعلق بیان ہو جائے تو اچھا ہو، میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ بری فرمائیں گے بس یہی کافی ہے۔ ان شاء اللہ ایسے لوگ تھوڑے دنوں میں خود ہاتھ جوڑیں گے۔ کیا میں براءت ظاہر کر کے عوام کی خوشامد کروں ۔ہاتھ جھوڑوں اور جتلاؤں کہ میں اچھا ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ عوام کو اس بدگمانی سے گناہ ہوگا اس لئے براءت کر دینی چاہئے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ تو اپنے ہاتھوں گناہ سمیٹتے ہیں ان کو اس کا انتظام چاہئے کہ تحقیق کریں۔

مولانا گنگوہیؒ کے حضور میں بعض مبتدعین کے بہت خط آئے کہ مناظرہ کر لیجئے مگر کبھی التفات بھی نہیں کیا۔ اس میں جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں وہ بڑے سخت ہیں ۔بعض لوگوں نے خواب کے قصہ میں لکھا کہ طبع کرا دو کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے ورنہ ہم کو لوگ پریشان کرتے ہیں۔ میں نے ان کو لکھا کہ تم کو اس کا یقین ہے تم شائع کر دو اپنی مصلحت کے لئے مجھ کو کیوں مجبور کرتے ہو۔ بعض نے لکھا کہ خواب دیکھنے والے کو لکھ دو کہ تم کو تجدید نکاح کرنی چاہئے۔ میں نے لکھا کہ ایسا میں تو نہیں کر سکتا ہاں اور کسی جگہ سے فتوے طلب کر کے وہ فتوے شائع کر دوں گا۔ چنانچہ فتوے حاصل کئے تو متعدد فتوے میری رائے کے موافق نکلے۔ میری رائے یہی ہے کہ خواب دیکھنے والا معذور تھا نہ اسے اس میں گناہ ہوا میں نے یہ بھی لکھ دیا کہ میری رائے و خیال ہے اگر غلطی ہوئی ہو تو اللہ میاں معاف فرمائیں۔ اللھم اغفرلی ما قدمت و ما اخرت الخ۔ میری سمجھ اور رائے میں یہی آیا ہے باقی عند اللہ کیا ہے یہ مجھے خبر نہیں۔

ایک مرض اپنی جماعت میں اور پیدا ہو گیا ہے کہ آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ فلانے بڑھے ہوئے ہیں اور فلانے کم ہیں ایک دوسرے کو فضیلت دے کر دوسرے کے عیوب بیان کرتے ہیں جو شخص کسی سے وابستہ ہوتا ہے اس کو برائیاں جتلا کر توڑتے ہیں اور اس سے ہٹاتے ہیں اپنی عادت تو پرانی ہی پڑی ہوئی ہے اس قسم کی عادت بھدی معلوم ہوتی ہے اسی لئے بیعت کرنا چھوڑ دیا ہے کہ لوگ مجھ کو دوسروں پر بڑھائیں گے میں مخدوم نہیں بننا چاہتا خادم بننا چاہتا ہوں۔

اپنے حضرات کو دیکھا ہے مجمع میں بکثرت لوگ ہوتے تھے مگر یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون کس سے بیعت ہے گزشتہ روز میں حضرت مولانا یعقوب صاحب کا خط پڑھ رہا تھا اس میں لکھا تھا کہ میں کوئی عالموں میں سے نہیں ہوں الخ۔ اس زمانہ کی باتوں کو دیکھ کر وحشت ہوتی ہے اور یہ جی چاہتا ہے کہ کونے میں سر دے دیدیں میں نے پہلے لوگوں کو اپنے کو رشیدی وغیرہ لکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اب لوگ بھی یہی کرتے ہیں مثلاً اپنے کو لکھتے ہیں فلاں اشرفی۔ اپنے کو میری طرف منسوب کرتے ہیں۔ میں تو ڈانٹ دیتا ہوں اس سے فرقہ بندی ہوتی ہے۔ لوگ تعظیم میں ایسے بڑھ گئے ہیں کہ حد سے گزر گئے ہیں۔ چنانچہ اب ہاتھ چومنے کا طرز نکلا ہے لوگوں نے مجھ کو حضرت کہنا شروع کیا۔ اس سے مجھ پر بڑا بوجھ ہوا۔ حتیٰ کہ میرے بھائی مظہر نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا میں نے ان کو بڑا ڈانٹا اور کہا کہ اگر زیادہ عظمت دل میں ہے تو بڑے بھائی کہہ دیا کرو۔ میرا تو یہ جی چاہتا ہے کہ پرانا رنگ ہو دل اسی سے خوش ہوتا ہے۔ بھوپال میں جا کر اپنی نسبت اسی پرانے طریقہ کی شہادت سن کر جی خوش ہوا۔

قصہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں کے ایک صاحب وہاں تھے سن رسیدہ اور اپنے مجمع میں ممتاز تھے، پرانی وضع کے یہاں تک کہ بولی بھی نہیں بدلی تھی وہی پرانی بول چال تھی۔ نہایت سادہ لفظوں سے انہوں نے فرمایا کہ میرا جی تم سے مل کر بھی خوش ہوا۔ اور زیادہ جی اس سے خوش ہوا کہ میں نے تم کو اپنے بزرگوں کے طریقہ پر دیکھا۔ ان کی

صحبت سے وہ نفع ہوا جیسا کہ مشائخ کے پاس معلوم ہوتا تھا معلوم ہوتا تھا کہ بزرگوں کے نمونہ ہیں۔ان سے مجھ کو مل کر بڑا ہی جی خوش ہوا۔ مجھ کو بعض مسائل فرعیہ مثلاً بعض صورر بوا میں حضرت مولانا گنگوہیؒ سے اختلاف تھا مگر ان پر اس کا ذرا بھی بار نہیں ہوا۔حضرت حاجی صاحبؒ ایک دفعہ مجلس میلاد میں مدعو ہوئے آپ نے ایک خلیفہ سے دریافت فرمایا کہ تم بھی چلو گے۔آپ نے صاف کہہ دیا کہ میں نہیں جاؤں گا۔

کیونکہ ہندوستان میں میں منع کرتا ہوں تو جانے سے کیا اثر ہوگا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ مولانا میں جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا نہ جانے سے خوش ہوا۔ سید صاحب کی ایک دفعہ ایک رکعت فوت ہوگئی تھی۔اس پر مولانا عبدالحیؒ صاحب مرحوم نے لتاڑا کہ آج کل کے مقتدا ایسے ہیں کہ بیویوں کی بغل میں لیٹ کر رکعت فوت کرتے ہیں۔مگر اس پر بالکل برا نہیں مانا۔سید صاحب نے مولانا عبدالحیؒ سے کہہ دیا تھا کہ جو بات مجھ سے خلاف دیکھو فوراً کہہ دینا۔اس پر یہ جواب دیا کہ جس روز آپ حق پر نہ ہوں گے میں آپ کے ساتھ نظر ہی نہ آؤں گا۔اور جب تک میں ساتھ ہوں آپ سمجھئے کہ حق پر ہوں جن حضرات کو ہم نے دیکھا ہے وہ اب نہیں ہیں ان پر یہ شعر صادق آتا ہے۔

حریفاں بادہا خوردند و رفتند　　تہی خمخانہا کردند ورر فتند

مجھے یہ کہتے ہوئے غیرت آتی ہے کہ مجھ میں عیب نہیں بلکہ اگر کوئی میری طرف داری کرتا ہے تو میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا۔بعض لولوگوں نے کہا کہ بعض اشخاص گالیاں دیتے ہیں جس کی برداشت ہم سے نہیں ہوتی میں نے کہا کہ اس کا علاج یہ ہے: اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِھَا وَیُسْتَھْزَاُ بِھَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ اور آج کل یہ طرف داری روافض کی سی ہے طرف داری کی آج کل یہ حالت ہوگئی ہے کہ اس سے فرقہ بندیاں ہو جاتی ہیں جو نہایت مضر ہیں اس کے بعد ان صاحب سے جو مراد آباد سے تشریف لائے تھے متعلق وعدہ فرمالیا وہ یہ کہ اگر کوئی مانع نہ ہوا تو حاضر ہو جاؤں۔

گا۔ اور یہ فرمایا کہ واعظ تجویز فرمالیجئے گا تا کہ اگر میں نہ آسکوں تو کام نہ رکے اور یہ فرمایا کہ آزادی سے تو بیان نہ ہوگا۔ اس صورت میں میں عوام کو لطف آنے کا ذمہ دار نہیں ہوں گا پھر جب وہ صاحب ریل پر روانہ ہو گئے تو حضرت نے حاضرین کے روبرو فرمایا کہ جب لوگ اس طرز سے وعظ سنیں گے خود ہی کہہ دیں گے کہ ہم نے بلا کر پیسہ ہی برباد کیا۔ البتہ تھانہ بھون میں وعظ کا پہلا ہی طریقہ رہے گا۔

واقعہ: ایک صاحب نے ہدیۃً ایک جوڑا جوتے کا بھیجا تھا جو پاؤں میں تنگ آیا ان کو لکھ دیا گیا۔ انہوں نے لکھ دیا کہ وہ کسی کو دیدیجئے حضرت نے اس پر لکھا کہ میں کسی کو دے کر آپ کا احسان لوں کیا ضرورت ہے پھر انہوں نے دوسرا جوڑا بھیجا کہ وہ بھی تنگ تھا اگر چہ پہلے سے کم۔ اس پر جواب تحریر فرمایا

ارشاد: پارسل محمولہ جفت پاپوش و مہندی پہنچ کر باعث مسرت ہوا آپ کی جتنی محبت ہے کاش اگر اتنی بے تکلفی بھی ہوتی تو بڑی راحت ہوتی۔ یہ جوتا گو تنگ تو نہیں مگر جیسا میں پہنتا ہوں اتنا کشادہ بھی نہیں ہے۔ بے تکلفی ہوتی تو اول پیمانہ منگوا لیتے۔

واقعہ: ایک صاحب کا ایک لمبا چوڑا خط آیا جس میں دین و دنیا دونوں کے متعلق پریشانیاں لکھی تھیں اور یہ بھی لکھا کہ میں حاضری کا قصد بہت دنوں سے کرتا ہوں مگر ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں کہ حاضر ہو ہی نہیں سکتا۔ اب حاضری کا مصمم ارادہ تھا مگر ایک مقدمہ ایک میرے عزیز نے دائر کرا دیا۔ مجبوراً آ نہیں سکتا۔

حضرت نے لکھا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ پریشانیاں رفع ہوں اور یہاں آنا بہتر تھا اگر صورت آنے کی نہ بھی ہو تو اس کے لئے تدبیر لکھتا ہوں اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دینا چاہئے وہ جو کریں اس میں راضی رہے۔ یہ بہترین تدبیر ہے۔ کوئی کر کے تو دیکھے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ آج کل لوگ ایسے جوابات کو خشک مضامین سے تعبیر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ہمیں ان مضامین (خشک) میں مزہ نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں کہ گوہ کے کیڑے کے نزدیک حلوائی کی ساری دکان بے فائدہ ہے۔ کیڑا کہنے لگے کہ یہ جو

لڈو اور پیڑے ہیں جو دکان میں رکھے ہیں بے فائدہ ہیں کیونکہ میرے کام تو آتے ہی نہیں اور یوں کہے کہ گوبر وغیرہ اچھی چیز ہیں۔ تو اس کا یہ کہنا کیسا ہے۔ ظاہر ہے کہ محض فضول ہے۔ آج کل لوگ تر مضامین کو پسند کرتے ہیں۔ جیسے تاریخ وغیرہ۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس قسم کے مضامین سے کان خوش ہو جاتے ہیں اور کچھ کرنا نہیں پڑتا۔ لوگ ان مضامین کو تر سمجھتے ہیں۔ اور یہاں لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں۔

ارشاد: بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کو ذکر و شغل تعلیم کیا جاتا ہے جہاں ان کو تھوڑی سی مدت گزری تو خیال کرنے لگتے ہیں کہ اتنے دن ہو گئے کچھ نہیں ہوا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ قرض ہے اور کیا تمہارا استحقاق ہے کہ ان کے ذمہ پورا کرنا واجب ہے۔ ایک اشکال اس صورت میں یہ وارد ہوتا ہے کہ ہم سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس لئے ہم کو ملنا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کونسا وعدہ پورا کر رہے ہیں کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کریں۔ جب آپ اپنا وعدہ پورا نہیں کرتے تو اپنا وعدہ کیسے پورا فرمائیں۔ جو تمہارے ایفا پر معلق تھا گویا تمہارے ایفاء نہ کرنے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہی نہیں ہوا۔ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ کہ تم میرے عہد کو پورا کرو میں اپنا عہد پورا کروں گا۔

ہم تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ معاملہ کر رہے ہیں کہ اگر کسی دنیاوی آقا کے ساتھ کریں تو سزا کے مستحق ہوں۔ اور اگر ہم کریں بھی اور ثمرات بھی مرتب نہ ہوں تو بھی کیا دعویٰ ہے۔ اور ایسا خیال کرنا حقیقت میں کبر ہے جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ ہمیں اپنی حقیقت کی خبر نہیں اگر خبر ہو تو پانچ وقت کی نماز کی توفیق ہونے پر بھی ہمیں تعجب ہوا اور معلوم ہوا کہ ہم تو اس قابل بھی نہ تھے یہ محض ان کا فضل ہے کہ ہمیں اس کی بھی توفیق ہوئی نہ کہ جنید بغدادی ہونے کے مدعی ہوں۔ مثال اس کی یہ ہے کہ ایک عورت ہے نہایت بدشکل۔ میل کچیل اس کی آنکھوں میں بھرا ہے ناک تھوک اس کے چہرہ پر لگا ہوا ہے اور دوسری عورت ہے نہایت حسین وجمیل اور نہایت پاک وصاف خوشبو میں معطر وہ پہلی عورت کہنے لگی کہ میں اس

حور کے بچہ کی موافق محبوب کیوں نہیں ہوں تو اس سے یوں کہا جائے گا کہ تم ہو کیسی۔ جیسے تم ہو ویسی ہی محبوب بھی ہو۔ یہ بھی تو دیکھنا کہ جنید وغیرہ تھے کیسے۔ اگر اپنے اسلام کی پڑتال کرنی ہو تو احیاء العلوم کو دیکھو جس سے ہمارے اسلام کی پوری حقیقت کھل جائے گی۔ جیسے ہم ہیں ویسا ہی ہمارا استحقاق ہے۔ اگر کوئی شخص کسی امیر کے یہاں سڑا ہوا خربوزہ لے جائے اور انعام کے استحقاق کا دعویٰ کرنے لگے تو اس کی کیا گت بنے گی۔ ظاہر ہے کہ دربار سے ذلت کے ساتھ نکالا جائے گا۔ حق تعالیٰ کا وہ فضل ہے کہ ہم کو سڑے ہوئے پر بھی انعام دیتے ہیں اور اپنے دربار سے نہیں نکالتے اس کو ہم غنیمت نہیں سمجھتے۔ دوسرے جن ثمرات کا ہم کو انتظار ہے اس کا وعدہ ہی کہاں ہے کسی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس مضمون کے اشعار ہیں کہ اے اللہ تو نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ دیا، یوسف علیہ السلام کو یہ دیا فلاں کو یہ دیا اور فلاں کو یہ دیا اور بار بار یہ مصرعہ لایا ہے ۔

"میری بار کیوں دیر اتنی کری"

گویا حق سبحانہ وتعالیٰ پر اپنا استحقاق جتایا ہے اور یہ زبان حال سے شکایت ہے۔ اس قسم کی مناجاۃ واہیات ہے۔ ہمارا تو یہ قول ہے کہ کیسے درجات اس کا خطرہ بھی نہیں آتا۔ یہی مدنظر ہے کہ جوتیاں نہ لگیں۔ جس کے ہم مستحق ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص فوجداری کا مجرم ہو اور مستحق جیل خانہ کا ہو اور حاکم اس پر رحم کھا کر بری کر دے اور وہ یوں کہنے لگے کہ مجھے گاؤں تو ملے بھی تو نہیں تو کہا جائے گا کہ تیرا گاؤں ملنا تو یہی ہے کہ تو جیل خانہ سے بچ گیا۔

لوگوں کا دماغ سڑ گیا جو ایسا کہتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ کا مذاق تو یہ تھا اور یہ فنا سے حاصل ہوتا ہے ایک شخص نے آ کر حضرتؒ سے کہا کہ حضرت زیارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہو جائے۔ فرمانے لگے کہ آپ کا یہ حوصلہ ہے ہم میں تو اتنی بھی لیاقت نہیں کہ روضہ مبارک کے گنبد کی بھی زیارت نصیب ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو درکنار۔

اس کی حقیقت تو وہ جان سکتا ہے جس کو فنا کا درجہ حاصل ہو ویسے کچھ بھی نہیں۔

جو بات ذوق پر موقوف ہے وہ بتلانے سے حاصل نہیں ہو سکتی وہ تو کھا کر ہی حاصل ہو گی جیسے کسی نے گنا نہ کھایا ہو کیسا ہی اس کے روبرو اس کا ذائقہ بیان کیا جائے کبھی سمجھ نہیں سکتا۔ تاوقتیکہ کھائے نہیں۔ حضرت حاجی صاحبؒ کے حضور میں ایک شخص نے دوسرے شخص کی شکایت کی کہ وہ تو شرک کرتا ہے۔ فرمایا میاں بیٹھو بھی۔ یہ جب تک ہی کہتے ہو جب تک اپنی حقیقت پر نظر نہیں پڑی۔ جس روز اپنی حقیقت کھل گئی سارے مشرکین سے اپنے کو بدتر سمجھو گے۔ چند اندھوں نے ہاتھی کو ٹٹول کر دیکھا تھا۔ کسی کے ہاتھ میں اس کا کان آیا اس نے کہا کہ ہاتھی ایسا ہے جیسے پنکھا۔ کسی کے ہاتھ میں پاؤں آیا اس نے کہا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے ستون۔ کسی کے ہاتھ میں اس کی سونڈ آئی تھی اس نے کہا تھا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے موسل۔ کسی بینا شخص نے سن کر کہا کہ صدقتم و کذبتم کہ تم نے سچ بھی بولا اور تم جھوٹے بھی ہو۔

سچے تو اس لئے کہ جتنا تم نے اس کے متعلق بیان کیا اس میں تم سچے ہو کہ ہاتھی ایسا بھی ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے مگر پوری ہیئت اس کی یہ نہیں۔ پوری حقیقت اس کی جب ہی معلوم ہو سکتی ہے کہ تمہاری آنکھیں ہوں اور ویسے اس کا پورا انکشاف نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح محض زبان سے ان باتوں کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ ذوق کے درجہ میں نہ آئے۔ اور یہ ذوق پیدا ہوتا ہے۔ اہل اللہ کی صحبت اور ان کی جوتیاں سیدھی کرنے سے جو کہ اعتقاد و انقیاد کے ساتھ ہو کیونکہ یہاں محض تقلید سے کام چلتا ہے چون و چرا کرنے سے کام نہیں چلتا ۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ جز شکستہ مے نہ گیرد فضل شاہ

جیسے کوئی بچہ استاد کے سامنے الف بے لے کر بیٹھے اور استاد پڑھائے کہہ الف اور کہہ بے اور بچہ یوں کہنے لگے کہ الف کی صورت یوں کیوں ہوئی اور بے کی ایسی صورت کس واسطے ہوئی تو استاد اس سے کہے گا کہ تو اپنے گھر کا راستہ لے۔ بات یہ

ہے کہ ابتداء ہر امر کی تقلید محض ہے۔ طالب کی نیت تو رہبر بننے کی بھی نہ ہونی چاہئے بلکہ یہ نیت ہو کہ ہمیں راستہ نظر آ جائے اور رہبر بننے کی نیت شرک فی الطریقہ ہے بلکہ بزرگ بننے کی بھی نیت نہ ہونی چاہئے اگر یہ نیت ہے تو وہ شخص غیر حق کا طالب ہے خود کچھ تجویز نہ کرے اور یہ تجویز کرنے والا ہے کون!

کام کرنے کا تو طریقہ یہ ہے جو بیان کیا گیا ہے میرے پاس لفظ نہیں ہیں کہ یہ باتیں دل میں اتار دوں۔ اس طریقہ پر عمل کر کے تو دیکھو کیا ہوتا ہے۔ ایک حکایت بیان کرنے کے تو قابل نہیں مگر چونکہ یہاں مخلصین ہی ہیں اس لئے بیان کئے دیتا ہوں وہ یہ کہ ابراہیم بن ادھمؒ کی ایک بار تہجد قضا ہوگئی اگلے دن بڑی کوششیں اور بندوبست کئے کہ قضا نہ ہو اس دن صبح کی نماز بھی قضا ہوگئی۔ حق سبحانہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اور بندوبست کرو۔ وہ کہتے ہیں ''فوضت فاسترحت'' کہ میں نے اپنے کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا بس مجھ کو راحت ہوگئی اور یہ بات طالبین کے لئے ہے کاملین کے لئے نہیں کبھی کاملین سمجھ جائیں کہ یہ نسخہ تو اچھا ہاتھ آیا کہ کچھ مت کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ یہی دقائق ہیں اس فن کے۔ اور ہر نکتہ کے لئے ایک خاص مقام ہوتا ہے جیسے طبیب کا نسخہ کہ ہر موقع کے لئے جدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس فن کی تعلیم مخفی طور سے کی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ مخفی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ کسی ناحقیقت شناس نے اپنے مضمون میں لکھ دیا ہے کہ سرکار انگریزی کو صوفیہ کی بڑی دیکھ بھال اور خبر گیری رکھنی چاہئے کہ جانے کیا لوگوں کو چپکے سے کہہ دیتے ہیں اور کیا سازش کرتے ہوں۔ حالانکہ یہ بیچارے کیا جانیں سازش کو۔ یہ تو سوزش کو جانتے ہیں، بعض باتیں ان کی بظاہر خلافِ شرع معلوم ہوتی ہیں۔ حالانکہ وہ خلاف نہیں ہوتیں۔

حضرت شاہ سلیمان صاحب کی حکایت ہے کہ ایک دفعہ نماز کی تکبیر ہوئی اور اسی وقت ایک شخص نے مرید ہونے کو عرض کیا آپ نے صف میں پیچھے ہٹ کر پہلے اس کو بیعت کیا اور پھر رکوع میں شامل ہو گئے۔ بعد نماز آپ پر کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے

فرمایا کہ مجھ سے واقعی خطا ہوئی مگر میں نے اس لئے ایسا کیا کہ مجھ کو معلوم ہو گیا ہے کہ جو شخص میرے سلسلہ میں داخل ہو جائے گا تو اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اس شخص نے بیعت کی درخواست کی میں نے خیال کیا کہ نماز ختم ہونے تک یہ شخص زندہ رہے نہ رہے اس لئے میں نے داخل سلسلہ کر لیا اور جو خطا مجھ سے ہوگئی ہے اس سے میں توبہ کر لوں گا۔

حاجی صاحب کے طریق کا حاصل یہ ہے کہ باطن میں عشق وسوزش ہو اور ظاہر میں اتباع ہو بزرگی وہ ہے جس میں بزرگی بھی مٹ جائے مگر بدون پہلے بزرگی حاصل ہوئے فنا حاصل نہیں ہوتی، پہلے بزرگی ہوتی ہے پھر فنا ہوتی ہے جیسے آبنہ میں شیرینی جب آتی ہے کہ پہلے ترشی آئے شیرینی کی قابلیت ترشی سے ہوتی ہے۔ جس آبنہ میں پہلے ترشی نہ آئے وہ شیریں نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا مزہ خراب رہتا ہے اس کا مزہ اچھا نہیں ہوتا۔ بزرگی درمیان میں آتی ہے پھر فنا حاصل ہوتی ہے۔ خودداری اہل اللہ میں کہاں۔ گالیاں بھی پڑنے لگیں تو پرواہ نہیں ہوتی۔ گو طبعاً حزن ہو۔ یہ حالت نہیں ہوتی کہ کسی کے برا بھلا کہنے پر اس کے درپے ہو گئے۔ مشورہ کرتے پھر رہے ہیں۔ ایک طالب علم نے مولوی صاحب کا مقابلہ کیا مگر پھر بھی اس کے درپے نہ ہوئے حالانکہ ان کو اس پر پورا قابو تھا کیونکہ جن کے یہاں وہ ہیں۔ وہ مجسٹریٹ ہیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے کہا کہ میں اس کو چھ ماہ سے کم جیل نہ بھیجوں گا۔

مگر مولوی صاحب نے کہا میں اپنے نفس کے لئے ایسا نہ کروں گا۔ میں نے ایک نمونہ اس وقت میں دکھایا۔ مگر یہ مطلب نہیں کہ جس کو فنا کا درجہ حاصل نہیں ہوا تو وہ بزرگ نہیں بلکہ فنا یہ ہے کہ بزرگی ہو کر وہ بھی مٹ جائے۔ وہ بزرگ تو ہوا لیکن اگر صاحب فنا ہوتا تو خود کو بزرگ نہ سمجھتا اور صاحب فنا کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کسی کی گستاخی کرنے پر دل میں خیال بھی نہ آئے۔ ہاں مقتضا پر عمل نہ ہوگا۔ ویسے تو امور طبعیہ ستاتے ہی ہیں اور یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہیں۔ استحقاق کسی کو بھی نہیں مگر ہاں دھن میں لگا رہے یہ سمجھ لیجئے کہ ذکر پر کیفیت کا طالب ہونا کبر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے لڑنا

جھگڑنا کیسا۔ کیا ان پر کسی کا قرض ہے حالت یہ ہونی چاہئے کہ جزا کی طرف التفات بھی نہ ہونا چاہئے۔ یہاں تو کام نیازمندی سے چلتا ہے۔ چون وچرا کی گنجائش ہی نہیں۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ　　جز شکستہ مے نگیر د فضل شاہ

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود　　ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

البتہ دعا کرتا رہے شاید عنایت ہو جائے۔ میں ایسی باتیں دل میں اتارنا چاہتا ہوں مگر الفاظ نہیں کہ ادا کرسکوں۔ یہ امور وجدانیات ہیں الفاظ ان کے لئے کافی نہیں وجدان ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ گو دل میں اتار نہیں سکتا مگر بیان سے اتنا اثر تو ہوگا کہ رغبت تو پیدا ہوگی اگر چہ پوری طرح سمجھ نہ آئے۔ فقط

ارشاد: حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک بار فرمایا کہ کسی سے کسی قسم کی توقع مت رکھو چنانچہ مجھ سے بھی مت رکھو۔ یہ بات دین ودنیا دونوں کا گر ہے۔ جس شخص کی یہ حالت ہوگی وہ افکار وہموم سے بھی نجات پا جائے گا۔

واقعہ: یہ خبر سنی گئی تھی کہ ایک عامل خورجہ ضلع بلند شہر میں آئے ہوئے ہیں اور وہ آگ میں چلے جاتے ہیں اور جلتے نہیں بلکہ جو لوگ ان کے ہمراہ جاتے ہیں ان پر بھی آگ کا اثر نہیں ہوتا اور یہ واقعہ درجہ ثبوت کو پہنچ گیا۔ بلکہ منشی یوسف صاحب ساکن خورجہ خود حضرت والا سے بیان کرتے تھے کہ میں اس جلسہ میں شریک تھا۔ حضرت نے ایک اور صاحب سے دریافت فرمایا کہ اس واقعہ کو دیکھ کر کوئی اسلام بھی لایا۔ انہوں نے کہا کہ ایسا تو نہیں ہوا اس پر حضرت نے فرمایا:

ارشاد: کہ عملیات سے جو ہوتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی قلوب پر اثر نہیں پڑتا البتہ اثر صاحب حق کا ہوتا ہے اس کی صورت دیکھ کر کوشش ہوتی ہے جو بلا کرامت ہو تو زیادہ اثر ہوتا ہے کیونکہ کرامت میں تو سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ کچھ اور بات نہ ہو یہ عجیب اثر حق میں ہے اور ایسے امور میں حیرت سی تو ہو جاتی ہے مگر کشش نہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور چہرہ مبارک پر نظر پڑتے ہی سمجھ لیا انہ لیس بوجہ کذاب ❶ اور

کوئی معجزہ طلب نہیں کیا۔ کسی کا شعر ہے۔

نور حق ظاہر بود اندر ولی　　نیک بیں باشی اگر اہل ولی

مولوی ابوالحسن صاحب کاندھلوی نے اس کا خوب ترجمہ کیا ہے ۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور　　کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور

طالبین کی نظر اخلاق کی طرف ہوتی ہے طالبین نے کبھی معجزہ طلب نہیں کیا۔خود صحبت سے معلوم ہو جاتا ہے اب زمانہ نبوت کا تو رہا نہیں۔اب کشش اتباع سنت میں ہے اور اتباع سنت میں دھوکا نہیں ہوتا، کیونکہ آدمی اپنے کو کہاں تک بنا دے گا راز ایک نہ ایک روز کھل ہی جاتا ہے۔جنیدؒ کی حکایت ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں دس برس رہے۔ کہنے لگے کہ میں نے آپ میں کوئی کرامت نہیں دیکھی ۔جنیدؒ بولے کہ تم نے جنیدؒ کو اس عرصہ میں کبھی حق تعالیٰ کی نافرمانی کرتے بھی دیکھا اس نے کہا کہ نہیں۔فرمایا کہ کیا یہ تھوڑی کرامت ہے کہ دس برس تک اپنے مالک کو ناراض نہ کرے،حق میں ایک اور اثر ہے کہ اول وہلہ میں اگر کچھ بھی نہ ہو پھر آدمی سمجھ کر آتا ہے نقشہ تو ذہن میں ہوتا ہی ہے کسی عارض کی وجہ سے اثر نہ ہوا جب عارض ڈھل گیا تو قلب میں تقاضا پیدا ہوا۔اور سمجھا کہ یہ میری غلطی تھی۔

واقعہ: ایک صاحب کو حضرت نے تعویذ لکھ دیا انہوں نے کہا کہ اسکو موم جامہ میں کرلیں۔

ارشاد: تعویذ کیلئے موم جامہ شرائط سے نہیں صرف پانی سے بچاؤ کیلئے ہے۔

واقعہ: ایک بوڑھے شخص آئے اور حضرت سے عرض کیا کہ مجھ کو خرچ کی ضرورت ہے اور اس کیساتھ یہ بھی کہا کہ میں فلانے کا مرید ہوں۔اور حضرت کی زیارت کو آیا ہوں۔

ارشاد: کسی بزرگ کی طرف نسبت کر کے ان کو کیوں بدنام کرتے ہو خواہ مخواہ ان کی ذلت کرنی کہ فلانے کے مرید مانگتے پھرتے ہیں۔اگر حاجت تھی تو ویسے ہی سوال کرتے۔حضرت نے فرمایا کہ اگر ایسی باتوں پر سکوت کرو تو خوش اخلاق اگر غلطی پر مطلع کرو تو بداخلاق۔میں تو کہتا ہوں کہ جب ہم لوگوں سے دین

میں استفادہ کرتے ہو تو اگر دنیا میں کرلو تو کچھ حرج نہیں مگر تلبیس سے کیا فائدہ کہ آئے بھیک مانگنے اور کہتے ہیں کہ زیارت کرنے آیا ہوں پھر کہتے ہو کہ خرچ نہیں تو اس حالت میں کہ استطاعت نہیں زیارت کے لئے آنا کہاں جائز ہے۔

دیکھو کہ حج جو رکن اسلام ہے وہ بلا استطاعت جائز نہیں زیارت تو کیا جائز ہوتی ہے۔ پھر ایسے لوگوں کے حج کے متعلق مضمون بیان کیا کہ بعض لوگ حج کو جاتے ہیں اور بے فکر پھرتے رہتے ہیں۔ لوگ تو مصیبت سے کھانا پکائیں اور وہ جا کھڑے ہوتے ہیں ایک دو ہوں تو کوئی دے بھی دے اور تعریف یہ کہ عربی بولنے لگتے ہیں یا شیخ لقمہ جب تک دیں گے نہیں ٹلیں گے نہیں۔ یہ کہاں جائز ہے کہ دوسروں کو تکلیف دیں۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اچھا طرز اختیار کر رکھا تھا۔ حکمت کا طرز تھا۔ جو لوگ بچھونا وغیرہ ساتھ نہیں لاتے تھے اس کا بندوبست نہیں فرماتے تھے۔ باقی خصوصیت کی اور بات تھی۔ مولانا نے ایک دفعہ ایک خادم سے فرمایا کہ ایک شخص گاؤں کا ہے دیکھو تو اس کو مناسب جگہ مل گئی یا نہیں خادم نے واپس آ کر عرض کیا کہ جگہ مل گئی اور میں نے کپڑے کو بھی پوچھ لیا۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں پوچھا کیا کپڑا میرے ذمہ ہے۔ اور فرمایا کہ بات کو بڑھایا مت کرو۔

ایک دفعہ حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے یہاں مہمان زیادہ آ گئے، آپ نے عشاء کے وقت مہمانوں کے لئے نمازیوں سے رضائیاں عاریت لے لیں۔ اس واسطے کہ لوگوں کے پاس عادتاً زائد کپڑا گھر میں ہوتا ہی ہے اور اپنی رضائی بھی کسی مہمان کو دیدی۔ جب رات کو سردی ہوگئی تو مولانا گنگوہیؒ سے رضائی اپنے لئے طلب کرنے لگے۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ میں تو نہیں دیتا تم نے اپنی رضائی کیوں دے دی۔

اور فرمایا کہ جن کو کپڑا نہیں ملا وہ وضو کر کے بیٹھ جائیں اور ذکر کریں اس لئے کہ بیداری میں جاڑہ کم لگتا ہے اور فرمایا کہ کیا آنے والوں کو نظر نہیں آتا تھا کہ کپڑے کی ضرورت ہوگی۔ اس واسطے کم فہم لوگ مولاناؒ کی شکایت کیا کرتے تھے۔ جو لوگ اپنی

راحت کا سامان کرلیں اور دوسروں کو بھی طریقہ بتا دیں تو لوگ کہتے ہیں کہ صاحب بڑے خشک ہیں۔ ایک کم فہم شخص کہتے تھے کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ تو درویش تھے اور مولانا گنگوہیؒ درویش نہ تھے البتہ عالم متقی تھے حالانکہ موٹی بات ہے جب کوئی ڈپٹی کے یہاں جاتا ہے معاملہ لے کر تو کوئی نہیں کہتا کہ ہمیں بستر دے دو، وجہ یہ ہے کہ وہاں سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے کام کو آئے ہیں اور یہاں دوسرے کے کام کو آنا خیال کرتے ہیں کہ ہم نے بڑا احسان کیا کہ ہم نے جا کر ان کی پیری چلائی اور رونق بڑھائی۔ پیر کو دو روپیہ دے کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بھٹیارے بھی ہو گئے۔

مولانا گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں ایک شخص نے ہدیہ چلتے وقت دیا آپ نے واپس کر دیا اور فرمایا کہ تم نے شروع میں کیوں نہیں دیا تھا۔ لوگ یوں کرتے ہیں کہ جا کر قیام کرتے ہیں۔ کھانا ان کے ذمہ کھاتے ہیں جب چلتے ہیں تو حساب لگاتے ہیں کہ کھانے میں اتنا خرچ ہوا ہو گا اس سے ذرا زیادہ دے دیا کام کا کام بن گیا اور احسان کا احسان ہو گیا۔ دیکھو نماز کیسی اچھی چیز ہے مگر طریقہ سے نہ ہو تو مقبول نہیں۔ مثلاً قبلہ کی طرف منہ نہ ہو۔ ہر شے کے قواعد ہوتے ہیں جب ہی فوائد بھی ہوتے ہیں۔

واقعہ: ایک خط میں یہ سوال آیا تھا کہ امت مرحومہ میں سوائے خلیفہ اولؓ کے اور بھی کوئی ولی درجہ صدیقیت کو پہنچا ہے یا نہیں۔ یا آئندہ کسی کو اس مرتبہ پر پہنچنے کی امید ہے یا نہیں مثل حضرت مہدی علیہ السلام کے۔

فائدہ: پہلے جو جواب حضرت نے خط کا دیا ہے اس کو لکھا جاتا ہے اس کے بعد ایک ملفوظ اس کے متعلق ہوا۔ اس کو لکھا جائے گا۔

خط کا جواب: قال اللّٰہ تعالیٰ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ یہ آیت نص ہے ان سب طبقات کے تعدد و تکثر میں۔ مگر دوسری نص قطعی سے نبوت کا ختم ثابت ہے اور دوسرے طبقات کا ختم ثابت نہیں پس وہ عام ہو گا اس امت کو اور امم

سابقہ کو۔ پس اس امت میں بھی صدیقین متعدد ہیں جیسے شہداء متعدد ہیں صالحین متعدد ہیں اس سے زیادہ سورہ حدید کی آیت اس میں نص ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَآءُ الخ۔

اس سے واضح ہے کہ جب تک سلسلہ ایمان کا جاری ہے صدیقیت کا بھی جاری ہے۔ پس صدیقین کا اس امت میں بھی کثیر ہونا ثابت ہوا۔ البتہ درجات میں تفاوت ہونا اور بات ہے حضرت خلیفہ اول اعظم الصدیقین ہیں۔ حضرت امام مہدی کی نسبت تصریح تو نہیں دیکھی باقی ظاہراً وہ ضرور اس رتبہ سے مشرف ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا صدیقہ ہونا اسی اعتبار سے ہے جس اعتبار سے اور صدیقین کا صدیق ہونا۔

ملفوظ: شہادت کا ملنا تو ہے آسان۔ بس ایک تلوار لگی سر الگ ہو گیا شہید ہو گئے اس لئے کثیر التعداد ہیں اور صدیقیت ہی مشکل صدیقیت میں لاکھوں تلواریں ہر وقت چلتی ہیں ہر وقت آرا چلتا رہتا ہے۔ یہاں تو یہ کیفیت ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

شہادت صدیقیت کی فرع اور تابع ہے لوگ شہداء کے بدن کا نہ گلنا خیال کرتے ہیں، تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ صدیقین کا بدن نہیں گلتا۔

واقعہ: ایک روایت کی تحقیق پر ذکر چلا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ امام غزالیؒ جس فن کے امام ہیں اس میں ان کو ترجیح ہوگی اور محدثین کو فن حدیث میں ترجیح دی جائے گی۔

ارشاد: پھر ارشاد فرمایا کہ یہ کوئی بعید بات نہیں بعض کو بعض پر بات میں ترجیح ہوتی ہے اگر مجموعہ اوصاف کے لحاظ سے اس کو ترجیح ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھ لیجئے کہ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو لوگ وہاں تابیر نخل کیا کرتے تھے (میں تو سمجھتا تھا کہ اس کا بڑا اہتمام ہوتا ہوگا مگر کچھ بھی نہیں۔ رام پور میں ایک عرب تابیر کر گئے تھے جس سے کھجور میں خوب پھل آیا صورت اس کی صرف یہ ہے کہ کھجور میں ایک نر ہوتا ہے اور ایک مادہ۔ نر میں پھول آتا ہے پھل نہیں۔ مادہ میں پھل آتا ہے اور

پھول بھی۔ بس یوں کرتے ہیں کہ نر کا پھول لے کر مادہ کے درخت کے نیچے کھڑے ہو کر اوپر کو اچھالتے ہیں وہ پتوں سے مس کرتا ہوا پھر نیچے گر جاتا ہے اس طریقہ سے گویا حمل رہ جاتا ہے اور وہ درخت بار آور ہوتا ہے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ شاید شگون کی قسم سے ہو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ ایسا نہ کرو صحابہؓ تو اشارہ کے منتظر رہتے تھے آج کل کی سی حالت نہ تھی کہ اگر کسی امر کا گناہ ہونا بتلایا جائے تو پوچھتے ہیں کہ کیا بہت بڑا گناہ ہے گویا اگر چھوٹا ہو تو کر لیں۔ شاید تھوڑے دنوں میں یوں پوچھیں کہ کفر تو نہیں اگر نہ ہو تو کر لیں۔ غرض صحابہؓ نے نہ کیا۔ اس پر اس سال پھل کم آیا۔ صحابہؓ نے شکایت کی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **انتم اعلم بامور دنیا کم** اس سے بدرجہ اولیٰ اس قدر ضرور معلوم ہوا کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی فن میں امتیوں میں سے کوئی کیوں نہ ہو ایک دوسرے پر بڑھا ہوا ہو سکتا ہے۔

واقعہ: ایک شخص جو حضرت سے اعتقاد رکھتا تھا وہ آیا۔ اور دوسرے شخص اسی روز آئے اور انہوں نے کچھ کپڑا ہدیۃً پیش کیا۔ حضرت نے قبول فرمالیا اور انہوں نے حضرت ہی کے یہاں کھانا بھی کھایا، پہلے شخص نے مکان پر پہنچ کر کچھ گستاخانہ کلمات حضرت کو لکھے جن میں سے دو باتیں یہ تھیں۔

(۱) جس شخص نے آپ کو کپڑا دیا اس کو تو روٹی کھلائی اور میں نے کچھ نہ دیا تھا مجھے روٹی کھلانے کی بھی توفیق نہ ہوئی۔ دوسری بات یہ کہ میں نے خط بھیجا تھا اس میں جواب کیلئے ٹکٹ نہ تھا تو آپ نے جواب بھی نہ دیا۔ دو پیسہ بھی خرچ نہ کئے گئے۔ غرض بڑی گستاخی کا برتاؤ حضرت سے کیا تھا پھر کچھ عرصہ بعد وہ شخص آیا اور معذرت کا رقعہ پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے یہاں تمہارا کچھ کام نہیں۔ مجھ سے فیض تم کو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مجھ میں اور تم میں مناسبت نہیں۔ بہتر ہے کہ تم کسی اور کی طرف رجوع کرو اور میں تمہارے ہی فائدے کے لئے کہتا ہوں میں کچھ تم سے ناراض نہیں۔ وہ

شخص چلا گیا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد تقریباً دو ماہ کے بعد آیا کہ اس کی حالت جنون والوں کی سی تھی اور اس کے باپ کا خط حضرت کے پاس آیا کہ اس کو جنون ہو گیا ہے وہ شخص ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت نے اپنے ملازم نیاز سے فرمایا کہ اس سے پوچھو کیسے آئے ہو، نیاز نے پوچھا تو وہ شخص اٹھ کر بھاگ گیا اور مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ دیوانہ ہے۔ پھر نیاز سے فرمایا کہ اس کے پاس جا کر کہو کہاں رہتے ہو وہ گیا اور پوچھا تو کہنے لگا کہ اللہ کو خبر ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اس کو نکلوا دیا وہ مدرسہ کے نیچے جو دکان ہے وہاں پہنچا اور بورا یعنی شکر سفید پھانکنا شروع کر دیا۔ ساری حرکتیں اس کی دیوانوں کی سی تھیں مجنون ہی ہو گیا تھا۔

ارشاد: جنون تو بیماری خیر اس کا تو مضائقہ نہیں مگر اس نے مجھ پر ظلم کیا تھا، دل دکھایا تھا اور میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ تم کو جس سے مناسبت ہو اسی کے پاس جاؤ اس کو دل دکھانے کا کیا استحقاق تھا اور وہ بھی دعوے اعتقاد کے ساتھ۔ اگر ادب کا لحاظ رکھے اور پھر کہے تو مضائقہ نہیں بشر ہوں کیا مجھ سے غلطی نہیں ہوتی اور اپنی غلطی کو تو میں قبول کرتا ہوں مگر جیسا تعلق ہو ویسا عنوان ہونا چاہئے۔

دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر تھے مگر ابراہیم علیہ السلام نے ان کو نصیحت کرنے میں کیسا ادب ملحوظ رکھا اذ قال لا بیه یا ابت الخ جہاد میں دیکھئے باپ کا کتنا ادب رکھا ہے وہ یہ کہ اگر کافر باپ مسلمان بیٹے کے مقابلہ میں آئے تو اس کو کسی طرح مقابلہ سے ٹل جانا چاہئے اور بیٹے کو یہ حکم ہے کہ اگر نصیحت کرو تو نہایت نرمی سے سمجھاؤ اور زبان سے کہو تو حقوق اس کے ملحوظ رکھو۔ مولوی محمد رشید صاحب کان پوری ایک دفعہ یہاں قیام کئے ہوئے تھے اور مجھے روپیہ کے پیسوں کے ضرورت تھی مجھ کو ایک شخص نے مسجد میں پیسے دیئے میں نے روپیہ کے عوض کیلئے۔ مولوی صاحب نے نہایت ادب اور نرمی اور اچھے عنوان سے کہا کہ یہ بیع صرف ہے اور مسجد میں بیع جائز نہیں۔ میں نے اس کو مان لیا اور ان کی بات کو قبول کر لیا اور میں نے کہا کہ مجھ سے غلطی

ہوگئی ہے۔ حق سے برا ماننا تکبر ہے میں تو غلطی کو قبول کر لیتا ہوں۔ اس شخص نے جو میری بابت یہ خیال کیا تھا کہ کپڑا دینے والے کو روٹی کھلائی اور مجھ کو نہ کھلائی اس کو کیا معلوم تھا کہ روٹی کھلانے کا مبنی کپڑا دینا تھا۔ اس نے کیسی یقینی حکم لگا دیا۔ یہ صرف احتمال پر حکم لگا دینا اس کو کہاں درست تھا۔ یہاں خود غلطی کا تحقق نہیں ہوا۔

ایسے موقع پر اس کی تاویل کرنی چاہئے تھی یوں سمجھتا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا صرف احتمال پر حکم کیسا۔ صرف محتمل امر پر اعتراض کہاں تک جائز ہے تاوقتیکہ درجہ یقین کو نہ پہنچ جائے اور یقین میں بھی ادب کا لحاظ رکھا جائے۔ البتہ حدیث افک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مربی کو تربیت کے لئے احتمال پر بھی باز پرس جائز ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تربیت میں احتمال پر یوں کہہ دے کہ تم کو سوزاک معلوم ہوتا ہے مگر دوسرے شخص کو درست نہیں اور بے تمیزی ہے چنانچہ ایک طبیب مظفر نگر میں آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ کے گھر میں تکلیف کس موقع پر ہے میں نے ان کو برا بھلا کہا کہ آپ کو یہ پوچھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ ایک شخص نے کہا یہ طبیب ہیں میں نے کہا کہ اگر ان سے رجوع کیا جاتا تو ان کو حق تھا پوچھنے کا اس وقت پوچھنے کی غایت کیا ہے۔ میں نے ان کو بڑا التاڑا۔

شیخ سعدیؒ کو تکلیف تھی ان کے استاد یہ تو پوچھتے کہ کیا حال ہے مگر یہ کبھی نہیں پوچھا کہ کہاں تکلیف ہے۔ اسی طرح معالج روحانی کو احتمال پر بھی تفتیش جائز ہے۔ چنانچہ ایک شخص میرے پاس آئے ان کے طرز و انداز اور لب و لہجہ سے ترشح ہوتا تھا کہ ان میں کبر ہے میں نے احتمال پر ان سے دریافت کیا تو انہوں نے اقرار کیا۔ اب جو شے ان میں تھی اور اصل تھی تمام برائیوں کی اسی کو منہدم کرنے سے فائدہ ہوسکتا تھا۔ وظیفہ وظائف سے ایسے شخص کو کیا فائدہ ہوسکتا ہے میں نے کہا کہ تمہارا علاج یہ ہے کہ اہل خانقاہ کی جوتیاں سیدھی کیا کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا وہ کہتے تھے کہ مجھ کو اس

سے بے حد نفع ہوا۔ چنانچہ میں ان سے صرف احتمال پر بھی پوچھ سکتا تھا اور وہ نہیں پوچھ سکتے تھے کیونکہ تربیت میں احتمال پر تفتیش جائز ہے جیسا اوپر مذکور ہوا اور غلطی کی بھی ایک حد ہے اگر غلطی پر اصرار ہو تو کہہ سکتا ہے چنانچہ نماز کے اندر سمع اللّٰہ لمن حمدہ میں دال کو کھینچ کر کہا کرتا تھا۔ ایک شخص جو مرید تھے انہوں نے مجھ کو غلطی پر مطلع کیا کہ میں نے کہا کہ میں خیال رکھوں گا۔ پھر میں نے اصلاح کر لی اگر اصرار ہو تو کہہ دے مگر کہے ادب سے ہر بات طریقہ سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔

ایک شخص حضرت مولانا گنگوہیؒ کی طبیعت کے خلاف کیا کرتے تھے ان کو یہی جنون ہو گیا تھا۔ ناحق ظلم کرنا بہت بُرا ہے۔ خاص کر جس کے ساتھ یہ اعتقاد ہو کہ یہ شخص نائب رسول ہے یہ ہلکی بات نہیں۔ ایسے امور سے انقباض ہو جاتا ہے جو مانع نفع ہے اور اگر ایسی غلطی ہو جائے جس سے اس شخص کو جس سے اعتقاد ہے انقباض ہو جائے تو اس انقباض کو دور کرنے کے دو طریقے ہیں دوسری جگہ بیعت کرے تا کہ اس پر سے بار اتر جائے یا اسی سے مناسبت پیدا کرے مگر یہ دوسرا طریقہ دشوار ہے اور آسان پہلا طریقہ ہے۔ اگر کوئی شخص رجوع نہ کرے اور مناسبت پیدا کرنے کی تدبیر کرے تو پھر علاج کیسے ہو اگر کسی کو ایسے موقع پر کہتے ہیں کہ دوسری جگہ رجوع کر دو تو اپنے خیال میں وہ سمجھتا ہے کہ دوسری جگہ بیعت کر لینے سے اور ناراض ہو جائیں گے ۔کئی اشخاص اس وقت میں اسی قسم کے ہیں مجھ سے ان کو مناسبت نہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ دوسری جگہ بیعت ہو جاؤ تو وہ مانتے نہیں۔

اسی قصہ میں مبتلا ہیں۔ اگر وہ میرے کہنے کے موافق کر لیں تو میرا انقباض رفع ہو جائے اور میرے اوپر سے ان کا بار اتر جائے۔ جس طبیب کو کسی مریض سے انقباض ہو تو اس کی یہی صورت ہے کہ یا تو مریض اس سے مناسبت پیدا کرے یا دوسری جگہ علاج کرے۔ اسی طرح انقباض رفع ہو سکتا ہے ایک بات یہ سمجھ لینے کے قابل ہے کہ احکام شریعت کے خلاف کرنے سے تو آخرت میں عذاب ہو گا۔ اور آداب طریقت

کے خلاف کرنے سے معصیت نہیں ہوتی مگر دنیوی ضرر ضرور لاحق ہو جاتا ہے۔

آخرت کا یہ ضرر نہ ہوگا۔ گو کبھی بواسطہ آخرت سے بھی محرومی ہو جائے کیونکہ اس مخالفت کا اول اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لینے کی حلاوت جاتی رہتی ہے پھر تعطل ہو جاتا ہے پھر ترک مستحب پھر ترک سنت پھر ترک واجبات یہاں تک کہ سلب ایمان کی نوبت آ جاتی ہے۔ لیکن اگر اس حالت میں بھی ہمت سے شریعت کا کام کرتا رہے تو آخرت کا نقصان نہیں۔ مگر انشراح در احت واطمینان نصیب نہ ہوگا۔ یہ غلط ہے کہ پیر کے ناراض ہو جانے سے اللہ میاں ناراض ہو جائیں گے اور آداب طریقت سے کوئی ادب غامض نہیں۔ پیر کو مکر نہ کیا جائے طعن واعتراض اس پر نہ ہو۔ پیر کو غلطی ہو جانے پر نصیحت بھی کرے مگر ہو ادب سے۔

دیکھئے صحابہؓ نے مشورہ دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو البتہ بعض کو ناز کی صورت ہوتی ہے اور کچھ کے کچھ کہہ جاتے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں مگر ع۔

"نازرا روے بباید ہمچو ورد"

دیکھئے ناز کا ایک معاملہ حضرت عمرؓ کا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور اس سے بڑھ کر ناز کا معاملہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ چنانچہ جب آیت برأت ان کے بارہ میں نازل ہوئی تو ان کی ماں نے ان سے کہا کہ اٹھ کر آپ کی مدح بیان کرو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں آپ کی کیوں مدح کروں اپنے اللہ کی کروں گی۔ یہ ناز کا مرتبہ تھا جو مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ان سے فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہاری ناراضگی اور عدم ناراضگی کو سمجھ لیتا ہوں جب تم ناراض ہوتی ہو تو **لاورب ابراھیم** کہتی ہو اور جب خوش ہوتی ہے تو **لا ورب محمد** کہتی ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ غصہ میں صرف نام کو چھوڑ دیتی ہوں۔ مسمّیٰ کو نہیں۔ یہ عوارض ہیں۔ باقی پیر کو مکدر نہ کرے اگر تکدر سے بچنے کا قصد کرے اور تکدر ہو جائے تو اس کا اثر نہیں ہوتا۔ قلت سوالات کا حدیث میں ذکر ہے کہ صحابہؓ نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اپنے غلام کو کتنی بار معاف کیا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب مرحمت فرمایا کہ ستر بار تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص سے معاف کرو جو قصداً نہ کرتا ہو اور یہ تین حالتیں ہیں۔ ایک تو دل دکھانے کا قصد ہو۔ دوسرے دل دکھانے کا قصد نہ ہو۔ تیسرے دل نہ دکھانے کا قصد ہو۔ پہلی حالت اشد ہے۔ دوسری اھون۔ تیسری پسندیدہ ہے۔ دوسری حالت کا باعث قلت مبالات ہے اور بے پرواہی ہے تو یا تو محبت کم ہے۔ یا عظمت کم ہے۔ اگر محبت و عظمت دونوں نہ ہوں تو ایسے موقع پر عقل سے کام لے۔ سوچ کر کام کرے جس سے تکدر نہ ہو۔

واقعہ: ایک شخص پانی پڑھوانے لائے اور دور سے کہا کہ پانی پڑھ دو اور صاف لفظوں میں کہا بھی نہیں اس طرح کہا کہ جس کا سمجھنا بھی دشوار تھا۔

ارشاد: تکلفات اور رسوم نے معاشرت کا ناس کر رکھا ہے مجھ کو مبہم بات سے ایسی پریشانی ہوتی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ زیادہ نہ بولنے کو ادب خیال کرتے ہیں یہ تکلفات ایرانیوں سے سیکھی ہیں۔ مبہم بات سنت کے بھی خلاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کتنا واضح ہوتا تھا مگر پھر بھی تین تین بار فرماتے ہیں۔ صاف کلام کرنا سنت ہے۔

چنانچہ دیکھئے حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا آپ نے فرمایا کون ہے۔ اس نے کہا کہ انا کہ میں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انا انا معنی میں میں کیا ہوتا ہے۔ اپنا نام لو اس سے معلوم ہوا کہ مبہم بات خلاف سنت ہے۔ بعض لوگ آتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اس لئے آئے ہیں کہ آپ اپنا خادم بنا لیجئے مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرید بنا لیجئے مگر یہ کلام مجمل ہے کیونکہ خادم تو عام ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اپنے دامن میں لے لیجئے اس کا مطلب تو یہ ہونا چاہئے کہ داماد بنا لیجئے۔

پھر تفتیش کر کے پوچھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ مطلب یہ تھا کہ مرید کر لیجئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مجمل بات کہنی ہی نہ چاہئے۔ بلکہ لفظ (کلام) بولے کہ مقصود پر دلالت مطابقی رکھتا ہو۔ مجمل کلام بولنا تہذیب نہیں تعذیب ہے۔ میں تو آداب المعاشرت

میں سب کچھ لکھ چکا ہوں اس کو ہر شخص کم از کم ایک بار تو دیکھ لے۔ اس سب کتاب کا حاصل یہ ہے کہ آپس میں ایسا عمل درآمد چاہئے کہ کسی کو اپنی حرکت سے تکلیف نہ ہو

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　　کسے رابا کسے کارے نباشد

واقعہ: ایک خط آیا مرسل خط نے حضرت سے اپنے وعظ کہنے کے متعلق دریافت کیا تھا کہ میں وعظ کہوں۔ جواب اس کا تحریر فرمایا اور ملفوظ مذکورہ ذیل فرمایا:

ارشاد: شیخ وہ ہے کہ مصلح ہونا صالح نہ ہو یہ کافی نہیں ہے ولی کے لئے صالح ہونے کی ضرورت ہے مصلح ہو یا نہ ہو اور شیخ اور ولی ہونے کے لئے دونوں کو جمع ہونے کی ضرورت ہے کہ صالح بھی ہو اور مصلح بھی ہو۔ بعض لوگوں کی غرض وعظ کہنے سے طلب عزت ہوتی ہے کہ لوگوں کی نظر میں ہم بڑے شمار ہوں اور یہ رہزن طریق ہے طالب کی تو یہ حالت ہونی چاہئے کہ اگر اس کے جوتیاں بھی لگیں تو کچھ پرواہ نہ ہو اس کے لئے بھی تیار رہے البتہ اللہ کی جانب سے عزت ملنا یہ عطا ہے مگر اپنا قصد عزت کا نہ ہونا چاہئے بلکہ خود بے عزتی کے لئے آمادہ رہے۔ خواہ اس طرف سے کچھ بھی عطا ہو اور صالح کے واسطے مصلح ہونا ضروری نہیں۔

جیسے ہندوستان میں غلام پہلوان تھا کہ خوب ہٹا کٹا اور تندرست تھا مگر دوسرے کو تندرست نہیں کر سکتا تھا۔ اس سے کوئی زکام کا نسخہ تو لکھوا لیتا۔ کبھی نہ لکھ سکتا۔ اور نہ اپنا جیسا کر سکتا تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خود تندرست ہو مگر دوسرے کو تندرست نہ کر سکے۔

بعض لوگ صالح عند اللہ ہوتے ہیں اور صالح بھی ایسے کہ باعتبار قرب عند اللہ کے مصلح سے بھی بڑھے ہوئے ہیں مگر مصلح نہیں ہوتے اصلاح تو ایک فن ہے جو اس سے واقف ہے وہ ہی اصلاح کر سکتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ مصلح تو ہیں۔ یعنی فن سے واقف ہیں اور فن کے سبب دوسرے کو مشورہ دے سکتے ہیں۔ خود متقی و صالح نہیں ایسے لوگوں کے رستہ بتلانے میں برکت نہیں ہوتی۔ عادۃ اللہ ہے کہ جو ایسوں سے رجوع کرتے ہیں ان کو طریقہ پر آمادگی نہیں ہوتی۔ شیخ کو چاہئے کہ اپنے لئے

خلوت کا بھی کچھ نہ کچھ وقت تجویز کرے اس سے بھی برکت ہوتی ہے۔ میں مبتدیوں کو وعظ کی اجازت نہیں دیتا اور منتہی میں سے بھی سب کو نہیں بلکہ ان کے اخلاق دیکھتا ہوں کہ ان پر وعظ کہنے کا کیا اثر پڑے گا۔ مناسب حال کام کرتا ہوں۔

ارشاد: مجھ کو جب تک مسئلہ میں شرح صدر (اطمینان قلب) نہ ہو جائے جواب نہیں دیتا۔ تردد کی صورت میں مسئلہ کا جواب دینا جائز نہیں اور اطمینان ہو جانے پر مواخذہ نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر مسئلہ کا جواب ہی دیا جائے خواہ اس میں تردد ہی ہو بلکہ اگر خود اطمینان نہ ہو تو اوروں کے حوالے کر دیا جائے کہ سائل دوسری جگہ دریافت کر لے اور اس میں راحت کیسی ہے اور خواہ مخواہ جواب دینے میں یہ ہے کہ روزانہ کتابیں دیکھو ٹکریں مارو۔ پھر اعتراض پڑے جواب دو۔ یہ ساری خرابیاں اپنے کو بڑا سمجھنے کی ہیں یوں خیال کرتے ہیں کہ اگر ہم جواب نہ دیں گے تو لوگ کہیں گے کہ جواب بھی نہ دیا گیا۔ بعض علماء میں جو تاویل کا مرض ہے۔ یہی خرابی کا باعث ہے کہ جو بات ان کے منہ سے نکل گئی اسی پر اڑے ہوئے ہیں۔ خواہ غلط ہی کیوں نہ ہو اور خود بھی غلط سمجھتے ہوں۔ مگر اپنے قول کی پچ کئے جاتے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ اپنے قول کے خلاف کرنے پر لوگ ذلیل سمجھیں گے۔

واقعہ: حضرت کو ایک صاحب نے خط میں سیدی و مولائی، ملجائی لکھا تھا۔ چنانچہ اس کا جواب حضرت نے بھیج دیا (اس خط کا خلاصہ مع جواب مکتوبات حسن العزیز میں اس ناچیز نے نقل بھی کر دیا ہے) چونکہ حضرت کو ایسے القابات سے جن میں مبالغہ ہو تعظیم میں نہایت نفرت ہے۔ اسی لئے فرمایا ہے:

ارشاد: سید.......... کہتے ہیں آقا کو، مجھ کو تو آقا بنایا اور اپنے کو غلام۔ اور غلام کے معنی ہیں کہ جو چاہو اس میں تصرف کر وہ تو مولا کی ملک ہی ہوتا ہے۔ حالانکہ مرید کہیں غلام تھوڑا ہی ہے یہ مبالغہ ہے تعظیم میں اتنی تکلیف قبلہ و کعبہ سے نہیں ہوتی کیونکہ مجاز ہے اور یہ متکلم کے نزدیک حقیقت پر محمود ہے خواہ ادعاء یہی ہو۔

عنوانات کے آثار قلب پر محسوس ہوتے ہیں۔ان القاب سے مجھ کو بہت گرانی ہوتی ہے میں تکلیف کو پسند نہیں کرتا۔لوگ مجھ کو حضرت حضرت کہا کرتے تھے۔مجھ کو ناگوار ہوتا تھا میں نے منع کر دیا۔مولوی صاحب کہہ دیں مولانا صاحب کہہ دیں۔ سیدی الفاظ وغیرہ سے مجھ کو تکلیف ہوتی ہے۔باقی میں فتویٰ نہیں دیتا۔

احادیث میں مبالغہ کی ممانعت آئی ہے۔جن الفاظ میں حقیقت کی شان ہوتی ہے ان سے مجھ کو تکلیف ہوتی ہے اور مولانا اور مولائی میں فرق ہے۔مولائی کا لفظ استعمال میں سخت ہے عرفاً بہت تعظیم کے وقت کہا جاتا ہے۔حقیقت دیکھنا چاہئے،اسی طرح مجھ کو ہاتھ چومنے سے تکلیف ہوتی ہے۔جھکنا وغیرہ سب تکلفات ہیں۔بوجہ رواج کے لوگوں پر گراں نہیں ہوتے۔ورنہ بہت ہی گراں ہیں۔بزرگوں کے سامنے سے جو کھانا اٹھا کر ان ہی کے سامنے کھاتے ہیں میں تو اس طریقہ متعارف کے بھی خلاف ہوں کیونکہ جس کے سامنے سے تبرک سمجھ کر کھانا لیا ہے اگر وہ متکبر ہے تو اس کا تکبر بڑھتا ہے اور اگر متواضع ہو تو اس کو اذیت ہوتی ہے۔بلکہ یوں کیا جائے جب کھانا اٹھ جائے تو مالک سے مانگ لے۔سامنے سے لے کر کھانا چاٹنا ٹھیک نہیں،یہ باتیں اول وہلہ میں ایسی ہی ہلکی سی معلوم ہوتی ہیں۔غور کرنے سے ان کی حقیقت معلوم ہوتی ہے،یہی قصہ پانی میں ہے کہ جہاں کسی بزرگ نے پانی پیا اور لوگوں میں اس کا دور چلا اس میں علاوہ محذور مذکور کے خاص میری طبیعت میں ایک اور بات ہے وہ یہ کہ میرا دل کسی کے سامنے کے کھائے پئے ہوئے سے منقبض ہوتا ہے۔

البتہ بچا کھچا کھانا صاف ستھرا ہو تو کھا لیتا ہوں ورنہ نہیں کھا سکتا۔یہ طبعی بات ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے اور لوگ بھی ایسے ہوں جیسی میری طبیعت ہے مگر وہ شرماحضوری کھا لیتے ہوں گے تاکہ دوسرے لوگ یہ نہ کہیں کہ ان کو اعتقاد نہیں طبیعت نہ قبول کرتی ہوگی۔واقعات اور مشاہدات ہیں ان کی رعایت کرنی چاہئے جب مقاصد دوسرے طریقے سے حاصل ہو سکتے ہیں تو پھر کیا ضرورت ہے خاص طریق

کے اختیار کرنے کی ایک تکلف اور ہے وہ یہ کہ جب انسان کھانا کھا چکنے کے قریب ہوتا ہے تو آخر میں مختلف چیزوں میں سے کوئی ایسی چیز قصداً کھاتا ہے کہ جس کا مزہ منہ میں دیر تک باقی رکھنا منظور ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب لوگوں کی دیکھا دیکھی بزرگ کے بچے ہوئے کھانے میں سے کھائے گا تو وہ ذائقہ زائل ہو جائے گا۔ کیا اس حالت میں طبیعت پر ناگواری نہ ہوگی۔ بعض ایسی تکلیف دیتے ہیں کہ ایک رکابی سامنے لائے کہ اس میں سے کھا لیجئے۔ دوسرا لایا کہ اس میں سے بھی کھا لیجئے۔ اسی کا دور چلنا شروع ہو جاتا ہے۔

دس دس رکابیاں ایسی ہو جاتی ہیں۔ اور کھانے پر اصرار کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس قدر گنجائش نہ ہو۔ رسم کے غلبہ سے حقیقت مخفی ہو جاتی ہے۔ حقیقت شناسی کے یہ معنی ہیں کہ ہر چیز کی حقیقت سمجھے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں امرود آئے آپ نے ایک امرود میں سے کھایا باقی تقسیم کر دیئے۔ لوگ دوڑے کہ حضرت اس میں سے کھا لیجئے۔ دوسرا آیا کہ اس میں سے کھا لیجئے حضرت نے بوجہ اخلاق کے سب کی تمنا پوری کی مگر تکلیف تو ہوئی۔ لوگ ان باتوں کو سن کر کہیں گے کہ اپنی طرف سے باتیں گھڑتا ہے میں کہتا ہوں کہ مواقع پر ان آثار کا مشاہدہ کر لو جن کو میں کہتا ہوں۔ باقی میں برکت کا منکر نہیں برکت تو ایسی ہوتی ہے کہ باید و شاید۔

چنانچہ کیرانہ میں ایک شخص تھے قوم کے گوجر۔ یہاں تک احتیاط تھی کہ سودی روپیہ نہیں لیتے تھے۔ انہوں نے مجھ کو ایک چوغہ بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی برکت یہ دیکھی کہ جب تک میں اس کو پہنے رہتا ہوں تو صغائر کا وسوسہ بھی نہیں آتا۔ برکت میں شک نہیں بزرگوں کے تو کھانے میں۔ لباس میں جگہ میں۔ برکت ہے۔ گفتگو منتفع ہونے کے طریقہ میں ہے کہ سرکاری طریقہ کے موافق کیا جائے۔ یا دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے متعارف طریقہ میں ظاہر ہے کہ طرفین کو ضرر پہنچتا ہے،

میں نے ایک بار احباب کو یہ بھی کہا کہ ہاتھ چومنا چھوڑ دو کیونکہ سب اشخاص ایک سے نہیں ہوتے، کسی کی طبیعت نہیں چاہتی اور دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسا کرتا ہے۔ اگر ہاتھ چومنا ہے برکت کے لئے تو کوٹھڑی میں بند کر کے سارا بدن اور تھوک وغیرہ بھی چاٹو تا کہ خوب برکت حاصل ہو سکے۔

مجھے ایک جگہ بہت شرم آئی ایک درویش ہیں ان پڑھ مگر سیدھے آدمی ہیں وہ مہمان آئے ہوئے تھے۔ ایک مرید ان کا آیا۔ اس نے ان کے ہاتھ چومے، پھر رخسارہ چوما مجھ کو بڑی حیا آئی، یہ برتاؤ تو ایسا ہے جیسے کوئی بی بی کے ساتھ کرے۔ خیر بیبیاں تو اس کی محل ہیں اگرچہ سب کے سامنے پوری بے حیائی ہے مگر مرد تو محل ہی نہیں۔

بعض لوگ بوقت رخصت رویا کرتے ہیں اگرچہ رونا نہ آتا ہو۔ مکر ہوتا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگ اس کو نہیں سمجھتے۔ حالانکہ سمجھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ نفس کی شرارتیں **لا تقف عند حد** ہیں بہت سنبھل کر رہنا چاہئے کم از کم قصداً تو مکر و فریب نہ کرے۔ لوگ قصداً کرتے ہیں حالانکہ ان کو اتنا صدمہ بھی نہیں ہوتا جتنا روتے ہیں صرف اظہار محبت کے لئے اور اگر سچ مچ رنج ہے مگر قابل ضبط تب بھی ضبط کرے۔ کیونکہ اس صورت میں چاہے نیت بناوٹ کی نہ ہو مگر صورت بناوٹ کی ہے۔ ہاں بعض ایسے ہیں کہ جن پر ایسا ہی صدمہ غالب غیر قابل ضبط ہوتا ہے اور اسی سلسلے میں فرمایا کہ مخدوم العالم کا لفظ بھی بہت سخت ہے۔

واقعہ: ایک خط چٹھی رساں مدرسہ امداد العلوم میں لایا جس پر صرف اتنا لکھا ہوا تھا کہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر خانقاہ امدادیہ۔ مکتوب الیہ کا نام ہی نہ تھا۔ مدرسین میں سے ایک صاحب نے اس کو لے کر کھول دیا۔ اس میں استفتاء تھا۔ جس سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ یا تو حضرت والا کے نام ہو یا مولوی احمد حسن صاحب مفتی مدرسہ کے نام ہو پھر انہوں نے ایک دوسرے صاحب کو وہ دیا۔ انہوں نے وہ خط حضرت والا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت نے ان مدرس صاحب کو فرمایا کہ آپ کو کیا حق حاصل تھا

اس خط کے کھولنے کا انہوں نے کہا کہ میں نے اس لئے کھولا تھا کہ شاید مکتوب الیہ کا نام اس کے اندر ہو تو میں اس کو پہنچادوں گا۔ حضرت نے پھر فرمایا کہ تم کو حق کیا تھا کھولنے کا تم نے اس کو واپس کیوں نہ کر دیا کہ لکھنؤ جا کر ہی کھولا جاتا اور کاتب کو وہاں سے واپس ہوتا۔ تا کہ اس کو آئندہ کے لئے تنبیہ ہو خواہ مخواہ اپنے ذمہ دِقت لی اور پھر یہ کہ جب آپ نے کھولا تھا۔ سب کام اپنی رائے کے موافق کیا ہوتا۔ دوسرے کے سپرد کیوں کیا۔ جب مکتوب الیہ کا نام ہی نہیں تھا تو آپ غیر مکتوب الیہ کو کیوں دیتے ہیں۔

کیا دوسرا ذمہ دار ہے اب آپ ہی جواب لکھئے اور آپ ہی واپس کیجئے **ول حارها من تولی قارها** (یہ فقرہ دراصل امام حسنؓ نے فرمایا تھا قصہ یہ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس شخص پر تم حد جاری کر دو۔ انہوں نے فقرہ مذکورہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے جن لوگوں کو ایسے کاموں کا والی بنایا ہے کہ وہ چین اڑاتے ہیں ان ہی کو حد کا بھی والی بنائے۔

ترجمہ اس فقرہ کا یہ ہے والی بنائے آپ گرم امور کا اس شخص کو جس کو والی بنایا ہے سرد امور کا۔ اس واقعہ میں بوجہ مناسبت حضرت نے یہ فقرہ ارشاد فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اس خط کے تمام امور کو آپ ہی انجام دیجئے۔) میں نے جو یہاں معمولات معین کئے ہیں تو سختیوں سے بچانے کے لئے جن سے یہ غرض ہے کہ کسی پر ذرہ برابر پریشانی نہ آنے پائے لوگ اس کو سختی کہتے ہیں۔ واللہ اس میں بڑی راحت ہے اس کے بعد ملفوظ ذیل ارشاد فرمایا:

ارشاد: میرا تو یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی خط کی عبارت ایسی ہوتی ہے کہ کئی معنی کی محتمل ہو تو میں لکھ دیتا ہوں کہ عبارت واضح لکھو اور جو فضول بات ہوتی ہے میں اس کا جواب ہی نہیں دیتا۔ چنانچہ ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ میں نے مطبع میں چند خط لکھے مگر ان کا جواب مجھ کو اب تک نہیں ملا آپ ان کو مطلع کر دیجئے کہ جو امور دریافت کئے ہیں ان سے مطلع کریں۔

خیر یہاں تک تو مضائقہ نہ تھا کیونکہ ایک مسلمان سے دوسرے کی اعانت ہو جائے اچھا ہے۔ آگے ان صاحب نے یہ لکھا تھا کہ اہل مطبع کو چاہئے یوں رجسٹر بنائیں یوں فلاں کام کریں اور یہ اس طرح غرض بہت سی باتیں فضول لکھ ڈالی میں نے ان کو لکھا کہ میں آپ کو آپ کے خط کا جواب دیتا مگر یہ عبارت جو فضول لکھی ہے یہ مانع عن جواب ہے۔ پھر ان کا خط آیا کہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی جو میں نے ایسا ایسا لکھا۔ بعضی خیر خواہی بدخواہی کا سبب ہو جاتی ہے۔ اگر مولوی صاحب اس خط کو بند کا بند واپس کر دیتے اور لکھنؤ کے ڈاکخانے میں کھل کر مرسل کے پاس پہنچتا تو اس کو تنبہ تو ہوتا۔ اور ایک اصل کلی اس کو معلوم ہو جاتی۔ وہ یہ کہ عبارت صاف اور واضح ہونی چاہئے اس کی اصلاح ہو جاتی۔

اور آئندہ اس کے سینکڑوں کام بن جاتے۔ افسوس ہے رسم پرستی لوگوں میں ایسی آ گئی ہے کہ جو رسم کے خلاف ہو تو وہ بداخلاق کہلاتا ہے۔ میرے ایک پاس صاحب کا خط آیا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے۔ میں نے لکھا کہ کافر عورت سے زنا کیوں حرام ہے۔ اس کے بعد انہیں کا خط آیا کہ علماء کو ایسا خشک جواب نہ دینا چاہئے میں نے دل میں کہا جہلاء کو بھی ایسا خشک سوال نہ کرنا چاہئے پھر وہ صاحب ملے اور کہا کہ میں ہی ہوں وہ شخص جس نے اس قسم کا خط لکھا تھا۔ پھر یہ کہا کہ آپ نے ایسا جواب کیوں دیا تھا۔ میں نے کہا کہ دو قسم کے شخص ہیں۔ شناسا اور ناشناسا اور آپ ڈپٹی انسپکٹر ہیں۔ کیا آپ کا برتاؤ سب کے ساتھ خصوصیت کا ہوتا ہے یا ناشناساؤں سے ضابطہ کا۔ اسی طرح ہمارے یہاں بھی شناساؤں سے خصوصیت ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان کو تو خصوصیت کا جواب دیا جاتا ہے۔ باقی سب کو ضابطہ کا۔ اب آپ سے شناسائی ہو گئی ہے آئندہ ایسا جواب بن جائے گا مگر اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جیسے تعارف کا اثر مجھ پر ہوا ہے آپ پر بھی ہوگا۔ آپ بھی ایسا سوال نہ کریں گے۔ یہ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے۔ یہ لوگ معقول بات کی قدر کرتے ہیں۔ تعلق ہونے پر ان کی یہ حالت ہوئی کہ

برابر موجود رہے اور اسٹیشن تک پہنچانے آئے۔

جو لوگ مولویوں کو حقیر سمجھتے ہیں جو مولوی ان کے ساتھ نرمی کرتے ہیں مجھ کو برا معلوم ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ تو یہ معاملہ ہونا چاہئے التکبر مع المتکبرین عبادۃ۔ جیسے یہ لوگ علماء کو احمق سمجھتے ہیں ان کو بھی دکھانا چاہئے کہ تم کو بھی کوئی احمق سمجھتا ہے ان سے تو یوں کہنا چاہئے کہ ہم سے تم میں سوائے تکلف کے کپڑوں کے اور کیا زیادہ ہے۔ سو جن پر کپڑوں کا اثر یا رعب ہوگا ان پر ہوگا مگر ہم کپڑوں سے کیوں معزز سمجھیں۔

یہ علماء سے تمسخر کرتے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے جب کہ ان کی قوم نے ان کے ساتھ تمسخر کیا تو یہ فرمایا اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ سو ہم کو بھی یہی کہنا چاہئے غریب کی رعایت کرے ان کی نہ کرے متکبر کے ساتھ متکبر ہی بنے۔

ایک صاحب کا خط میرے پاس آیا کہ فلاں امر شرعی میں کیا حکمت ہے میں نے لکھا کہ سوال عن الحکمت میں کیا حکمت ہے اللہ کے فعل کی حکمت معلوم کرنا تو مشکل ہے تم اپنے ہی فعل کی حکمت بتلاؤ ایک شخص نے اس پر کہا اس لئے دریافت کرتے ہیں کہ دوسرے کو جواب دے سکیں۔ میں نے اس کا جواب دیا کہ یہ کام ہمارا نہیں۔ ہم ناواقف ہیں ہمارے علماء سے پوچھو اور میں نے کہا کہ جب آپ اس فن سے واقف ہی نہیں۔ علم تم کو نہیں پھر مخالفین کی باتوں کا کہاں تک جواب دو گے۔

اور ایک حکم کی حکمت پوچھ کر اس کو جواب دے بھی دیا تو دوسرے سوالوں پر کیا جواب دو گے۔ آخر خاموش ہی رہو گے اس لئے سیدھی بات کہہ دو کہ ہمیں خبر نہیں ہمارے علماء سے پوچھو یہ محض لایعنی باتیں ہیں جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ من حسن اسلام المرء ترکه مالایعنیه ① یعنی جس بات میں کوئی فائدہ نہ ہو اس کو ترک کر دینا چاہئے جس کا عمل اس پر ہوگا اس کی زندگی بڑی حلاوت کی ہوگی خیر دنیا اور خیر عقبیٰ دونوں اسی کو حاصل ہوں گی لایعنی باتوں میں

بڑا وقت برباد ہوتا ہے اس بارے میں گاؤں والے بڑے اچھے ہوتے ہیں کہ ان میں تصنع نہیں ہوتا۔ سیدھی سیدھی بات کرتے ہیں بھولے بھالے ہوتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں ہم مکہ معظمہ گئے تھے تو دیہات میں ہوتے ہوئے گئے تھے۔ گاؤں والے مسئلے پوچھا کرتے وہ عالم فاضل تو تھے نہیں نہایت سادگی سے مسائل دریافت کرتے جو لطف ان میں تھا وہ حقائق معارف کی تحقیقات میں نہیں۔ پھر فرمایا میرے پاس کل ایک گاؤں کا آدمی آیا اور کہنے لگا کہ اشرف علی کہاں ہے۔ میں نے کہا کہ میں ہی ہوں کہنے لگا تو اشرف علی نہیں وہ تو گورا ہے میرے پاس مولوی حبیب بیٹھے تھے، میں نے کہا کہ سفید تو یہ ہیں۔ کہنے لگا سچ بتلا دے میں نے کہا کہ میں ہی ہوں کہنے لگا کیوں جھوٹ بولتے ہو، میں نے کہا دیکھ یہ معمار مزدور لگ رہے ہیں ان سے پوچھ لے۔ وہ گیا اور ان لوگوں سے پوچھا۔ پھر آیا کہ میری خطا معاف کر دے میں نے پہچانا نہ تھا۔ میں نے ایک بار دیکھا تھا اس لئے پہچانا نہیں۔ اس شخص کے حال سے اس قدر معلوم ہوا کہ تصنع نہ تھا۔ خلوص بھی عجیب چیز ہے گو گفتگو ٹوٹی پھوٹی کیوں نہ ہو۔

ارشاد: بڑے بننے میں لوگوں کو حظ ہوتا ہے حالانکہ چھوٹے ہونے میں حظ ہے کیونکہ بڑے بننے میں سارے بار اس پر آ جاتے ہیں ہاں اگر منجانب اللہ کوئی خدمت اسکے سپرد ہو جائے تو اسکی اعانت ہوتی ہے اور خود بڑا بننے میں اعانت نہیں ہوتی۔ مولانا بڑا بننے کی مذمت فرماتے ہیں ؎

خویش را رنجور ساز در زار دار　　تاترا بیروں کنند از اشتہار
اشتہار خلق بند محکم ست　　بند ایں از بند آہن کے کم ست

اور جبکہ وہ بڑائی بھی جو کہ بلا قصد خود ملے وہ بھی محل خطر ہے تو خود بڑا بننے کا تو کچھ کہنا ہی نہیں اور ایسے لوگ کم ہیں کہ سامان بڑائی کا ہو اور گمان بڑائی کا نہ آئے یہ صد یقین کا کام ہے اور یہ امتحان کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں حب جاہ ہے یا نہیں۔

اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ لوگ اس کو حضور کہتے ہوں تو وہ دیکھے کہ تم کہنے کا اثر اس پر کیا ہوتا ہے۔ امتحان کے وقت معلوم ہوگا کہ ہم میں حب جاہ کتنی ہے کہ ہم زوال جاہ کے اسباب سے متاثر ہوئے یا نہیں اور کون ٹٹولتا ہے دلوں کو۔ پرواہ بھی نہیں ہوتی ہم لوگ بری زندگی بسر کر رہے ہیں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بعض کبر بشکل تواضع ہوتا ہے کہ صورت تو تواضع کی مگر ہے کبر۔ اس طرح سے کہ وہ تواضع اس غرض سے کرتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک یہ خصلت معظم ہے اور مجھ کو معظم سمجھیں گے۔

بعضے اس لئے کرتے ہیں کہ اس سے لوگ زیادہ مدح کرتے ہیں چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی کے منہ پر آکر اس کی مدح کرتا ہے کہ آپ ایسے ہیں اور ایسے ہیں اور ایسے ہیں اور وہ اس کو رَد کر دیتا ہے کہ میں اس قابل کہاں ہوں پھر وہ کہتا ہے کہ آپ تو ایسے ہی ہیں پھر وہ کہتا ہے کہ میں کس قابل ہوں۔ ظاہراً تو ممدوح صاحب مادح کے روبرو لپے جاتے ہیں۔ مگر قلب کی حالت خود دیکھ لے۔ پس یہ صورت تو تواضع کی ہے مگر ہے کبر ورنہ اس پر مدح کا اثر کیوں ہو رہا ہے جس میں کبر نہیں ہوتا۔ اس کے نزدیک مدح و ذم دونوں مساوی ہیں۔ اس پر دونوں کا اثر نہیں ہوتا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی یہی حالت تھی آپ پر مدح و ذم کا بالکل اثر نہ ہوتا تھا۔ مولانا کی کوئی مدح کرتا آپ اپنے کام میں لگے رہتے وہ جھک مار کر چلا جاتا۔ ان کو تو اس سے بحث ہی نہیں تھی ان کی نظر حقیقت پر تھی۔ واقع میں اہل اللہ بڑے عاقل ہوتے ہیں اور صرف علوم و اخلاق ہی میں نہیں تمام امور میں۔ چنانچہ معاشرت کے بارے میں ایک بات یاد آئی۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب۔ کسی جگہ تشریف لئے جاتے تھے۔ گاڑی میں اسباب لادا جا رہا تھا آپ لحاف لائے اور اس کو تہہ کیا اس طرح کہ ابرہ اوپر اور استر نیچے۔ بقیہ اسباب گھر میں لینے گئے۔ ایک شخص وہاں کھڑے تھے انہوں نے کہا کہ بزرگ واقعی ہوتے ہیں۔ بڑے سیدھے کہ دنیا کی خبر ہی نہیں لحاف بھی تہہ کرنا نہیں جانتے اور اس لحاف کو بطریق متعارف تہہ کر کے رکھ دیا۔ یعنی استر اوپر کر دیا اور ابرہ

نیچے۔ مولانا گھر میں تشریف لائے اور یہ دیکھ کر پوچھا کہ یہ تصرف کس نے کیا ہے وہ شخص بولے کہ حضرت یوں ہی تہہ کیا کرتے ہیں تا کہ ابرہ گرد سے محفوظ رہے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کی عقل تو دیکھئے ابرہ اچھا یا ہمارا دماغ اچھا۔

یعنی اگر استر کو اوپر کیا جائے گا اور ابرہ نیچے تو راستہ میں استر پر گرد جمے گی اور رات کو اوڑھنے میں استر اندر ہوگا تو دماغ میں گرد جائے گی دماغ خراب ہوگا۔ سو ابرہ قیمتی ہے یا ہمارا دماغ۔ واقعی ان حضرات کی حقائق پر نظر ہوتی ہے۔ اہل اللہ رسم کی پرواہ نہیں کرتے ان کی نظر حقیقت پر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اہل رسم کے خلاف سے متاثر نہیں ہوتے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نے بیس روپیہ تولہ سونا خریدا اور صراف نے پرکھ بھی دیا کہ واقعی سونا ہے اور خود بھی اس کو معلوم ہو گیا کہ سونا ہے اور ہے بھی سونا ہی۔ ایک دوسرا شخص ملا اور اس نے کہا کہ آپ نے بیس روپیہ تولہ یہ پیتل خریدا ہے تو جب اس کو معلوم ہے کہ یہ سونا ہے تو لوگوں کے بکنے سے متاثر نہ ہوگا۔ محقق کسی کے اعتراض کے وقت حقیقت کا انکشاف ہو جانے کے سبب سب کو احمق سمجھتا ہے اور خوش ہے کہ میں حقیقت پر قائم ہوں۔ اگر کوئی رسم ہے متاثر ہو تو یوں کہو یا تو اس کو حقیقت کی خبر نہیں یا خبر تو ہے مگر قدر نہیں۔

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ما بین الخطبتین جب امام جلسہ کرتا ہے تو دعا مانگنا درست ہے یا نہیں؟

ارشاد: دل سے دعا بدون حرکت لسان ہو تو جائز ہے۔ سکوت واجب اور دعا اس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ اذان خطبہ کی اجابت چاہئے یا نہیں چاہئے۔

ارشاد: اختلاف ہے اور اختلاف کی حالت میں احتیاط کا فیصلہ یہ ہے کہ اجابت باللسان حنفیہ کے نزدیک واجب نہیں۔ اس لئے غیر واجب میں مشغول نہ ہونا چاہئے۔ پھر فرمایا امام صاحب کے اقوال اقرب الی الانتظام ہیں۔ شاہانہ احکام

ہیں۔ پہلے ہی سے ایسا بندوبست کرتے ہیں کہ آئندہ خرابی نہ واقع ہو۔ مثلاً کوئی عمل منقول ہے اور لوگ اس کو اپنے درجہ سے بڑھا کر کرنے لگیں اور اعتقاد میں بھی خرابی پیدا ہو جائے تو امام صاحب اس عمل ہی کو متروک ہونے کے قابل کہتے ہیں۔ یعنی اس کو چھوڑ دینا چاہئے نہ یہ کہ صرف اس زیادتی ہی کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔

جیسے سجدہ شکر کہ گو منقول تو ہے مگر لوگ اس کو اپنی حد سے آگے بڑھانے لگے تھے اس لئے بالکل ہی روک دیا اور یہ اس عمل میں ہے جو ضروری نہ ہو اور جو عمل ضروری ہے تو اس میں صرف زیادتی کو حذف کیا جائے گا اور اصل عمل کو باقی رکھا جائے گا۔ امام صاحب کا مسلک صوفیہ کے مسلک سے ملتا ہوا ہے صوفیہ اعمال باطنی میں ایسی ہی احتیاط کرتے ہیں جیسے علماء احکام ظاہرہ میں۔

واقعہ: ایک صاحب نے پوچھا کہ اگر بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کو دل قبول نہ کرے تو کیا کرے۔

ارشاد: فتویٰ پر عمل کرے دل کو دخل نہ دے اور بہتر تو یہ ہے کہ اہل بدعت کی مسجد ہی میں نہ جائے لیکن اگر اتفاقاً پہنچ جائے تو پھر ان کے ساتھ ہی پڑھ لے کیونکہ جماعت کا ترک کرنا نہ چاہئے۔

واقعہ: اہل بدعت اور غیر مقلدین کی امامت کا ذکر تھا۔

ارشاد: غیر مقلد اور بدعتی میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ بدعتی کا حال تو معلوم ہے کہ فلاں بات میں اختلاف یہ کرتے ہیں اور غیر مقلدین چونکہ خود مدعی اجتہاد ہیں اس لئے ان کا حال معلوم نہیں کہ کس بات میں اختلاف کریں گے۔

اس لئے غیر مقلدین پر اطمینان نہیں۔ میں ایک مرتبہ موضع بھینسانی گیا ایک شخص نے عصر کی نماز پڑھائی جو قرائن سے تارک تقلید معلوم ہوتا تھا چونکہ پہلے سے پڑھا رہا تھا اس لئے میں نے اقتدا کر لیا اور میرے سبب سے میرے ساتھیوں نے بھی اس کے پاؤں پر پٹی باندھی ہوئی تھی اس وقت تو معلوم نہیں ہوا مغرب میں پھر اجتماع ہوا اور اس

نے سارے پاؤں پر مسح کیا حالانکہ سارا پاؤں مجروح نہ تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ سارے پاؤں پر مسح آپ نے کیوں کیا کہنے لگا کہ مجروح ہے۔ میں نے کہا سارا تو مجروح نہیں مگر اس نے کچھ التفات نہ کیا اس وقت نماز میں نے پڑھائی تھی نماز کے بعد میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ عصر کی نماز بھی ایسے ہی وضو سے پڑھائی ہوگی اس لئے نماز نہیں ہوئی لوٹاؤ۔ اور آئندہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز مت پڑھو۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذاہب باطلہ محض روپیہ سے شائع ہوتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی کے ترویج مذہب میں بیالیس ہزار روپیہ سال صرف ہوتا ہے بڑی کوشش ہے اور یہاں تو کچھ بھی نہیں پھر ایک قصہ بھی بیان کیا کہ ایک شخص کہتے تھے کہ ایک مقام پر غیر مقلدین نے آمین پر جھگڑا کیا حتیٰ کہ عدالت تک نوبت پہنچی۔ ایک انگریز نے جو فیصلہ کنندہ تھا اپنے فیصلہ میں یہ لکھا کہ مجھ کو تحقیق کرنے سے یہ ثابت ہوا کہ آمین تین قسم کی ہے ایک بالجہر جس کو شافعی کہتے ہیں اور حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ دوسرے آمین بالسر جس کے حنفی قائل ہیں اور اس کا ثبوت بھی حدیث سے دیتے ہیں۔ تیسرے آمین بالشر جس کو یہ لوگ کرتے ہیں اور یہ کسی کا نہ مذہب اور نہ حدیث سے ثابت ہے۔

واقعہ: ایک مدرسہ میں ایک جگہ بچوں کو کلام اللہ وغیرہ پڑھانے کی خالی تھی ایک میاں جی صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ سفارش لکھ دیجئے مجھ کو جگہ مل جائے گی۔ چنانچہ حضرت نے سفارش لکھ دی وہ ملازم ہو گئے۔ اس مدرسہ میں ایک عالم باعمل بھی ملازم تھے ان کی ماتحتی میں ان کو رہنا ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس مدرسہ کے ایک طالب علم نے اپنے استاد (مولوی صاحب) کا مقابلہ کیا۔ لوگوں کو یہ یقین ہوا کہ ان میاں جی صاحب کی بھی اس میں سازش تھی مگر ان مولوی صاحب کی ہمت دیکھئے کہ اس طالب علم سے بدلہ نہ لیا۔ حالانکہ ذرائع سہولت سے بدلہ لینے کے سب موجود تھے۔ جن میں سے سب سے بڑا ذریعہ یہ تھا کہ جن کے مکان میں مولوی صاحب

رہتے تھے وہ آنریری مجسٹریٹ ہیں۔ مجسٹریٹ صاحب نے کہا بھی کہ آپ ذرا آمادہ ہو جائیں تو میں چھ ماہ سے کم اس کو جیل خانہ نہ بھیجوں گا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں اپنی ذات کے واسطے بدلہ نہیں لینا چاہتا۔ حضرت والا نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ یہ فنا کا درجہ ہے۔ ایک صاحب نے حضرت سے ان میاں جی صاحب کے بارہ میں یہ بھی عرض کیا کہ ان کی طرف سازش کی بدگمانی کرنا اوراس بناء پران کوموقوف کر دینا کیسا ہے۔

ارشاد: احتیاط کی وجہ سے اگر ان کو نہ رکھا جائے تو کوئی حرج نہیں بلاقصور ثابت ہوئے بھی تو موقوف کر سکتے ہیں کیونکہ عقد اجارہ ہے کسی پر جبر نہیں البتہ بلا ثبوت کسی کو ضرر نہ پہنچانا چاہئے۔ اسی طرح بدگمانی درست نہیں۔ جب وہ میاں جی میرے پاس آئے تھے اور میں سفارش لکھنا چاہتا تھا تو انہوں نے یہ بھی کہا کہ جلد لکھ دیجئے تا کہ جھٹ روٹی اور پٹ دال مل جائے اس سے میں سمجھتا تھا کہ یہ حریص ہیں۔ میں نے لکھ دیا ملازم ہو گئے۔

میاں جیوں میں عادت ماتحت رہنے کی نہیں ہوتی کیونکہ ہمیشہ مخدوم ہو کر رہتے ہیں وہ مخدوم اور لڑکے خادم، کچھ اخلاق میانجیوں کے اچھے نہیں ہوتے دو میانجی یہاں تھے ان کی آپس میں یہ کیفیت تھی کہ ایک تو لڑکوں سے کہتے کہ ان کے بور یئے توڑ آؤ۔ اور ایک لڑکوں سے کہتے کہ اس پر راستہ میں ڈھیلے پھینکو۔ میں نے کہا کہ کیا اچھے اخلاق ہیں۔ لڑکوں پر ان اخلاق کا کیا اثر پڑے گا۔

واقعہ: ایک بنئے کا ذکر ہو رہا تھا کہ وہ اپنے کاروبار میں اس قدر مشغول ہے کہ اس کو کہیں کی خبر نہیں ہے۔

ارشاد: یہ لوگ اس قدر دنیا میں منہمک ہیں کہ دوسری طرف توجہ ہی نہیں۔ اگر مسلمان اپنی ضروریات دین میں اس طرح مشغول ہوں تو کیا ہی اچھی بات ہو۔ پھر ایک قصہ بیان کیا ایک بنیا تھا جو تجارت کرتا تھا اور ریل بھی اس کے مکان کے قریب تھی مگر کبھی اس نے ریل دیکھی ہی نہ تھی۔ اس کے دل میں دوسری طرف حرکت ہی نہیں ہوتی تھی۔
پھر ایک مشغول دین کی حکایت بیان کی کہ ایک بزرگ مکہ شریف میں تھے وہ طلبا کو

درس دے رہے تھے۔ اتفاق سے یہ خبر پہنچی کہ یہاں ہاتھی آیا ہے۔
چونکہ ہاتھی وہاں ہوتا نہیں تمام طلباء اس کو دیکھنے کی غرض سے سبق چھوڑ کر بھاگے وہ قصہ ہوگیا وَاِذَا رَاَوۡا تِجَارَةً اَوۡ لَهۡوَا انْفَضُّوۡۤا اِلَيۡهَا وَتَرَكُوۡكَ قَآئِمًا. قُلۡ مَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ مِّنَ اللَّهۡوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ. وَاللّٰهُ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ۔ صرف ایک طالب علم استاد کے پاس رہ گئے۔ استاد نے کہا کہ تم بھی جاؤ انہوں نے کہا کہ میں یہاں ہاتھی کی زیارت کو نہیں آیا ہوں۔ آپ کی زیارت کو آیا ہوں۔ واقعی ایسے اعتقاد سے بہت نفع ہوتا ہے اور مقصود میں مشغول ہونے کے یہی معنی ہیں۔

واقعہ: حضرت چونکہ ہر وقت و ہر حالت پر پورے طریقہ سے نظر فرماتے تھے اور دوسرے کی آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ شعبان کے آخری دن میں طلبا کو وظیفہ حسب معمول ملا۔ اس کے علاوہ بوجہ رمضان شریف کے مبلغ ایک روپیہ فی کس سحر میں دودھ کے لئے بھی دیا گیا۔

ایک طالب علم نو مسلم تھے ان کو مدرسہ سے تو وظیفہ ملتا ہی تھا۔ اس کے علاوہ حضرت خاص طور سے بھی ان کو مبلغ ایک روپیہ ماہوار مرحمت فرماتے تھے۔ انہوں نے حضرت کی خدمت میں پرچہ پیش کیا کہ رمضان شریف میں مجھ کو مبلغ دو روپیہ اور زیادہ مل جائیں جس کا حساب یہ تھا۔ تین روپیہ وظیفہ عامہ ایک روپیہ معمولہ خاص ایک روپیہ سحر کا اور دو روپیہ اور کل سات روپیہ (مع) حضرت نے ان کو بلا کر اس زائد دو روپیہ کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ پہلے تو میں خود کھانا پکاتا تھا۔ اب رمضان شریف میں خود پکانے میں دشواری ہے۔ کھانا دوسری جگہ پکواؤں گا جس کا خرچ زیادہ ہوگا۔

ارشاد: تم میں اور لوگوں سے کیا بات زیادہ ہے تمہیں جہاں زیادہ ملے وہاں چلے جاؤ یہ حال ہے حرص کا۔ کیا تم میں سرخاب کا پر ہے کہ اوروں سے زیادہ رمضان شریف میں پکانے سے آپ کو تکلیف ہوگی۔ کیا اور نہیں پکاتے۔ تمہیں میں تمام دنیا کا

تخم آ گیا۔ شرم نہیں آتی بے حیا جتنی رعایت کرواتے ہی آپ سے باہر ہوئے جاتے ہیں۔ مجھے تو نومسلموں کا زیادہ خیال ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک روپیہ میں زائد دیتا تھا مجھ سے کسی نے سحری کو نہیں کہا ان کو سحری کے لئے بھی دیا گیا۔ مجھ کو تو سب کا خیال خود رہتا ہے۔ معلوم ہوا دین مقصود نہیں کھانا پینا مزہ اڑانا مقصود ہے۔ بس ان کو تو نواب بنا کر رکھیں اور لوگ (دیگر طلباء) چمار بھنگی ہیں۔ یہ طالب ہیں۔ یہ نتیجہ حرص کا ہے۔ یہاں کسی کی ذمہ داری نہیں۔ یہاں کوئی چندہ نہیں۔ نہ کوئی نواب کفیل ہے۔ توکل کا مجمع ہے اگر گنجائش ہو سب کے لئے ہے نہ ہو تو کچھ نہیں۔ کپڑے آئے تھے بانٹ دیئے۔ ہم تو بطور خود خیال کرتے ہیں۔ ایک تو اظہار حاجت ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ مگر حرص اور بڑائی ناگوار ہوتی ہے۔ تم تو تنہا ہو شرفاء کی عورتیں سارے کنبہ کا کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں اور روزہ بھی رکھتی ہیں۔ تم ان سے بھی زیادہ ہو گئے۔ بعضی طبائع نالائق ہی ہوتی ہیں۔ حریص ہوتی ہیں۔

کل ایک مہمان صاحب آئے۔ میں نے ان سے کھانے کے لئے پوچھا انہوں نے کھانا بھیجنے کو کہہ دیا۔ جب ان کو کھانا بھیجا گیا تو ملازم سے کہنے لگے کہ مولانا کے یہاں کا یہ کھانا۔ کیا مولانا بکری کا گوشت نہیں کھاتے ہیں۔ میرے ملازم نے کہا کہ وہ تو بھینس تک کا گوشت کھا لیتے ہیں۔ اور لطیفہ سنئے کہ یا تو اس کھانے کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہے تھے یا کھانے پر آئے تو سارا سالن گھر کا ختم کر دیا اول تو عام طور سے مہمان کے لئے زیادہ سالن بھیجا جاتا ہے۔

چنانچہ ایک پیالہ میں اتنا سالن بھیجا کہ گھر والے اتنا خود بھی نہیں کھاتے وہ ختم کیا پھر اور منگوایا وہ ختم کیا۔ غرض سب ختم کر دیا گھر والے ویسے ہی رہ گئے اس واقعہ سے صرف بد معاملگی کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ ان کا کھانا ناگوار تھا۔ روٹی بھی ڈھائی پاؤ آٹے سے کم نہ ہوگی۔ صبح کے وقت میں نے بے تکلفی سے دریافت کرایا کہ آپ کا قیام کتنا ہوگا۔ کہنے لگے کہ میں تو آپ سے ملنے کو آیا تھا آج جاؤں گا۔ میں نے پھر

دریافت کرایا کہ آپ کا روزہ تو نہیں کہنے لگے روزہ ووزہ تو نہیں روٹی دنبجو نہ دتجو۔ ان باتوں سے معلوم ہوا کہ اس کھانے سے خوش نہیں ہوئے۔ مگر کھایا اتنا کہ سارا سالن ختم کر دیا۔ پھر کہنے لگے کہ اس وقت کچھ کھانے کی خواہش بھی نہیں۔ کیونکہ رات کا کھانا ہضم نہیں ہوا، پیٹ میں درد ہے۔

یا تو ان حضرت کو کھانا اس قدر ناپسند تھا اور کھایا تو حد سے زیادہ اس کے بعد کہا کہ مجھ کو پانچ سو روپیہ قرض دے دو، میں نے دو روپیہ ان کو بھیجے کہ ان کو قبول کر لیجئے اور یہ بطور قرض کے نہیں ہیں کون قرض دے کر جھگڑے میں پڑے۔ یہ تبرعاً ان کو دیئے گئے اور یہ کہا گیا کہ پانچ سو روپیہ کا انتظام نہیں ہو سکتا آپ نے لوٹا دیئے کہ میں خیرات لینے والا ہوں۔

اس کے بعد کہنے لگے کہ تین روپیہ کرایہ کے لئے دیدو۔ میں نے تین روپے دیدیئے اور کہہ دیا کہ یہ بھی ویسے ہی ہیں قرض نہیں ہے۔ بس چپکے سے لے لئے چلتے وقت کہلا کر بھیجا کہ میں مصافحہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہلوا بھیجا کہ اس وقت مجھ کو معافی دیجیئے میں کام میں ہوں۔ کہنے لگے کہ پہلی مرتبہ جو میں آیا تو جانے کے وقت میں نہیں ملا تھا۔ اس دفعہ مولانا نہیں ملے۔ بدلہ ہو گیا۔ کہنے لگے کہ میں کرنال جاتا ہوں ایک رئیس نے مجھ کو بلایا ہے مگر ایسے لوگوں کو امراء کب پوچھتے ہیں ایسوں کو تو بھیک منگتا سمجھتے ہیں۔ نہایت ناقدری سے دیکھتے ہیں حالت یہ ہے کہ بوڑھے ہو گئے مرنے کو تیار ہیں اور اخلاق اب تک درست نہیں، حرص اور بڑائی بری معلوم ہوتی ہے انہوں نے عبدالستار میرے ملازم سے کہا کہ میں بڑے بڑے بزرگوں کے یہاں گیا ہوں، جن کے یہاں پلاؤ اور قورمہ اور مرغن کھانے ملتے تھے۔ یہ ایک زمانہ میں مجھ سے جلالین پڑھتے تھے یہ کیا پڑھتے تھے۔ میں پڑھا کرتا تھا۔ سمجھتے سمجھاتے تھے نہیں۔ دو ایک طالب علم ان کے ساتھ اور بیٹھ جاتے تھے ایک طالب علم پر میں ایک روز خفا ہوا آپ نے اس سے کہا کہ یہ نہایت سخت مزاج آدمی ہیں اسی رات کو بے ملے وہاں سے چل دیئے۔

واقعہ: ایک روز ایک عورت نے ایک رشتہ دار کے واسطہ سے یہ شکایت کی کہ

دل میں وسواس بہت آتے ہیں۔اس لئے کوئی وظیفہ بتلایئے۔

ارشاد: طبعی حالات نہیں بدلتے جب تک فنائے نفس نہ ہو۔کمال یہ ہے کہ سب چیز رہے اور پھر کام کرے۔اس لئے طالب کو یہ دھوکا نہ دینا چاہئے کہ فلاں وظیفہ سے خیالات دور ہو جائینگے مقتضیات طبعی کیسے دور ہو سکتے ہیں۔اس کہنے سے کہ فلاں وظیفہ سے خیالات دور ہو جائینگے اگر دور نہ ہوئے تو وہ اللہ کا نام لینا بھی چھوڑ دے گا کہ کچھ ہوتا تو ہے ہی نہیں انکو چاہئے کہ کلمہ پڑھیں، استغفار پڑھیں۔جتنی تسبیح آسان ہو اس قدر پڑھیں۔پھر مجھ کو اطلاع دیں۔

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ قطب الاقطاب ایک ہی ہوتا ہے یا کئی۔

ارشاد: قطب الا قطاب ایک ہی ہوتا ہے اور اس کے ماتحت چھوٹے قطب ہوتے ہیں جو صاحب قطب کہلاتے ہیں اور قطب دو قسم کے ہیں۔ایک قطب التکوین، دوسرے قطب الارشاد قطب التکوین وہ ہے جس کے سپرد انتظام عالم ہوتا ہے اور قطب الارشاد جس کے متعلق مخلوق کی ہدایت ہوتی ہے قطب التکوین کو اپنے قطب ہونے کی خبر ہوتی ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ قطب التکوین ہیں۔قطب الارشاد کو اپنے قطب ہونے کی خبر ہونا ضروری نہیں کیونکہ ارشاد و ہدایت کا حق ہر مسلمان کو حاصل ہے۔

ان ہی میں سے یہ بھی ہے اس لئے خبر ہونا ضروری نہیں نہ ارشاد خبر ہونے پر موقوف ہے اور انتظام عالم کا حق ہر ایک مسلمان کو نہیں وہ صاحب منصب کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے اس کو اپنے قطب ہونے کی خبر ہونا ضروری ہے۔جیسے تھانیدار کو اپنے تھانیدار ہونے کی خبر ہونا ضروری ہے اور قطب الاقطاب تکوینی کی حالت ملائکہ کی سی ہے۔ملائکہ کی شان یہ ہے کہ ان کو جیسے حکم ہوتا ہے ویسے ہی کرتے ہیں کسی کا نفع ہو یا نقصان۔جیسے کلام اللہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے۔کارخانہ عالم کو اس میں دخل ہوتا ہے اور یہ وہ دخل نہیں جس کا اعتقاد شرک ہو۔کیا ملائکہ کو دخل نہیں۔اسی طرح ان کو بھی دخل ہوتا ہے بعضے انکار

کرتے ہیں کہ قرآن وحدیث سے کہیں ثابت نہیں مگر جب اہل کشف کہتے ہیں کہ ایسے لوگ دنیا میں موجود ہیں پھر کیوں تکذیب کی جائے اور اس کے خلاف پر کوئی دلیل بھی نہیں پھر تکذیب کی کوئی وجہ نہیں۔

اس میں قرآن شریف کے ٹٹولنے کی ضرورت نہیں قرآن مجید میں یہ کہاں ہے کہ زید آیا جب اہل کشف کو اپنے کشف سے ایسے لوگ معلوم ہوئے ہیں اور خلاف پر کوئی دلیل نہیں۔قطب التکوین کو یہاں تک دخل ہوتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز کے زمانہ میں ایک دفعہ دہلی میں سخت بے انتظامی ہوئی کسی نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ منتظمین کا وہی عملہ ہے جو پہلے تھا پھر یہ بدانتظامی کیسی۔شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس وقت میں یہاں کے صاحب خدمت منتظم نہیں ہیں۔اس لئے یہ بدانتظامی ہے۔

اور فرمایا کہ اس وقت میں یہاں کا صاحب خدمت کنجڑہ ہے۔ایک شخص امتحان کرنے گئے وہ شخص خربوزہ بیچ رہے تھے انہوں نے خربوزہ لئے اور یہ کہا چکھ کرلوں گا ۔وہ چکھاتے گئے یہ پھیکے بتلاتے رہے یہاں تک کہ سب کاٹ کاٹ کر پھینک دیئے اور یہ بیچارہ کچھ نہیں بولا ۔ پھر یکا یک دہلی میں بڑا عمدہ نظام ہوگیا۔کسی نے شاہ صاحبؒ سے پوچھا فرمایا کہ صاحب خدمت بدل گئے اور وہ ایک سقہ تھے۔

شاہ صاحب نے ان ہی شخص کا ان کو پتہ بتایا کہ فلاں موقع پر فلاں وقت لوگوں کو پانی پلاتے ہیں اور فی کٹورہ ایک دمڑی لیتے ہیں۔چنانچہ یہ شخص دمڑی لے کر گئے اور ان سے پانی طلب کیا۔انہوں نے کہا کہ دمڑی لاؤ چنانچہ دمڑی انہوں نے دیدی اور انہوں نے پانی دیا۔انہوں نے پانی پھینک دیا کہ اس میں تنکا ہے اور دو۔انہوں نے کہا کہ دمڑی لاؤ۔یہ بولے کہ دمڑی تو نہیں ہے۔انہوں نے ایک دھول ماری اور کہا کہ خربوزہ والا سمجھا ہے۔خبردار جو بے دمڑی لئے میرے پاس آیا۔قطب التکوین کا تصرف صرف قلوب پر ہوتا ہے۔کان پور میں ایک دفعہ نماز کا اس قدر چرچا ہوا کہ قریب قریب ہر شخص نمازی ہوگیا۔ایک شخص کسی درویش سے نقل کرتے تھے کہ آج

کل صاحب خدمت بڑے نمازی ہیں۔ یہ ان کا اثر ہے۔

ایک حکایت شاہ عبدالعزیز صاحب کے وقت کی ہے آپ نے ایک شخص کو جو کہ صاحب خدمت کی شان دیکھنا چاہتے ہیں ٹھیکرا لے کر اس پر لکھ کر دیا کہ چھاؤنی میں ایک جوتیاں سینے والا بیٹھا ہے یہ اس کو دے دینا۔

چنانچہ وہ شخص گئے۔ دیکھا کہ ایک ذلیل سا آدمی راپی ستالی بیٹھا ہے وہ ٹھیکرا اس کو دے دیا۔ اس نے ٹھیکرا دیکھ کر اپنا سامان تھیلے میں رکھا اور کندھے پر لادلیا۔ اس کے لادتے ہی فوج کے کرنیل کا بگل کوچ کا ہوگیا۔ فوج تیار ہوگئی۔ تیرے بگل کا انتظار تھا کہ اس نے اپنا سامان اتار کر رکھ دیا۔ کرنل نے قیام کا بگل دے دیا۔

غرض کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ جب یہ اپنے اسباب لادتا کرنل کوچ کا حکم دیتا اور جب یہ رکھ دیتا تو کرنل قیام کا بگل دے دیتا۔ فوج والے کہتے تھے کہ آج کرنل کو خبط ہوگیا ہے اور یہ سارا تصرف اسی صاحب خدمت کا تھا۔ رہے قطب الارشاد وہ نائب رسول ہوتے ہیں۔ لوگوں کے قلوب میں انوار و برکات ان کی وجہ سے آتے ہیں۔ برکات سے متمتع ہونے کی شرط ان کے ساتھ اعتقاد ہے۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ ایک ہی شخص قطب التکوین اور قطب الارشاد ہوسکتا ہے۔ فرمایا ہاں! جیسے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ قطب الارشاد تھے ہی۔ شیخ بھی تھے قطب التکوین بھی تھے ایک بار فرمایا کہ فلانا کوا فریاد کر رہا ہے۔ اس (کنواں) پر ڈول ورسی نہیں چنانچہ لوگوں نے جا کر دیکھا تو واقعی ایسا ہی تھا۔ مولانا میں ایک شان مجذوبیت بھی تھی۔ مولانا کو ایک دفعہ اپنا نام لکھنا یاد نہ آیا۔

بعض دفعہ غصے میں فرماتے جاؤ ہم نے فلاں کا رزق بند کر دیا۔ ایک شخص کو ایسا ہی فرمایا تھا اس بیچارے کو تمام عمر پیٹ بھر روٹی نہ ملی بعض خشک مزاج یوں کہتے ہیں کہ صوفیہ نے جو مجذوب وغیرہ کی قسمیں نکالی ہیں یہ لغو باتیں ہیں مگر صوفیہ کی باتیں بے ثبوت نہیں۔ دیکھئے آج پرچہ القاسم نمبر 1، جلد 9 ماہ شعبان 1336ھ کا آیا ہے اس میں حضرت ابو ذر غفاریؓ کے حالات لکھے ہیں اور مسند سے ان کے قصے نقل کئے ہیں جن سے ان کے

مجذوب ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ان کو مجذوب کیوں نہ کہا جائے۔ایک حال یہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ کھڑے ہوتے تھے اور سجدہ میں گر پڑتے تھے نہ رکوع نہ کچھ۔بس سجدہ کیا اور پھر کھڑے ہو گئے۔ایک شخص نے ان سے کہا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں اور وہ شخص واقف نہ تھا کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں۔آپ نے جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی فضیلت بتلائی اس لئے ہم کر رہے ہیں اور فرائض میں ایسا نہ تھا۔نوافل میں ایسا کرتے تھے۔

اس پرچہ میں مسند احمد سے اور روایات بھی لکھی ہیں کہ جن کو دیکھ کر کہنا پڑے گا کہ بعض صحابہ بھی مجذوب تھے۔پھر صوفیہ نے کیا غلط کہا ہے مجھ کو یہ روایتیں تکشف لکھنے کے وقت نہ ملیں ورنہ ان روایات کو لکھتا۔ایک صاحب نے سوال کیا کہ مجذوب اور مجنون میں کیا فرق ہے۔فرمایا کہ مجذوب کی بات میں انجذاب الی اللہ کا اثر ہوتا ہے اور مجنون کی بات میں نہیں، امت ایک باغ ہے اس میں سب طرح کے درخت ہیں نارنگی بھی ہیں اور آنبہ کے بھی اور سب طرح کی نیرنگیاں ہیں۔

واقعہ: حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب سلمہ نے ایک شخص کو تھانہ بھون میں مبلغ پچیس روپیہ بذریعہ حضرت بھیجے، حضرت نے وہ روپیہ اس کے پاس بھیج دیئے اور کہلا بھیجا کہ ایک کارڈ سے مولانا کو روپیہ پہنچنے کی اطلاع دے دو مگر اس شخص نے پرواہ بھی نہ کی۔حالانکہ کئی دفعہ حضرت نے آدمی بھیجا کہ تم نے رسید بھیج دی یا نہیں۔ مگر وہاں اس کی کچھ پرواہ بھی نہ ہوئی۔

ارشاد: ہر کام کا ایک حق ہے کام کو مکمل کر کے چھوڑنا چاہئے۔مگر لوگوں کو اس کی کچھ پرواہ ہی نہیں۔اس سے پہلے اگر کوئی شخص میری معرفت کسی کو کوئی چیز بھیجتا تھا تو میں وصول ہی نہ کرتا تھا کہ کون جھگڑے میں پڑے مگر اب ایسا نہیں اس خیال سے کہ اگر کسی کا کام مجھ سے ہو جائے اچھا ہے مگر لوگ یوں ستاتے ہیں۔ حالانکہ پچیس روپیہ والے کو ایک پیسہ خرچ کرنا کوئی بات نہیں یا دو کلمہ لکھ کر میرے

پاس بھیج دیتے تو میں اپنے خط کے ساتھ بھیج دیتا۔

اگرچہ مولانا کو رسید کا انتظار نہ ہوگا اور ممکن ہے کہ انتظار بھی ہو کیونکہ ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے پاس روپیہ پہنچے یا نہیں۔ مجھے اس شخص نے الجھن میں ڈالا۔ ایک یہ کیا ہماری طرز معاشرت سرتاپا نہایت خراب ہے۔ عموماً گھروں کی یہ حالت ہے کہ کسی کے یہاں سے برتنوں میں چیز آتی ہے برتن واپس نہیں دیتے۔ اور کئی کئی روز بھی خبر نہیں لیتے اور پھر یہ کہ وہ برتن دوسرے گھر بھیج دیتے ہیں۔ یہ معاشرت ہے ہماری۔ فقہا نے یہاں تک انتظام کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر کسی کے برتن میں چیز آئے تو اس میں کھانا جائز نہیں۔ تاوقتیکہ وہ چیز اپنے برتن میں نہ کر لے اور اگرچہ یہ بات ہے کہ اگر قرائن ایسے موجود ہوں کہ کھانا درست ہو۔ مثلاً چیز بھیجنے والے سے غایت درجہ کی بے تکلفی ہو اور قرینہ ہو اس پر کہ اگر اس کے برتن میں کھالیں گے تو کچھ بھی ناگوار نہ ہوگی بلکہ باعتبار عرف اجازت لینے کی بھی ضرورت نہ ہو اور نہ کھالینے سے کچھ خیال کسی قسم کا اس کو ہو تو ایسی حالت میں فقہاء منع نہیں کرتے مگر جہلاء کے واسطے تو علی الاطلاق ہی انتظام کی ضرورت ہے۔ افطاری میں لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ کوئی شخص مسجد میں میرے پاس افطاری لایا اور برتن چھوڑ کر چلا گیا۔ اب گویا میں ان کے برتن کی نگہبانی میں رہوں۔ اب میں ان کو تلاش کرتا ہوں مگر کہیں پتہ نہیں ہے۔ اب میں نے یہ کیا کہ جو شخص افطاری لاتا تو میں کہہ دیتا کہ اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ برتن خود ابھی واپس لے کر جائیں تو میں افطاری لیتا ہوں ورنہ معاف کیجئے۔ مہمانوں کا یہ حال ہے کہ بعض مہمان ایسے آتے ہیں کہ ان کے تعلقات قصبہ میں اور بھی ایسے ہوتے ہیں کہ وہاں قیام کریں۔

اب ان کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ آیا کھانا کہاں کھائیں گے اگر ان سے کھانے کو دریافت کیا جاتا ہے کہ آپ کھانا کہاں کھائیں گے تو نہایت ناگوار ہوتا ہے کہ مولوی صاحب آتے ہی یہ کیسا لٹھ سا مار دیتے ہیں۔ ایک مہمان کا عجیب قصہ ہوا کہ ایک صاحب میرے

یہاں آئے جن کا تعلق قصبہ میں بھی تھا ایک وقت تو کھانا کھایا اور اس کے بعد ایک صاحب نے قصبہ میں سے کہ جن کا تعلق ان مہمانوں سے تھا میرے پاس کہلا بھیجا کہ کھانا ہمارے یہاں کھائیں گے۔ اور ان کو خبر نہ کی کہ کھانا ہمارے یہاں ہے میں نے سامان نہ کیا۔ جب میرے یہاں سے کھانا نہ گیا اور وقت گزرتا ہوا دیکھا انہوں نے اس خیال سے کہ کھانا اسی وقت شاید تھا بازار سے کھانا منگوا کر کھالیا۔ کھا کر بیٹھے ہی تھے کہ ان کے یہاں سے کھانا آ گیا۔ جس کی ان کو خبر بھی نہ تھی۔ بوجہ کھالینے کے کھانے سے معذور ہے۔ یہ مصلحتیں ہیں جن کی وجہ سے میں بات صاف کر لیتا ہوں۔ حالات کو دیکھ کر میں نے ایسا کیا ہے۔ جہاں ذرا بھی شبہ ہوتا ہے کہ میرے یہاں کھانا ہوگا یا اور کہیں تو میں بات صاف کر لیتا ہوں مگر لوگوں کو کھانے کا پوچھنا بھی نہایت ناگوار ہوتا ہے۔

حاجی عبدالرحیم صاحب نے ایک صاحب سے اتنا دریافت کیا کہ ٹھہرو گے تو بڑے خفا ہوئے۔ حتیٰ کہ ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ ایک عادت عامہ یہ ہے کہ کھانا کھاتے ہیں۔ اگر کوئی عین کھانے کے وقت آ گیا تو بلا تحقیق کھانا تیار کرا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے نہیں کہ کھائے گا یا نہیں۔ کھانا تیار ہونے پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھا چکا ہوتا ہے۔ اگر پہلے دریافت کر لیتے تو کیا اچھا تھا۔ عرف یہ ہے کہ بات گول رکھو۔ یہ انتظامات جو میں نے تجویز کئے ہیں۔ بیس برس تک مستقل ان پر عمل ہونے سے شاید کچھ مذاق میں تغیر ہو جائے۔ ورنہ امید نہیں۔ رسوم بہت غالب ہو گئے ہیں۔

میں قرآن پڑھ رہا تھا دو شخص نو وارد آ کر جن سے دل کھلا ہوا نہ تھا بالکل میری بغل میں بیٹھ گئے میں تنگ ہو کر اٹھ کر اندر مسجد کے چلا گیا۔ یہ بھی رسم ہے کہ ہر وقت جلسہ رکھو۔ ہر وقت ان کا کام کرو اپنا کام سب چھوڑ دو۔ اصل میں یہ پیرزادوں کی عادت ہے کہ ہر وقت جلسہ رکھتے ہیں تا کہ بڑے معلوم ہوں انہیں کی یہ عادت بگاڑی ہوئی ہے۔ ایک رسم اور ہے کہ جس کو اپنا بزرگ سمجھتے ہیں اس کے بالکل پیچھے جا کر بیٹھ جاتے ہیں میں ایسی حالت میں یہ رائے دیتا ہوں چپکے سے اٹھ کر ان کی پیٹھ کے پیچھے

بیٹھ جانا چاہئے تا کہ اس شخص کو معلوم ہو کہ جیسے اس کو اس کا بیٹھنا نا گوار ہو گا اسی طرح اس کو بھی نا گوار ہو گا اور پھر اس میں بھی حد سے بڑھ گئے بعض یہ کرتے ہیں کہ پشت کے پیچھے نماز شروع کر دیتے ہیں گویا نماز اس کے اندر کو نکل جائے گی تو قبول ہو گی۔

تمیز ہی نہیں کہ جب پیچھے کی نیت باندھی تو گویا آگے والے کو اپنا پابند کر لیا کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ ہی نہیں سکتا ایک اور عام رسم ہے جس سے اعتقاد ہے اگر وہ اپنے گھر جائے تو اس کے ساتھ ہو لیتے ہیں وہ ایسے موقع پر اپنے دماغ کو سکون دینا چاہتا ہے پھر بھی راستہ میں پیچھا نہیں چھوڑتے۔ راستہ میں کسی سے بات نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کا خیال اس طرف ہو گا کہیں پاؤں ہی پھسل جائے۔ کوئی بیل وغیرہ مار دے اور بھی قباحتیں ہیں۔

چنانچہ دہلی میں ایسا ہی ہوا کہ میں راستہ میں جا رہا تھا اور چند اشخاص نے باتوں میں لگا لیا پیچھے سے ٹرین وے آ رہی تھی اس کی ٹکر لگنے سے بچ گئی۔ بتلایئے تو اگر اس کی ٹکر لگتی تو کیا انجام ہوتا۔ ایک بات یہ کہ جس شخص کے ساتھ ہر وقت پیچھے پیچھے لوگ رہیں وہ تو تھوڑے دنوں میں فرعون بن جائے گا۔ اپنے کو کچھ سمجھنے لگے گا۔ پورب میں لوگ میرے سامنے سے لوگوں کو ہٹا رہے تھے کہ ہٹو بچو۔

میں نے کہا کہ راستہ میں ہمارا کیا حق ہے راستہ تو سب کا ہے اور میں نے کہا کہ چند روز تم میں کوئی رہے تو فرعون بن جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سب کام خود کر کے دکھا دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرما دیا تھا کہ جب ہم آیا کریں اٹھا مت کرو۔ ایک شخص میرے پاس پچھلے پیروں اٹھ کر چلے (یعنی پیٹھ میری طرف نہیں کی) میں نے کہا کہ میں کعبہ نہیں ہوں کہ پشت کرنا خلاف ادب ہے بعض لوگ آتے ہیں اور کھڑے رہتے ہیں بیٹھتے نہیں ایک صاحب آئے اور کھڑے ہو گئے میں نے کہا کہ آپ بیٹھتے کیوں نہیں کہنے لگے کہ بلا اجازت کیسے بیٹھوں۔ میں نے کہا کہ دس برس تک اجازت نہیں بس فوراً بیٹھ گئے۔ یہ بھی رسم ہے کہ بعض لوگ حاجت لے کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زیارت کو آئے ہیں۔ جب اٹھتا ہوں تو کہتے ہیں کہ ایک بات عرض کرنی ہے میں کہہ دیتا ہوں کہ جایئے پھر

کہنا۔ آپ نے آتے ہی کیوں نہ کہا تھا۔ میں نے بعضوں سے پوچھا بھی کہ آخر کیا بات ہے جو آتے ہی نہیں کہا۔ بولے کہ تہذیب کے خلاف ہے کہ آتے ہی لٹھ سا ماردے۔ میں نے کہا تہذیب کے خلاف تو جب ہو کہ میں دریافت نہ کروں۔

کل ایک شخص آئے میں نے ہر چند پوچھا کہ کیسے آئے ہو مگر بولے ہی نہیں جو جاتے ہی پوچھنے لگے تو وہ خشک مشہور ہوتا ہے۔ اگر یوں کرے کہ خوب اپنے پیچھے پیچھے پھرنے دے اور پھر بات کرے تو جب کہیں کہ بڑے خلیق ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ لوگ ہیں فارغ ان کو کچھ کام تو ہے نہیں۔ ہر کام میں اطمینان ہی سوجھتا ہے۔ کام والا آدمی ایسی بے ہودگی نہیں کرتا۔ مثلاً ابھی ایک مطبع کے آدمی آئے تھے اور کام میں مشغول تھے ان کو اس کام کے متعلق ایک بات دریافت کرنی تھی بس دریافت کر کے فوراً چلے گئے اور فارغ آدمی کو اصول صحیحہ کی قدر بھی نہیں ہوتی۔

فائدہ: تھوڑی دیر کے بعد خبر آئی کہ جس کے پاس روپیہ آئے تھے اس نے مولانا عبدالرحیم صاحب سلمہ کی خدمت میں روپیہ پہنچنے کا خط بھیج دیا ہے۔

اس پر حضرت نے فرمایا کہ اطلاع کیوں نہیں دی کیا مجھ کو علم غیب تھا۔ ہمارے آدمی کو بار بار دق کیا میری حکومت ہو جائے اور ہونے کیوں لگی۔ خدا گنجے کو ناخن نہ دے تو ایسی باتوں پر کچھ سزا تجویز کروں۔ اور سزا میں دو چپت کافی ہیں۔ چپت پر ایک اور بات یاد آ گئی وہ یہ کہ میانجی صاحبان کا دستور ہے کہ لڑکوں سے دوسرے لڑکوں کے چپت لگواتے ہیں مگر میں اس سے منع کرتا ہوں اس سے آپس میں عداوت ہو جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ لوگوں کو خود حس نہیں رہی۔ اور تعلیم ہی نہیں صحبت سے نفع حاصل کرنے کا قصد نہیں کرتے۔ چنانچہ عموماً میں نے دیکھا ہے کہ اکثر بزرگوں کی بیبیوں کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے نہایت خراب ہوتے ہیں۔

لکھنؤ میں ایک بزرگ تھے ان کی بی بی بدصورت بھی تھی اور بداخلاق بھی اور وہ بزرگ نہایت خوبصورت اور خوش اخلاق۔ ایک روز وہ بزرگ اپنی بی بی سے کہنے لگے کہ تو

بڑی بدقسمت ہے اس لئے کہ مجھ جیسے کا اثر تجھ پر نہیں ہوا وہ کہنے لگی کہ بدقسمت میں کیوں ہوتی تم بدقسمت ہو میں تو خوش قسمت ہوں کہ مجھ کو تم جیسے ملے اور تم کو مجھ جیسی ملی۔

ایک ظریف کی بی بی کالی تھی اس نے کہا کہ ہم دونوں جنتی ہیں کیونکہ تم مجھ کو دیکھ کر شکر کرتی اور میں تم کو دیکھ کر صبر کرتا ہوں۔ اور صبر و شکر دونوں کی جزا جنت ہے۔ اگر خاوند بدشکل ہو تو ایسی خرابی نہیں اور جو بی بی بدشکل ہو تو زیادہ خرابی ہے کیونکہ مردوں کو حسن و جمال کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے عورتوں کو نہیں ہوتی۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ جب امامت کے متعلق سب صفات میں سب مساوی ہوں تو جس کی بی بی زیادہ حسین ہو اس کو امام بنائیں کیوں کہ ایسا شخص عفیف زیادہ ہوتا ہے مگر یہ نہیں کہ اس وقت آپس میں تحقیق کرتے پھریں کہ کس کی بیوی حسین ہے بلکہ آپس میں عموماً اس کا علم ہوتا ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کیا ستائیسویں شب کو کلام اللہ کے ختم کی عادت بدعت ہے۔

ارشاد: التزام نہ کریں ہاں متبرک رات ہے اور ہر رکعت میں ایک ایک رکوع کے حساب سے ستائیسویں شب کو ختم ہوتا ہے۔

سوال: اس صورت میں ایک رکعت میں چھوٹا رکوع اور ایک میں بڑا ہونا لازم آتا ہے۔

جواب: نوافل میں یہ جائز ہے اور یہ نہیں معلوم کہ رکوع کس نے مقرر کئے ہیں۔ عرب میں پتہ بھی نہیں۔ (چنانچہ مصری کلام مجید میں رکوع کا نشان نہیں ہوتا۔۱۲ خط)

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا لیلۃ القدر کے آثار محسوس ہوتے ہیں۔

ارشاد: کبھی محسوس بھی ہوتے ہیں باقی ایک اثر ضروری یہ ہے کہ اس شب میں جی زیادہ لگتا ہے اور لیلۃ القدر میں پوری شب کی بھی فضیلت ہے یا نہیں کہ کسی خاص ساعت کی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو ساعت کے عنوان سے خبر دی جاتی جیسے جمعہ میں ایک ساعت کی خبر دی گئی ہے اور لیلۃ القدر کی جہاں بھی فضیلت بیان ہوئی ہے عنوان لیلہ ہے اور اس میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ رمضان کے عشرہ آخر میں ہوتی ہے اور

بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ تمام سال میں دائر سائر ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے پوچھا کہ قرآن کس درجہ کے بھولنے پر وعید ہے۔

ارشاد: جس درجہ کا یاد تھا جب اس درجہ میں یاد نہ رہے تو داخل وعید ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے پوچھا کہ ایک جلسہ میں کئی قرآن شریف جہر سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد: اکثر فقہاء کے کلام سے منع معلوم ہوتا ہے مگر میں نے اپنی تفسیر میں ایسے بعض اقوال نقل کئے ہیں جس سے جواز معلوم ہوتا ہے اور اسی میں وسعت ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص قازان کے رہنے والے (قازان روس میں ہے) تسبیح میرے یہاں بھول گئے تھے چنانچہ وہ میرے پاس موجود ہے اب میں کیا کروں۔

ارشاد: آپ کے تعلقات ان سے اس امر کو مقتضی ہیں کہ وہ آپ کے لینے پر نا خوش نہ ہوں گے بلکہ آپ کے استعمال کو باعث برکت سمجھیں گے اور ان کے پاس بوجہ مسافت بعیدہ کے پہنچنا مشکل ہے اس لئے آپ استعمال کر سکتے ہیں۔

واقعہ: میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ مواعظ وغیرہ کے ایسے نام رکھتے ہیں کہ دل قبول کر لیتا ہے کہ یہی نام ہونا چاہئے تھا۔

ارشاد: آپ یہ کہتے ہیں اور ایک صاحب نے یہ لکھا تھا کہ تم نام دھوکہ کے رکھتے ہو۔ چنانچہ اصلاح الرسوم کا نام دیکھ کر سمجھا جاتا ہے کہ اس میں رسموں کی اصلاح ہوگی مگر جب کتاب کو دیکھا تو اس میں اصلاح کہاں اس میں تو رسوم کی تردید کی ہے۔ ایک صوفی رسمی نے رسالہ حق السماع کا نام لوح پر دیکھ کر تاجر سے پوچھا کہ یہ کس کی تصنیف ہے اس نے میرا نام لیا بڑے خوش ہوئے کہ سماع پر بڑی سند ہوگی۔ تین آنہ کو بخوشی رسالہ خرید لیا۔ خوش خوش کھولا۔ دیکھ کر کہا **لا حول ولا قوة الا بالله** بڑا دھوکہ ہوا۔ پھر فرمایا کہ شاہ ولی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ جس کتاب کا نام اچھا نہ ہو اس

کے دیکھنے کا قصد نہ کرے کیونکہ جس کو نام رکھنا نہ آیا وہ کتاب کیا لکھے گا۔

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ آپ کی ڈاک میں خط بھیجنے کا جو نلکا ہے اس میں اور لوگ بھی خط ڈال سکتے ہیں۔

ارشاد: میں عموماً اس لئے اجازت نہیں دیتا کہ جب کبھی اجازت دی ہے تو مفاسد پیش آئے کیونکہ اس میں بعض اوقات غیر بند کئے ہوئے خطوط بھی ہوتے ہیں جن میں ٹکٹ بھی ہوتے ہیں وہ الٹ پلٹ ہوجاتے ہیں۔ گم بھی ہوجاتے ہیں اور پھر جس حد تک اجازت دی جاتی ہے اس حد تک لوگ رہتے نہیں ہیں اس سے بڑھ جاتے ہیں ہاں مجھ کو خط دے دیں میں اپنے ہاتھ سے ڈال دوں۔ جب مقصود دوسرے طریقہ سے حاصل ہوسکتا ہے تو دقتیں کیوں اٹھائی جاتیں اور جو دقتیں پیش آئیں وہ مجھ کو اس وقت یاد بھی نہیں اس لئے عام اجازت نہیں دی جاتی۔

واقعہ: حضرت منہاروں کے رام پور میں تشریف رکھتے تھے ایک بڑے میاں نے عرض کیا کہ میرا لڑکا گیارہویں کیا کرتا ہے اور میں بھی اس کو اس کی تاکید کرتا رہتا ہوں کہ ضرور کیا کرو اور نیت اس سے یہ بھی ہوتی ہے کہ کچھ دنیا کے مقاصد میں بزرگوں کو ثواب پہنچانے سے کامیابی ہو۔

ارشاد: بعض لوگ تو وہ ہیں جن کے عقیدہ میں فساد نہیں۔ ان امور سے محض ثواب پہنچانے کی نیت ہوتی ہے اور اگر کوئی ترک کرے تو اس کو ملامت بھی نہیں کرتے۔ غرض ان کے عقیدہ میں کوئی خرابی نہیں۔

گو ایسے لوگ شاذ و نادر ہیں اب عالم دو قسم کے ہیں ایک محقق دوسرے غیر محقق۔ غیر محققین تو ایسے لوگوں کو منع نہیں کرتے۔ مگر محقق عوام کو آئندہ کے محتمل مفاسد سے بچانے کے لئے اس سے بھی روکتے ہیں۔ محقق کی نظر سب پہلوؤں پر ہوتی ہے، فقہ میں ایسے امور کا پورا انتظام کیا گیا ہے۔ اصل وجہ یہی ہے کہ اگر کبھی کبھی ایسا ہوتا اور فساد عقیدہ بھی نہ ہوتا تو محققین منع نہ کرتے۔ اور بعض وہ عوام ہیں جن کے

عقیدہ میں یہ ہے کہ حضرت کچھ مدد کرتے ہیں تو اس کا عدم جواز ظاہری ہے۔ یہ تو گفتگو تھی عقیدہ میں باقی نیت سو اہل اللہ کو ثواب پہنچانے میں احسان یہ مقصد رکھنا کہ ان سے ہم کو دنیا کا نفع پہنچے۔ یہ تو خلاف عقل بھی ہے کیونکہ ان کے پاس تو دین ہی ہے دنیا ہے کہاں اور اگر کسی کا عقیدہ اور نیت سب سالم ہو مگر **من تشبه بقوم فهو منهم** کی بنا پر اہل بدعت کے مشابہت ہونے کی وجہ سے منع ہوگا۔

دوسری وجہ منع کی وہی کہ آئندہ کوئی مفسدہ ہو جائے گو دوسرے ہی کو ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ جب ہیضہ پھیلتا ہے تو ''امردوں'' کی ممانعت عام طور سے کی جاتی ہے جب فساد غالب ہو تو سب کو منع کیا جائے گا۔ گو خاص کسی شخص کو ضرر نہ ہو انتظام سب کے ہی منع کرنے سے ہوتا ہے اور بعض رسوم میں جو بعض بزرگوں کا نام لیا جاتا ہے کہ وہ اس کے عامل تھے سو بعض باتیں بعض بزرگوں کی طرف غلط منسوب کر دی ہیں حالانکہ ان کی طرز کے بالکل خلاف ہیں جیسے حدیث کے موضوع ہونے کے بارے میں وحی تو نازل نہیں ہوئی کہ فلاں حدیث موضوع ہے بلکہ جب طرز حدیث کے موافق کسی حدیث کو نہیں دیکھتے تو کہہ دیتے ہیں کہ موضوع ہے اسی طرح اگر کوئی روایت کسی بزرگ کی طرف منسوب ہو مگر اس کے طرز کے خلاف ہو تو اس کو بھی موضوع کہیں گے۔ نیز ایک بات قابل لحاظ یہ ہے کہ قابل اعتماد اس شخص کا قول و فعل ہے جو جامع ہو ظاہر و باطن کا جس کی یہ شان ہو ۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق　　　ہر ہوس نا کے نداند جام و سنداں باختن

اور جس کی ایسی نظر نہ ہو گی وہ کیا کرے گا تو اگر جامع نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ محقق وہ ہے جس میں تین صفات ہوں۔ محدث ہو۔ فقیہ ہو۔ صوفی ہو۔ تینوں کا جامع ہو۔ بتلایئے کہ ایسے کتنے آدمی ہیں۔ یوں صلحاء سب ہیں۔ اپنے سے سب کو اچھا سمجھے۔ ریل میں بیٹھنا آسان ہے گارڈ ہونا مشکل ہے یہ دوسری بات ہے کہ کوئی کام گارڈ نے عارضی طور پر کسی مسافر کے سپرد کر دیا ہو۔ لائن

کلیرَ اس کو نہ ملے گا۔ اگر چہ وہ کہے کہ گارڈ نے میرے سپرد فلاں کام کر دیا ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے منہاروں کے رام پور میں دریافت کیا کہ یہ جو ختم کے روز قل ہو اللہ پر بسم اللہ بالجہر پڑھتے ہیں اور بعد ختم مفلحون تک الم کی آیات پڑھتے ہیں اور قل ہو اللہ کو تین بار پڑھتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے۔

ارشاد: قل ہو اللہ پر بسم اللہ کی ایسی پابندی کرنا کہ کبھی قضا نہ ہو محل کلام ہے البتہ تمام کلام اللہ میں ایک دفعہ بسم اللہ بالجہر پڑھنی چاہئے۔ قل ہو اللہ کی تعیین نہیں۔ کیونکہ حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ بھی مطلق قرآن کریم کی ایک آیت ہے اور وہ جا بجا مکرر ہے اور میرا ۔اور میرے استاد کا معمول ہے کہ اقراء پر پڑھتے ہیں وجہ یہ کہ سب سے پہلے یہ نازل ہوئی اور دوسرے اس کا شروع مضمون بھی بسم اللہ پڑھنے کے مناسب ہے کیونکہ فرماتے ہیں **اقرأ بسم ربک** جس میں بسم اللہ کے پڑھنے کا اشارہ نکلتا ہے۔

اور بعض علماء نے رعایت خلافیات کے سبب کہا ہے کہ اول تراویح میں الحمد پر پہلے پڑھ لے اور مناسب یہ ہے کہ مختلف طور سے پڑھا دیا کرے کبھی کسی سورت کے اول میں کبھی کسی۔ بعض مقامات میں ہر سورت کے اول میں بسم اللہ جہر سے پڑھتے ہیں اور اس میں رسالے لکھے ہیں۔

حاصل ان کے مضمون کا یہ ہے کہ قراء سبعہ میں دو جماعت ہیں۔ ایک وہ ہیں جو دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ سے فصل کرتے ہیں یعنی ایک سورت کے ختم ہونے اور دوسری صورت کے شروع ہونے کے درمیان میں بسم اللہ پڑھتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں کہ فصل نہیں کرتے۔ یعنی بسم اللہ پڑھتے ہی نہیں بلکہ سورتوں کو ملاتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور عاصم جس کی قرأت ہندوستان میں ہے بسم اللہ پڑھنے والوں میں سے ہیں اسی لئے اگر کسی نے بسم اللہ نہ پڑھی تو اس نے عاصم کی روایت پر قرآن نہیں پڑھا۔ پس جس طرح تمام قرآن جہر سے پڑھا جاتا ہے اسی طرح بسم اللہ بھی جہر سے پڑھنا چاہئے۔ مگر اس استدلال میں کلام ہے وہ یہ کہ اس سے اتنی بات تو ثابت ہوئی کہ

موافق رعایت عاصم کے بسم اللہ پڑھنی چاہئے اب رہی یہ بات کہ جہر کے ساتھ چاہئے یانہیں تو یہ مسئلہ قرأت کا نہیں فقہ کا ہے۔ سو فقہ میں ہے کہ آہستہ چاہئے۔ پس اس مسئلہ کا تعلق دو فن سے ہے ایک قرأۃ اور دوسرے فقہ۔

آہستہ پڑھنے والوں میں دونوں پر عمل ہو جاتا ہے اور جہر سے پڑھنے میں حنفیت چھوٹتی ہے عاصم قرأت میں امام ابوحنیفہؒ کے استاد ہیں اور فقہ میں امام صاحب کے شاگرد ہیں۔ امام عاصمؒ نے یہ فرمایا تھا یا ابا حنیفه قد جئتنا صغیرا و قد جئناک کبیرا یعنی تم ہمارے پاس بچپن میں آئے تھے اور ہم تمہارے پاس بڑے ہو کر آئے اور مفلحون تک پڑھنے میں سب کا اتفاق ہے۔ رہا قل ہو اللہ کا تین مرتبہ پڑھنا تو یہ محض معمول ہے کسی دلیل سے ثابت نہیں۔

واقعہ: ایک استفتاء آیا کہ صرف عورتیں جمع ہو کر نماز جمعہ پڑھ سکتی ہیں یانہیں پڑھ سکتیں

ارشاد: کتب فقہ میں ہے اقلها ثلث الرجال۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر رجال سے جمعہ منعقد نہیں ہوتا۔ مجھ کو یقین نہ تھا کہ یہ جزئیہ نکلے گا مگر کتاب میں موجود ہے۔ کیا ٹھکانہ ہے فقہاء کی نظر کا خدا کی تائید کا کام ہے نظر کہاں تک چل سکتی ہے۔

واقعہ: حضرت کی بھتیجی کے شوہر منہاروں کے رام پور میں بیمار تھے اور ان کی بیماری کی خبر معلوم ہوئی تو عیادت کے لئے جا کر واپس تشریف لائے پھر تھوڑا عرصہ ہوا کہ وہ بیوہ ہو گئیں۔

ارشاد: اور ملکوں میں شوہر کے مرنے کا اتنا ہی رنج ہوتا ہے جتنا شوہر کو بی بی کے مرنے کا۔ مگر ہندوستان میں زیادہ رنج ہونے کا سبب نکاح ثانی نہ ہونا ہے۔ ایسے واقعہ میں یہی سمجھ لیا جاتا ہے کہ گویا ساری عمر کو برباد ہو گئی۔

واقعہ: ایک شخص حضرت کیلئے آم اور گھی ہدیہ میں لائے۔ چونکہ حضرت معاملہ میں زوجین کے درمیان پورا عدل فرماتے ہیں جس کو شک ہو وہ مشاہدہ کرلے۔ حضرت نے اپنے ملازم سے ترازو منگوائی اور یہ فرمایا کہ جو صاحب لائے ہیں وہی

نصفا نصف کر دیں تو مناسب ہو۔

ارشاد: میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی ایک چیز میرے مکان پر جائے اور وہاں سے تقسیم ہو کیونکہ میں ایک کو محتاج اور دوسرے کو محتاج الیہ نہیں بنانا چاہتا۔ اور اگر یہ صورت کروں کہ دونوں میں سے کبھی کوئی اور کبھی کوئی نمبر وار تقسیم کیا کریں تو اس کا یاد رکھنا مشکل ہے اس لئے تقسیم لانے والے کے ذمہ۔ اور یہ عدل کے خلاف ہے کہ ایک کو محتاج اور دوسرے کو محتاج الیہ بناؤں لوگوں نے نکاح ثانی آسان سمجھ لیا ہے۔ مناسب ایک ہی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں **ذالک ادنیٰ الا تعولوا** میں زیادہ پسندیدہ کو مروج کرنا چاہتا ہوں میں کہتا ہوں کہ نکاح ثانی نہ کریں۔

واقعہ: کچھ گاؤں کے لوگ آئے اور کچھ روپے ہدیہ پیش کئے۔

ارشاد: گاؤں کے لوگ نہایت مخلص ہوتے ہیں نانوتہ کے پاس آبہہ ایک گاؤں ہے حضرت حاجی صاحبؒ وہاں عرصہ تک قیام فرمارہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ بھی اسی موضع میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ہمراہ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس گاؤں سے لوگ آتے ہیں اور ان کو یہاں قیام کرنا ہوتا ہے تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم اتنے آدمی ہیں اور رات کو قیام کریں گے۔ میں اس بات کی بڑی قدر کرتا ہوں میں ان کی کوئی چیز واپس نہیں کرتا۔ ان میں کوئی بناوٹ نہیں ہوتی۔ پہلے آبہہ کے لوگ جمعہ پڑھا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے یہ فرمایا کہ آبہہ ہمارا ہی ہے اور پھر ہمارے مسلک کے خلاف جمعہ پڑھتے ہیں۔ یہ خبر گاؤں میں پہنچی تو سب نے جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا۔ تہذیب اس کا نام ہے کہ بناوٹ نہ ہو صاف بات ہو۔

واقعہ: ایک خط میں چند باتیں کاتب نے اپنے متعلق لکھی تھیں۔ اور پھر بعض لوگوں کی نسبت تعریضاً یہ لکھا تھا کہ جو لوگ حرام مال کھاتے ہیں ان کا حشر کیا ہوگا۔

ارشاد: مجھ کو فضول سوال سے گرانی ہے انسان پہلے اپنی فکر کرے جو باتیں

اپنے متعلق لکھی تھیں ان کے جوابات میں نے بلاکلفت لکھ دیئے اور جو بات دوسروں کے متعلق دریافت کی ہے اس کا جواب یہ ہے ۔

تجھ کو کسی کی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ ایسے مضمون سے نصیحت کرنا منظور نہیں ہوتا .... بلکہ محض دوسرے کو چڑانا تو کہیں قیامت میں ان کا معاملہ یہ نہ ہو ۔

گنہ آمر زرندان قدح خوار   بطاعت گیر پیران ریا کار

آوارہ لوگوں میں ہزاروں عیب ہیں مگر اس کے ساتھ اعتراف بھی ہے اور آج کل کے عابدوں میں عجب و پندار بہت کچھ ہیں۔

واقعہ: ایک مرید کا خط آیا اس میں لکھا تھا کہ مجھ کو بخار آیا جس میں لذت و تکلیف ملی ہوئی تھی۔

ارشاد: لذت و تکلیف ملی ہوئی تھی یعنی طبعی تکلیف تھی اور روحانی لذت۔ جب یہ حالات پیدا ہونے لگیں تو معلوم ہوگا کہ اب دروازہ میں داخل ہوئے۔ لوگ کشف و کرامات کو دیکھتے ہیں مگر یہ موقع ہیں امتحان کے کہ موقع پر کیا باتیں پیدا ہوتی ہیں۔

واقعہ: ایک صاحب کا خط آیا کہ میں نے ایک درزی کا علاج کر رکھا تھا اس نے ایک چھتری دینے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ ایک عرصہ تک چھتری نہیں لائے۔ میں نے پرانی چھتری پر غلاف نیا چڑھا لیا۔ کیونکہ ضرورت زیادہ تھی۔ اس کے بعد وہ ایک خوبصورت چھتری لایا۔ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی تو یہ اشراف نفس ہے یا نہیں۔

ارشاد: اشراف وہ ہے جس پر یہ آثار مرتب ہوں کہ نہ آنے پر غصہ آئے اور اگر نہ دے گا تو پھر اس کا علاج نہ کریں گے۔ علیٰ ہذا القیاس اور محض اس احتمال کو نہیں کہتے کہ شاید لے آئے اور یہ بھی اہل توکل کے لئے ہے اور اہل تاکل کے لئے نہیں۔ یعنی جو لوگ پیشہ کرتے ہیں مثلاً طبابت ان کے لئے اشراف بھی کوئی حرج نہیں اگرچہ وعدہ پورا نہ کرنے پر غصہ آئے مجھ کو بھی اشراف کی حقیقت معلوم نہ تھی مگر ایک بزرگ کے

سوال سے معلوم ہوگئی قصہ یہ ہوا کہ میں ایک جگہ گیا ہوا تھا وہاں مجھ سے ایک درویش عالم نے دریافت کیا کہ ہم لوگوں کو کبھی بلانے پر رئیسوں کے یہاں جانے کا اتفاق ہوتا ہے اور وہاں سے کچھ ملنے کی بھی امید ہوتی ہے تو یہ اشراف نفس ہے یا نہیں۔ میں نے کہا کہ یہ اشراف نہیں۔ کیونکہ محض احتمال کو اشراف نہیں کہتے تاوقتیکہ اس پر آثار مذکورہ بالا مرتب نہ ہوں یعنی اگر وہ نہ دیں تو ناگواری وشکایت پیدا ہو انہوں نے اس جواب کو بہت پسند کیا اور اس کے قبل مجھ کو بھی حقیقت اس کی معلوم نہ تھی مگر ان بزرگ کے دریافت کرنے سے معلوم ہوگئی تو یہ کمال ان بزرگ کا ہے جنہوں نے پوچھا تھا کہ ان کے سوال کی برکت سے یہ میرے ذہن میں آگیا میرا کوئی کمال نہیں ہے۔

واقعہ: ایک صاحب حضرت کا سقفی پنکھا کھینچ رہے تھے اتنے میں ایک اور شخص آکر اس غرض سے ان کے پاس بیٹھے کہ ان سے پنکھا لے کر خود کھینچیں اسی حیص بیص میں ان کا ہاتھ ان کی آنکھ میں لگ گیا۔

ارشاد: لوگ خدمت کرنا چاہتے ہیں مگر سلیقہ نہیں۔ میرا جی پریشان ہوتا ہے اور مجھ کو تو خدمت نہ کرنے کی شکایت بھی نہیں ہے مگر رواج ایسا پڑ گیا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ پنکھا وغیرہ خدمت سے مقبول ہو جائیں گے مگر یاد رکھیں کہ بے قاعدہ خدمت مقبول نہیں ہوسکتی۔ جیسے دوپہر کے وقت نماز کہ چونکہ بے قاعدہ ہے۔ مقبول نہیں خدمت سے پہلے اس کا قانون دریافت کریں۔

صرف یہ طریقہ نہیں کہ بس مجھ سے پوچھ لیا بلکہ یہاں رہیں اور سب باتوں کو نگاہ میں نکالتے رہیں پھر متبوع سے اجازت لینی چاہئے لوگ اندھے حافظ جی کی طرح خدمت کرنے لگتے ہیں جو شخص خدمت چاہتا ہے اس کی کرے۔ میں تو نہیں چاہتا میرے نزدیک تو دونوں یکساں ہیں یعنی برسوں خدمت کرنے والا بھی اور نہ کرنے والا بھی، میں تو جس کو کام میں مشغول دیکھوں گا وہ میرے نزدیک مقبول ہے۔ واقعی مجھ کو اس میں راحت ہے کہ اپنے کام میں لگو۔ میں نے دو چار آدمیوں کو طریقہ خدمت

بتلا رکھا ہے اور ان سے دل بھی کھلا ہوا ہے میں ان سے خود بھی کہہ دیتا ہوں اور جب تک مزاج سے واقف نہ ہو اور دل کھلا ہوا نہ ہو خدمت سے کلفت ہوتی ہے۔

ایک بار ایک مولوی صاحب میرے پاؤں دبانے لگے میں نے کہا مولانا کیا غضب ہے وہ کہنے لگے کیا حرج ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا جواب تو میں پھر دوں گا مگر اس وقت تشریف لے جایئے۔ وہ جواب یہ تھا کہ اگر اس وقت میں آپ کی خدمت کرنے لگوں تو آپ کیا کہیں گے اور آپ کی کیا حالت ہوگی ایسے ہی مجھ کو سمجھئے۔

کان پور میں لوگ میری پشت کے پیچھے ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے میرے جی میں آیا کہ وہاں سے اٹھ کر ان کی پشت کے پیچھے ہاتھ باندھ کر جا بیٹھوں آدمی یہ تو سمجھے کہ جو معاملہ میں اس کے ساتھ کرتا ہوں اگر یہ میرے ساتھ کرے تو مجھ پر کیا گزرے۔ بعض لوگ میری پشت کے پیچھے نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ نماز اس کے درمیان میں کو نکل کر مقبول ہو جائے گی اگر یہ عقیدہ ہے تو ایک طرح کا تو یہ شرک ہے کہ مخلوق کی طرف توجہ کو شرط قبول سمجھتا ہے دوسرے مجھ کو اپنا پابند بنا لیا کہ جب تک وہ حضرت نماز سے فارغ نہ ہوں میں کہیں جا ہی نہیں سکتا۔ آج کل ہر چیز میں رسم رہ گئی ہے۔ چنانچہ اہل رسم کے نزدیک، پیر وہ کامل ہے جو روٹی کھلا دے اور مرید وہ مقبول ہے جو خدمت کرے۔

ایک شخص درویش یہاں آئے تھے مریدوں کو خوب روٹیاں کھلائیں حتیٰ کہ 6 ہزار کے مقروض ہو گئے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ مجھ کو یہ امید تھی کہ مریدوں سے وصول ہو جائے گا۔ مگر وصول کچھ بھی نہیں ہوا آپ فلاں ریاست کے پریذیڈنٹ کو سفارش لکھ دیں کہ وہ اتنی رقم قرض دیدیں۔ میں نے لحاظ میں لکھ کر دے دیا۔ لیکن اس خیال سے کہ ان پر بار نہ پڑے۔ اس لئے بمصلحت ایک خط ڈاک میں لکھ کر روانہ کر دیا کہ اگر اس قسم کا خط اگر کوئی شخص لائے تو میری طرف سے اس کو مہتم بالشان نہ سمجھا جائے جو مناسب ہو اس پر عمل کیا جائے گا۔ اب اس صورت میں میری طرف سے ان پر کوئی بار نہ رہا۔ جو ان کو مناسب معلوم ہوا ہو گا وہ کیا ہو گا تو آج کل پیری کا قصہ یوں ہو رہا ہے۔

ایک مرید نے اپنے پیر سے خواب بیان کیا کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ آپ کی انگلیاں شہد میں سنی ہوئی ہیں اور میری ''گو'' میں۔ مرید اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ پیر نے کہا کہ کیوں نہ ہو آخر ہم اللہ والے ہیں اور تو دنیا دار آخر وہ ہی مرید بولا کہ آگے بھی تو سنیئے، میں نے یہ بھی تو دیکھا کہ آپ میری انگلیاں چاٹ رہے ہیں اور میں آپ کی انگلیاں چاٹ رہا ہوں۔

تعبیر اس خواب کی یہ ہے کہ مرید تو اپنے اعتقاد میں پیر سے دین حاصل کر رہا ہے اور پیر مرید سے دنیا کا طالب ہے جو بمنزلہ گو کے ہے بعض جگہ یہ کیفیت ہے کہ پیر مریدوں کے روبرو ان کی بیویوں کو گود میں لے کر پیار کرتے ہیں اور وہ بھی ایسے معتقد ہیں کہ کچھ پرواہ نہیں مانتے۔ جب سے نئی روشنی والوں کا وہاں غلبہ ہوا ہے اس وقت سے اس قسم کی بدعات تو مٹ گئیں۔ اگرچہ الحاد میں ترقی ہوگئی ہے، وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو تو اللہ ورسول کے فرمانے میں شبہ ہوتا ہے۔ پیروں کی تو کیا مانتے اس جگہ پہلی سی تو حالت اب نہیں رہی پہلے تو یہ کیفیت تھی کہ کوئی اہل حق میں سے وعظ نہیں کہہ سکتا تھا خلاصہ پہلے مضمون کا یہ ہے کہ اپنے قلب کی طرف توجہ کر کے اللہ اللہ کیا کیجئے بس یہی خدمت ہے اور ایسے شخص کی خدمت ہی کون کرے جس کی یہ حالت کہ

وقتے بسلامی برنجند دو وقتے بدشنامی خلعت دہند

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے ایک صاحب پاؤں دبانے لگے مولانا نے فرمایا کہ کون صاحب پیر دباتے ہیں وہ بولے میں ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ مولوی صاحب ہیں اور یہ فرمایا کہ مولوی ہونا اور بات ہے خادم ہونا اور بات ہے۔ بعض بے طرح پاؤں دباتے ہیں بعض تو بہت آہستہ اور بعض بہت زور سے۔ اگر آہستہ دبائیں تو اس قدر کہ مس سے نہ بڑھے اور اگر زور سے دبائیں تو ایسا کہ تحمل نہ ہو۔ بعض کو منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ آپ طریقہ بتلا دیجئے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ اس کی صورت تو یہ ہے کہ میں آپ کے پاؤں دبا کر بتلاؤں نادانی کی محبت بھی کچھ نہیں۔ نادانی کی محبت

ماں کی سی محبت ہے کہ بچہ کو جاہل رکھتی ہے۔

ارشاد: حضرت نے خود ہی فرمایا کہ اہل باطل کے مذہب کو جو کچھ ترقی ہوتی ہے وہ سعی اور روپیہ کے زور سے ہوتی ہے اور حق کو خود بخود ترقی ہوتی ہے چنانچہ مرزا قادیانی وغیرہ کے مذہب کو جو کچھ ترقی ہوئی اس کا باعث یہی تھا مرزا نے کتنے دنوں سے دعویٰ کیا مگر قابل غور یہ بات ہے کہ مرزا نے کتنے مسائل دینیہ کی تحقیق کی بس یہی رہا کہ میں مسیح موعود ہوں میں کرشن ہوں میں فلاں ہوں مسیح بننے کو دعویٰ رسالت سے نفرت ہوئی ۔کسی کو بھی ہدایت نہیں ہوئی۔ رہا کمال الدین کا لندن پہنچنا اور وہاں کسی انگریز کا مسلمان ہو جانا سو اس میں کمال الدین کا کوئی کمال نہ تھا وہ انگریز خود پہلے سے مسلمان تھے اس سے زیادہ تو حبیب احمد تھانوی نے کام کیا جو لندن میں تھے ان کے اثر سے کئی انگریز مسلمان ہوئے ان کے خطوط یہاں آئے تھے ایک خط میرے بلانے کے لئے بھی آیا تھا۔ میں اس شرط پر لندن جانے کو تیار تھا کہ سفر کا کوئی نفع مظنون ہو اور اس کا امتحان میں نے یہ تجویز کیا تھا کہ وہ چند شبہات دہریوں کے اردو میں ترجمہ کر کے یہاں بھیجیں اور میں ان کے جواب لکھوں پھر وہ ان جوابوں کا انگریزی میں ترجمہ کر کے اہل شبہات کے سامنے پیش کریں اگر اس سے نفع کی امید ہو تو سفر کیا جائے ورنہ کیا فائدہ۔ مگر وہاں سے اس خط کا جواب ہی نہیں آیا۔ غرض کام کرنے والے کام کرتے ہیں اور نام نہیں چاہتے اور نام والے غل بہت مچاتے ہیں مگر کام کے نام صفر بس آج کل ادعاء اور اظہار بہت ہے حالانکہ جو کام کرتے ہیں وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اللہ کے لئے ہے یا نفس کے لئے۔ اگر اللہ کے لئے ہے تو اللہ میاں کا علم کافی ہے، اظہار کی کیا حاجت اور اگر نفس کے لئے ہے تو کوئی نتیجہ نہیں پھر اظہار کس کا۔ حضرت کام کا اصل دوسرا مقصود ہونا چاہئے نہ کہ نام جس کی علامت یہ ہے مثلاً ایک شخص کچھ کام کر رہا ہو اور دوسرا شخص اسی کام کا کرنے والا آ جائے تو یہ خود چھوڑ کر بیٹھ جائے اور غنیمت جانے کہ اس نے میرا کام ہلکا کر دیا آج کل تو یہ حالت ہے کہ اگر ایسا ہو تو ذبح ہو جائیں۔ نہ مولویوں میں

اخلاص ہے نہ مشائخ میں، الا ماشاء اللہ اب تو عجیب حال ہے کہ پیر الگ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور ان کے مرید الگ اپنے پیر کی طرف کھینچتے ہیں اس کا یہ نتیجہ ہے کہ لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ پیر صاحب نے اپنے گرگے چھوڑ رکھے ہیں۔

میں تو کہتا ہوں کہ جتنے مقتدی زیادہ ہوں اتنا ہی بکھیڑا ہے اور یہ بھی ٹھیک نہیں کہ جو آیا اسی کو بیعت کر لیا۔ اگر پیر جلدی مرید کرنا چھوڑ دیں تو سارا ہندوستان ٹھیک ہو جائے۔ مصیبت تو یہ ہے کہ گیا اور مرید بعض لوگ تو عیوب ہی تلاش کرنے کو آتے ہیں اور بیعت کی بھی درخواست کرتے ہیں بھلا ان کو بیعت کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ ایک شخص میرے پاس آئے اور بیعت ہونا چاہا مگر اخیر میں انہوں نے دو عیب نکالے ایک یہ کہ اچھا کپڑا پہنتے ہیں دوسرے یہ کہ لطائف کی تعلیم نہیں کرتے۔ جو کپڑے میں اس وقت پہن رہا ہوں ان کو بڑھیا کپڑوں میں شمار کیا تھا۔ حالانکہ میرے پاس جو مکلف کپڑے آجاتے ہیں میں ان کو پہنتا تک نہیں۔ بس میں نے ان سے کہا کہ آپ تشریف لے جایئے جہاں لنگوٹے بند ہوں وہاں جایئے اور ایسے شخص کے پاس جایئے جہاں آپ سے پوچھ کر تعلیم کی جائے اگر میں لیپ پوت کرتا اور مختلف تدابیر سے ان کو اپنی طرف متوجہ کر کے مرید کرتا جیسا آج کل شائع ہے تو کیا نتیجہ ہوتا۔ کچھ بھی نہیں۔ حضرت اکثر پیری مریدی آج کل دکانداری ہو رہی ہے اسی لئے مصلحت یہ ہے کہ پیری مریدی چھوڑ دے ہاں تعلیم کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ پیری مریدی کا سلسلہ مدت سے جاری ہے مگر خیالات نہیں بدلے۔ وجہ کیا ہے کہ رسم پرستی ہے اور کچھ بھی نہیں میں نے حضرت حاجی صاحب سے دو چار جملے سنے تھے۔ اب اس کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ایک جملہ فرماتے تھے کہ میرے پاس جتنا تھا میں نے اس سے دریغ نہیں کیا اگر کسی کو اس سے زیادہ کا شوق ہو تو دوسری جگہ سے لے لے میں اپنا بندہ بنانا نہیں چاہتا دوسری جگہ بیعت کر لو اجازت ہے۔

یہ جملہ اصل ہے آگے اسی کی تصریحات ہیں۔ ہم خدمت کرنے کو تیار ہیں مگر کسی کو لپٹتے نہیں اپنے مریدین کو یہ اجازت تھی اور اگر دوسرے کا مرید ہوتا تو حضرت حاجی

صاحبؒ اس کو مرید نہ کرتے۔ یہ ہے علامت سچے ہونے کی۔ یہی وجہ ہے کہ شیوخ تک مرید ہوتے تھے اور ایک بچہ تک وہاں سے دوسری جگہ نہیں جاتا تھا۔ یہ آزادی اپنے مریدوں کو دے رکھی تھی خریدار کو تو وہ پھنسائے گا جس کا سودا اچھا نہ ہو اور جس کا سودا بے نظیر ہے تو گاہک خود ہی پھر کر نہیں جاتا۔

چونکہ حضرت کے یہاں سودا کھرا تھا اس لئے کوئی پھر کر نہیں جاتا تھا۔ اگر باوجود اس کے کہ سودا کھرا ہو پھر کر جائے تو اس خریدار کو کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں۔ ایسے کا نکل جانا ہی بہتر ہے۔ فہیم کا رہنا اچھا اور بدفہم کا نکل جانا اچھا۔ سمجھدار کہیں جا ہی نہیں سکتا۔ باوجود یہ کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمادیا کرتے تھے کہ یہاں کیا رکھا ہے نہ کشف ہے نہ کرامت ہے صادق کو تو کوڑھ مغز کو داخل کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جو فہم و بصیرت سے آئے گا۔ اگر اس کو دوسری جگہ کے لئے ترغیب بھی دیدی تو گو بعض دفعہ اور جگہ چلا تو جائے گا مگر چونکہ فہیم ہے اس لئے پھر صادق ہی کے یہاں آئے گا۔ ہمارے حضرت کے ایک خلیفہ کی یہ رائے تھی کہ وہ دوسری جگہ لوگوں کو بھیجتے تھے اور کہتے تھے کہ جب دوسری جگہ ترغیب ہم نے دی تھی اور وہ چلا گیا مگر ویسا سودا نہ دیکھا۔ اور پھر پھرا کر آیا تو کبھی ٹلے گا بھی نہیں۔ کیونکہ دوسری جگہ دیکھے گا کہ روغن قازمل کر کہیں طلب مال ہے اور کہیں طلب جاہ ہے اور کہیں صدق ہے مگر تحقیق نہیں۔ بعض جگہ اس کی کوشش ہے کہ امراء کو کھینچا جائے۔ حالانکہ خاک نشینوں کا مرید ہونا یہ علامت ہے شیخ کے کامل ہونے کی۔ اور دنیادار امراء کا متوجہ ہونا علامت ہے خود شیخ کے دنیادار ہونے کی کیونکہ ''الجنس یمیل الی الجنس''۔

جھکتا وہی ہے جس میں مناسبت ہے کہیں قاز اور مور جارہے تھے۔ لوگوں کو دیکھ کر تعجب ہوا کہ دونوں غیر جنس پھر ساتھ کیسے۔ کسی فہیم نے کہا کہ بدون اس کے ساتھ ہو نہیں سکتا کہ دونوں میں کوئی امر مشترک ضرور ہے۔ غور کر کے دیکھا تو لنگڑے تھے۔ اور اگر اہل حق کے یہاں امراء بھی آتے ہیں تو مٹ کر آتے ہیں لہذا

وہ بھی غربا ہی رہے بڑا ہو کر چھوٹا ہو جائے یہ ہے کمال۔ یہ باتیں ہیں سمجھنے کی۔

واقعہ: ایک شخص نے دریافت کیا کہ یہاں مدرسے میں روپیہ وغیرہ دینے سے رسید دی جاتی ہے۔

ارشاد: یہاں کوئی رسید نہیں دی جاتی۔ یہاں تو یہ ہے کہ جس کا جی چاہے دو اور جس کا جی نہ چاہے مت دو۔ رسید کا اہتمام تو ہم جب کریں جب ہم خود مانگتے ہوں۔ جب ہم مانگتے نہیں تو کیوں جھگڑا کریں۔ ہمیں تو برأت عنداللہ چاہئے تقلیل تعلقات میں بڑی راحت ہے ورنہ ایک تعلق سے دوسرا پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے سے تیسرا پھر سلسلہ ہی ختم نہیں ہوتا۔ دو بھائی تھے ایک بادشاہ دوسرا فقیر۔ فقیر لنگی باندھے پھرا کرتے۔

ایک روز بادشاہ نے بلا کر کہا بھائی مجھ کو تمہارے اس حال سے لوگوں کے روبرو بڑی غیرت آتی ہے تم پاجامہ تو پہنو اچھی طرح رہو وہ بولے کہ مجھ کو انکار نہیں مگر پاجامے کے ساتھ کرتہ بھی ہو۔ بادشاہ نے کہا کرتے بہت کہنے لگے ٹوپی بھی ہو اس نے کہا کہ ٹوپی بھی بہت۔ وہ کہنے لگے کہ پھر گھوڑا بھی سواری کو ہونا چاہئے اس نے کہا کہ گھوڑے بھی بہت۔ فقیر نے اسی طرح سلسلہ وار بہت سی حوائج کی ضرورت بیان کی۔ بادشاہ نے کہا کہ سب چیزیں موجود ہیں آپ چلیے۔ حتیٰ کہ تخت سلطنت بھی حاضر ہے

شاہ صاحب کہنے لگے کہ میں پاجامہ ہی کیوں پہنوں جس کے لئے اتنے جھگڑے کرنا پڑیں۔ اسی طرح یہاں کا قصہ ہے کہ ہم مانگیں کیوں جس کے لئے رسید وغیرہ کے قصے کرنے پڑیں۔ ایک نواب صاحب حج کو گئے تھے ارادہ تھا کہ حج کے بعد ہندوستان واپس ہو کر اور ریاست کا انتظام کر کے پھر مکے آ جاؤں گا اور ہجرت کر کے رہوں گا۔ جب ہندوستان آئے ہیں حضرت حاجی صاحبؒ نے ان کو خط لکھا تھا جس میں یہ بھی مضمون تھا کہ آپ آئیں تو اپنے ہی خرچ کا انتظام کر کے آئیں تقسیم اور داد و دہش کا کوئی انتظام اپنے متعلق نہ رکھیں ہر چند کہ سخاوت بڑی چیز ہے مگر ہر ایک کی سخاوت جدا ہے۔ کریم کی سخاوت کا نان دینا ہے اور عاشق کی جان دینا اور داد و دہش

کے قصے سے خالص تعلق مع اللہ کا جو نور ہے جو اس عبادت سے زیادہ ہے جس عبادت کا تعلق خلق سے ہو وہ ضعیف ہو جاتا ہے اور پھر بھی لکھا تھا کہ چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے لئے بھی انتظام کر کے نہ لاتے کیونکہ کریم کے دروازہ پر زاد وراہ لانا بھی خوب نہیں۔ مگر چونکہ آپ ابتداء سے اسباب کے خوگر ہیں خیر اس کی۔ اس کام میں **مصلحت** ہے اور نور تعلق کے متعلق یہ بیان کیا کہ ان حضرات کا مذاق بھی جدا ہوتا ہے۔

مدرسہ میں جو طلباء وغیرہ کو روپیہ پیسہ کی تقسیم کی جاتی ہے یا بعض اہل حاجت اہل قصبہ کی بھی خدمت کی جاتی ہے گو کام نیک ہے مگر پھر بھی سوچنا پڑتا ہے اس لئے مخلوق کی طرف توجہ کرنا ہوتی ہے ہی۔ یہ مانا کہ مقدمات عبادت عبادت ہی ہیں لیکن اس میں مجرد تعلق سے امید کا سا نور نہیں گو ان امور کا ثواب زیادہ ہے۔ مگر جس عبادت کا تعلق خاص مع اللہ ہو ان کا ثواب گو کم ہی ہو مگر نورانی ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے دریا کا پانی جس میں ریگ کے ذرے بھی ہیں اور ایک گھڑا پانی صاف کیا ہو تو مقدار میں تو دریا کا پانی بڑھا ہوا ہے مگر صفائی میں گڑھے کا پانی بڑھا ہوا ہے پھر بات حال کے متعلق ہے میں حال کو قال میں کیسے لاؤں۔ میں نے مثال میں جتنا کہا ہے اور جگہ پھر بھی نہ معلوم ہوگا۔ ایک صاحب نے درمیان میں اعتراض کیا تھا کہ ثواب تو سخاوت کا زیادہ ہوگا۔ حضرت نے اپنی تقریر کے خلاصہ میں فرمایا کہ نور ہر چیز کا جدا ہے ایک نور مع اللہ کا ہے جو ان عبادات سے حاصل ہوتا ہے جن کا تعلق خلق سے نہیں اور ایک نورانی عبادات کا ہے جن کا تعلق خلق سے ہے دوسری عبادات کا نور اپنے نزدیک اس کے مقابلہ میں ضعیف ہوگا گو کثیر وہ پہلا ہی۔

واقعہ: یہ ذکر تھا کہ تعلیم جدید والے احکام شرع کی حکمتیں اور ان کے علل دریافت کرنے کے پیچھے بہت پڑتے ہیں اور ان کو بہت بڑے درجہ کی باتیں سمجھتے ہیں۔

ارشاد: میں تو کہہ دیا کرتا ہوں کہ جن کو تم علوم سمجھتے ہو وہ ہمارے پاس بھی ہیں مگر ان کا بتلانا ہمارے ذمہ نہیں اور یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

ایک سب انسپکٹر صاحب کا خط آیا تھا کہ کافر سے سود لینا کیوں حرام ہے میں نے جواب لکھا کہ کافر عورت سے زنا کیوں حرام ہے۔ایک شخص ملے جو ایل ایل بی ہو گئے تھے مگر رہے بی (پھر لطیفے کے طور پر فرمایا۔پوچھنے لگے کہ نماز پانچ ہی وقت کی کیوں فرض ہوئی۔میں نے کہا کہ آپ کی ناک سامنے ہی کیوں لگی۔خدا کے دو کارخانے ہیں ایک تکوینی دوسرا تشریعی۔تکوینی کی حکمتیں تم بتلا دو۔اور تشریعی کی ہم بتلا دیں گے۔اور میں کہتا ہوں کہ اسرار الٰہی پر مطلع ہونے کا یہ طریق نہیں کہ مولویوں سے پوچھا کریں کہ یہ حکم اس طرح کیوں ہے ان کے ذمہ صرف احکام کا بتلانا ہے دلائل کا بیان کرنا نہیں۔

دوسرے بہت سی باتیں خود ان کو بھی معلوم نہیں اگر کوئی طریقہ اسرار پر مطلع ہونے کا ہوسکتا ہے تو صرف یہ ہوسکتا ہے کہ احکام پر بلا چون و چرا عمل شروع کر دیں اس سے قرب باری تعالیٰ ہوگا اور نورانیت ہوگی اور قرب نور ہی سے انکشاف ہوتا ہے ظاہر بات ہے کہ اگر یہ تم چاہو کہ ہم بادشاہ کے مخفی خزانوں پر مطلع ہوں تو اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ بادشاہ سے جا کر کہو کہ ہمیں اپنے خزانوں کی اطلاع دے دو۔اطاعت کرنے سے قرب میں ترقی ہوگی۔حتیٰ کہ اس کی نوبت بھی آجائے گی کہ ایک روز بادشاہ خوش ہو کر خود ان پر مطلع کر دے گا۔

خودی کو چھوڑ و فنا ہو جاؤ۔جس کو بھی اطلاع ہوئی ہے اسی صورت سے ہوئی ہے مگر اطاعت سے بھی اسرار پر مطلع ہونا مقصود نہ ہونا چاہئے ورنہ اسی روز نکال دیئے جاؤ گے۔بلکہ مقصود اطاعت سے صرف قرب و رضا باری تعالیٰ کی رضا ہو۔کبھی راضی ہوں گے تو مطلع فرما دیں گے مگر ان کے ذمہ نہیں ہے کہ مطلع فرما ہی دیں۔خزائن پر جیسے اگر بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ یہ خوشامد اسی لئے کرتا ہے کہ خزائن پر مطلع ہو جائے تو فوراً نکلوا دیا جائے۔

اسی طرح حق تعالیٰ چونکہ دلوں کی باتوں کو جانتے ہیں اگر اس شخص کی نیت محض اسرار پر اطلاع کی ہوگی تو اسی روز یہ شخص نکال دیا جائے گا۔اب اس میں یہ لوگ غلو یہاں تک کرتے ہیں کہ ان مصالح اور حکم کو مدار احکام خیال کرتے ہیں حتیٰ کہ یہ اعتقاد

رکھتے ہیں کہ اگر وہ اسرار و حکم نہ ہوتے تو یہ حکم بھی نہ ہوتا اور عمل یہ رکھتے ہیں کہ ان کی تحصیل اگر دوسرے طریقے سے ہو جائے تو اس کو بجائے احکام قرار دیتے ہیں۔ مثلاً نماز جماعت کہ ان کے نزدیک اس سے مقصود اتفاق ہے اگر اتفاق دوسرے طریقے سے حاصل ہو جائے تو وہ نماز جماعت کو ترک کر دیں گے۔

تنبیہ: اس بارے میں ایک عجیب وغریب تصنیف حضرت والا کی موجود ہے جس میں تبرعاً کچھ احکام شرع کے اسرار و مصالح بیان کئے ہیں اس کا دیکھ لینا کافی ہے عجیب کتاب ہے اس کا نام ''المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ'' ہے اس کا ایک حصہ چھپ بھی گیا ہے۔ (اب مکمل چھپ چکی ہے ۱۲ ظہور)

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ کسی کو عبادت بدنی کا ثواب پہنچانا اچھا ہے یا عبادت مالی کا۔

ارشاد: عبادت مالی کا ثواب پہنچنا اہل حق کے نزدیک متفق علیہ ہے اس لئے افضل ہے دوسرے اس میں نفع متعدی ہے۔ تیسرے عبادت مالی میں نفس پر گرانی زیادہ ہوتی ہے اور عبادت بدنی کا ثواب دوسرے کو پہنچنے کے بارے میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ جو سائل جوان تندرست یا بچہ تندرست ہو اس کو بھیک دینا کیسا ہے؟

ارشاد: بھیک مانگنے والے جو قادر ہوں کسب پر فقہاء نے ان کو دینا حرام لکھا ہے کیونکہ سوال کرنا ایسے شخص کو حرام ہے اور بھیک دینا یہ اعانت ہے۔ معصیت پر اس لئے وہ بھی حرام ہے اور ان کے پاس دلیل قرآن شریف کی آیت ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ.

مولانا گنگوہی نے اس مسئلہ کو بیان فرمایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ لوگ غل تو مچائیں گے مگر میں پہنچائے دیتا ہوں۔ چنانچہ بڑا غل مچا۔ بات یہ ہے کہ مانگنا رسم ہو گیا ہے اور رسم کے خلاف لوگ نہیں مانتے اسی مانگنے پر ایک قصہ بیان کیا کہ جس زمانہ میں میں تفسیر لکھتا تھا

تو اس کے لئے ایک علیحدہ موقع تجویز کر رکھا تھا ایک شخص دروازہ پر آیا اور اس نے زور زور سے مانگنا شروع کیا گھر میں سے اس کو کچھ آٹا وغیرہ لا دیا۔اس پر اس نے زور سے کہا کہ ہم یہ لیں گے، وہ لیں گے اس کے غل مچانے سے مضامین کی آمد مختل ہوگئی۔میں اس نیت سے نیچے اترا کہ اس کو سمجھا دوں گا۔میں نے خیال کیا کہ کوئی ٹوٹے حال والا ہوگا۔دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شاہ صاحب ہیں بڑے تومند ہیں لانبا کرتہ اور چوغہ پہنے ہوئے گیردار تنگ عمامہ باندھے ہوئے وجیہ شخص تسبیح ہاتھ میں کئی تسبیحیں گلے میں عصا لئے ہوئے۔مقطع صورت میں نے دل میں کہا کہ یہ تو شیخ ہیں۔میں نے تہذیب سے کہا کہ شاہ صاحب کیا تکرار ہے جو توفیق تھی دیدیا لے لیا ہوتا۔تو وہ کہنے لگے کہ ہم تو کپڑا لیں گے۔پیسہ لیں گے میں نے کہا جو ملا ہے وہ لے جاؤ تو کہتے ہیں شعر ۔

بہر بیشہ گماں مبر کہ خالی است　　　شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

میں نے کہا کہ آپ کو بھی اسی پر عمل کرنا چاہئے کہ ہر بیشہ گماں الخ۔اس پر ایک بک بک شروع کی۔میں نے کہا کہ فضول مت بکو۔زیادہ بک بک لگاؤ گے تو گردن پکڑوا کر نکلوا دوں گا۔چلے گئے ایسے ایسے سائل آتے ہیں۔

فائدہ: میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ جو لوگ تندرست دروازہ پر آ جاتے ہیں ان کو کیا کریں۔فرمایا کہ یوں کہہ دو کہ آگے جاؤ یا خاموش ہو رہو خود چلا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ اگر لوگ نہ دینے پر پورا عمل کر لیں تو ایسے لوگ مانگنا ہی چھوڑ دیں۔

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ غیر مسلم محتاج کو دینا جائز ہے۔

ارشاد: جائز ہے مگر صدقات واجبہ جائز نہیں جیسے زکوٰۃ وعشر ونذر۔

واقعہ: ایک مرید کا خط آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ میرے سامنے ایک شخص نے حضرت کو برا کہا تو میں اس سے لڑا جھگڑا اور اس کو خوب برا بھلا کہا اور یہ بھی لکھا تھا کہ اس شخص کی اصلاح کے واسطے دعا فرما دیجئے۔اس پر حضرت نے جواب لکھا تھا کہ تمہیں اس کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔اس پر ایک صاحب

نے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص مرشد کو برا کہے تو اس وقت کیا کرنا چاہئے۔

ارشاد: اس کو روک دے کہ میرے سامنے ایسا تذکرہ مت کرو۔ مجھ کو صدمہ ہوتا ہے پھر اس کی ہمت ان شاء اللہ نہ ہوگی اور اگر صبر نہ ہو سکے اور پوری قدرت ہو اور کسی مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو تو اسی وقت بحفظ حد شرعی جوتے سے ٹھیک کر دے گا اگر قدرت نہ ہو اور وہ روکنے سے نہ رکے تو وہاں سے چلا جائے اور یہ آیت سے ثابت ہے ارشاد ہے:

"وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ"

اس آیت کا حکم عدم قدرت کے زمانہ میں تھا پھر زمانہ قدرت میں دوسرا قانون ہوگیا۔ یعنی ضرب یضرب مگر اس وقت کی حالت کے زیادہ مناسب یہی ہے کہ اس کو یہ اطلاع کر کے چلا جائے کہ میں اس وجہ سے تمہارے پاس نہیں بیٹھتا کہ تم میرے پیر کو برا کہتے ہو۔ لڑے بھڑے نہیں۔ اس برتاؤ سے پیر کی قدر بھی ہوگی کہ پیر کی بھی کیا پاکیزہ تعلیم ہے۔ بس وہاں ہی چلو جہاں انہوں نے تعلیم پائی ہے کہ کیسا صبر و تحمل ان میں آ گیا ہے۔ اس کو کر کے دیکھئے کہ کیا اثر ہوتا ہے مجھے اپنی اس رائے کی تائید ایک قصہ سے ہوتی ہے وہ قصہ یہ ہے کہ ایک یہودی کے پاس حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اپنی زرہ دیکھی آپ نے فرمایا کہ یہ تو میری زرہ ہے۔ اس نے کہا کہ میری ہے۔

چنانچہ قاضی شریح کے یہاں مقدمہ گیا۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے گواہ مانگے آپ نے ایک تو امام حسنؓ اور دوسرے اپنے غلام آزاد کردہ پیش کیا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ حسن کی گواہی تو اس لئے مقبول نہیں کہ وہ آپ کے لڑکے ہیں۔ رہ گئی ایک شہادت تو وہ نصاب شہادت نہیں اور قاضی صاحب نے فیصلہ یہودی کے موافق کر دیا۔ باوجود اس کے حضرت علیؓ جب وہاں سے نکلے تو ہنسی خوشی نکلے ان کے فیصلے پر ذرا بھی ناگواری کے آثار چہرہ وغیرہ پر نہ تھے۔ چیں بہ جبیں تک نہ ہوئے۔ اس پر یہودی نے کہا کہ بیشک جس شخص کی ان کو یہ تعلیم ہے وہ بیشک نبی ہیں اور فوراً ایمان لے آیا۔

فائدہ: قاضی شریح یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتخاب سے قاضی ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ میں مردم شناسی کا مادہ اعلیٰ درجہ کا تھا۔ قاضی شریح کی ذکاوت دیکھئے۔ ایک دفعہ کا قصہ ہے ایک شخص نے دوسرے شخص پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس شخص کو مبلغ ایک ہزار روپیہ فلاں جگہ امانتاً سپرد کئے تھے اب یہ مکرتا ہے اور انکار کرتا ہے۔ قاضی صاحب نے اس سے پوچھا اس نے کہا کہ جھوٹ ہے مدعی سے کہا کہ اس جگہ کو ہاتھ تو لگا آؤ۔ وہ چلا گیا اور مدعا علیہ کو وہیں بٹھالیا۔ تھوڑی دیر میں اچانک اس سے پوچھا کہ ابھی تو وہ اس جگہ نہ پہنچا ہوگا تو وہ کہتا ہے کہ جی ابھی نہیں یہ سن کر قاضی شریح نے مدعا علیہ سے کہا کہ تم کیا جانو اس جگہ کو جب تم معاملہ سے منکر ہو اور جب تم کو وہ جگہ معلوم ہے تو ضرور تمہارے ساتھ روپیہ کا معاملہ ہوا ہے جس کا تم انکار کرتے ہو۔ سچ بتاؤ کیا بات ہے آخر مدعا علیہ نے اقرار کرلیا اور آپ نے اس پر ڈگری کردی۔

ارشاد: مولوی غلام محمد صاحب راندیری مرحوم کہتے ہیں کہ دیور کا لفظ ہمارے یہاں مستعمل ہے بہت برا ور ہندی میں کہتے ہیں شوہر کو اور دے کے معنی ثانی پس دیور کے معنی ہوئے شوہر ثانی۔ بعض جہلاء کے یہاں دیور کو بجائے شوہر کے سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے یہ لفظ قابل تبدیل ہے۔ اسی طرح مجھے سالہ کا لفظ بھی برا معلوم ہوتا ہے۔ پورب میں نسبتی بھائی کہتے ہیں یہ اچھا لفظ ہے جوائیں میں مکروہ لفظ ہے خویش اچھا لفظ ہے۔

داماد بھی ثقیل ہے بعض الفاظ میں کہ لغوی معنیٰ ان کے بہت اچھے اور ہمارے یہاں ان کا استعمال بھی قبیح نہیں مگر بعض جگہ وہ محاورہ میں برے سمجھے جاتے ہیں۔ جیسے مخدومہ کا لفظ کہ اس میں کوئی برائی نہیں پورب میں اس کو نہایت برا سمجھتے ہیں یعنی بمعنی ''مفعولہ'' بعض لفظ غیر فعل میں بولا جانے سے بہت برا ہو جاتا ہے۔ جیسے ایک شخص کے لڑکے کا انتقال ہوگیا تھا کسی نے کہا کہ خدا اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ ایک صاحب سن رہے تھے انہوں نے دل میں کہا کہ مرنے کے موقع پر یہ لفظ کہا کرتے ہیں۔ اتفاق سے ایک شخص کے باپ کا انتقال ہوگیا اور وہ تعزیت کو آئے تو کہتے ہیں

کہ خدا انعم البدل عطاء فرمائے۔اس نے بڑا بُرا مانا کہ میری ماں کو خصم کراتا ہے۔داماد پر ایک قصہ بانی کے ذی حوصلہ ہونے کا یاد آیا یہ شخص تھا تو ذی حوصلہ اور کام کا آدمی اگر دین میں دخل نہ دیتا اور دین کو نہ بگاڑتا)۔ایک شخص کسی حاکم کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں فلاں شخص کا داماد ہوں نوکری کے لئے آیا ہوں۔

صاحب نے بڑی وقعت کی مگر خفیہ اس شخص کو تار دیا کہ فلاں شخص میرے پاس نوکری کے لئے آیا ہے کیا وہ آپ کا واقعی داماد ہے۔اس شخص نے جواب دیا کہ واقعی میرا داماد ہے اس کی رعایت کیجئے چنانچہ وہ نوکر ہو گئے۔مگر یہ خبر نہ ہوئی کہ تار دیا ہے اور اس کا جواب آیا ہے بعد میں ان کو یہ خبر ہوئی تو وہ اس شخص کے پاس آئے اور کہا مجھ سے بڑی گستاخی ہوئی معاف کر دیجئے اس شخص نے بہت دلجوئی کی اور کہا کہ داماد کے یہی معنی نہیں کہ میری پہلے سے کوئی بیٹی ہو اور میں تم کو دے دوں۔بلکہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ جو تمہارے گھر میں سے ہے اس کو اپنی بیٹی سمجھ لوں اگر یہ شخص دینیات میں دخل نہ دیتا تو کام کا شخص تھا۔مگر برا کیا دینیات میں دخیل ہوا یہ کیا جانے تفسیر کو۔

حافظ محمد امیر صاحب تھانوی سے میں نے سنا ہے کہ اس کی تحصیل مقامات حریری اور مختصر المعانی تک ہے ایسا شخص تفسیر لکھنے لگے تو حماقت نہیں اور کیا ہے۔ذہین ضرور تھا مگر طبیعت میں کجی تھی۔آیت میں ہے" اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا "یعنی کافر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کبھی ساحر اور کبھی مسحور کہتے تھے۔ اس شخص کی کجی دیکھئے۔چونکہ اس کا مذہب اہل یورپ کی سائنس تھی اور اہل یورپ سحر کے قائل نہیں ہیں اور اسی بناء پر اس شخص کا عقیدہ ہے کہ جس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر ہونا ثابت ہے وہ غلط ہے تو اس کا غلط ہونا اس شخص نے اس آیت سے ثابت کیا ہے۔کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اس شخص پر کفر کا فتویٰ دیتا ہے جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مسحور کہے۔اور بخاری شریف وغیرہ میں جو مذکور ہے کہ آپ پر سحر کیا گیا تھا اور اس کا اثر آپ پر ہوا اس کے

بارے میں لکھا ہے کہ جو روایت درایت کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں دیکھئے آیت کو کتنا الٹا سمجھا ہے۔ جس کا جواب بالکل سیدھا ہے۔

''اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا'' سے اثبات مسحوریت کا موجب کفر ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا مقصود کرنا مسحوریت میں اس طرح سے کہ نبوت منفی ہو۔ پس یہ انکار نبوت موجب کفر ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تعلیم بطریق نبوت فرماتے تھے وہ لوگ اس کے منکر تھے اور آپ کو ان دعوؤں میں مسحور کہتے ہیں جو کوئی نبوت کا منکر ہو واقعی کافر ہے مگر جہلاء ایسے لغو استدلال کو سن کر کہتے ہیں کہ کیا اچھی بات کہی ہے مگر اہل باطل ایسی ہی گھڑا کرتے ہیں۔

ارشاد: اکثر لوگوں کے عقائد بدعات میں بہت خراب ہو گئے ہیں یہاں تک کہ ان کے عقیدہ میں یہ جما ہوا ہے کہ بزرگ لوگ اللہ میاں کے کام میں سہارا لگاتے ہیں۔ ایک تعزیہ میں عرضی اولاد کے بارہ میں لٹکی ہوئی تھی کہ اے امام حسینؓ مجھ کو لڑکا دید یجئے اور اس کے ساتھ ایک پتلا بھی بنا کر اس میں رکھا تھا گویا نمونہ بتلایا تھا کہ لڑکا ایسا ہو۔ یہ تو ایک جاہل عورت کا فعل تھا مگر تعجب ہے کہ ایک مقام پر ایک تحصیلدار صاحب نے عرضی لٹکائی تھی کہ اے امام حسینؓ لڑکا دیجئے۔ ایک ظریف اس کے نیچے لکھ آئے کہ تمہاری یہ بیوی بانجھ ہے اس سے ہرگز اولاد نہ ہوگی جب تک دوسرا نکاح نہ کرو گے۔ اور شیخ سعدیؒ کا یہ شعر لکھ دیا ۔

زمین شور سنبل برنیارد   درو تخم عمل ضائع مگر داں

اور نیچے لکھ دیا ''راقم امام حسینؓ'' اسی طرح گیارہویں شریف میں عقیدہ ہے واقعات بتلاتے ہیں کہ نہایت فاسد ہیں۔ ایک جگہ دو طالب علموں میں بحث ہو رہی تھی ایک تو یہ کہتے تھے کہ بڑے پیر کی نیاز دلاتے ہیں یہ اضافہ محض لفظوں میں ہے باقی نیت ان کی اس میں یہ ہوتی ہے کہ نیاز تو اللہ کی ہے اور اس کا ثواب فلاں بزرگ کو پہنچ جائے۔ دوسرے کہتے تھے کہ نہیں عقیدہ میں بھی بزرگوں ہی کے نام کی نیاز ہوتی ہے۔

یہی قصہ ہو رہا تھا۔ اتفاق سے ایک بڑھیا آ گئی اور کہا بڑے پیر کی نیاز دیدو۔ جو شخص کہہ رہے تھے کہ عقیدہ میں بھی بزرگوں کی نیاز دی جاتی ہے۔ انہوں نے اس بڑھیا سے کہا کہ یوں کروں کہ نیاز تو دو اللہ کی اور ثواب پہنچاؤں بڑے پیر صاحب کو تو وہ بڑھیا کہتی ہے نہیں۔ اللہ میاں کی نیاز تو میں الگ دلواؤں گی۔ یہ تو بڑے پیر کی نیاز ہے جب انہوں نے اپنے مقابل سے کہا کہ دیکھئے آپ کی بڑھیا آپ کی تاویل کا کس تصریح سے ابطال کر رہی ہے جس میں خلاف کی گنجائش ہی نہیں عوام کے عقیدہ کی کچھ مت پوچھو اور زیادہ عوام الناس ہی ہیں۔ اب ذرا جو کلام کرے وہ وہابی۔ مولوی غوث علی شاہ صاحب کی حکایت سنی ہے کہ کسی نے گیارہویں میں ان کی دعوت کی اور فاتحہ میں بزرگوں کی لمبی فہرست پڑھنی شروع کر دی مولوی صاحب تھے ظریف کہتے ہیں کہ میاں ہمارے نام تو لو کہ بغیر ہمارے ان کو کچھ بھی نہ پہنچے گا۔ (یعنی جب تک ہم نہ کھالیں تب تک ان کو ثواب کہاں پہنچے۔) وہ تو ہمارے محتاج ہیں۔ ایک طالب علم دوسرے طالب علم سے نقل کرتے تھے کہ ایک عورت ان کو فاتحہ کے لئے بلا کر لے گئی۔ کھانا تو تھا ہی اس کے ساتھ افیون۔ چانڈو حقہ وغیرہ بھی تھا۔ جب فاتحہ پڑھنی شروع کی تو اس عورت نے کہا کہ میاں نیچے کو مت دیکھنا مگر طالب علم تھا شوخ نیچے جو دیکھا تو وہ عورت ننگی تھی۔ وہ خفا ہوئی کہ ہم نے تو منع کر دیا تھا۔ آخر وجہ پوچھی تو کہا کہ جیسے مردہ کو اور چیزوں سے رغبت تھی اس سے بھی رغبت تھی کیا حد ہے اس زیادتی کی۔

ایک سب انسپکٹر بیان کرتے تھے کہ میرے یہاں تھانہ میں رپٹ ہوئی کہ میری فاتحہ کوئی شخص چرا لے گیا۔ چنانچہ میں تحقیقات کو گیا۔ معلوم ہوا کہ ایک نلکی میں پیر جی نے فاتحہ بند کر کے دیدی تھی اور روئی کی ڈاٹ لگا دی تھی کہ جب فاتحہ دینا ہو تو اس نلکی کو کھول کر کھانے پر جھاڑ دیا کرو۔ سال بھر کے بعد وہ بدل جاتی تھی۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص فاتحہ وغیرہ کو احتیاط سے کرے جواب میں فرمایا کہ بدون قیود کے کریں اور ایک بات اور قابل غور ہے کہ کھانا سامنے لا کر جو فاتحہ دیتے ہیں یہ عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ کسی

چیز کا ثواب ملنے کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے عمل کریں کہ اس کا ثواب اپنے کو ملے اس کے بعد دعا کریں کہ یا اللہ جو ثواب مجھ کو ملا ہے وہ فلاں کو پہنچا دیجئے۔ اس بناء پر صورت یہ ہونی چاہئے کہ پہلے کھانا مستحقین کو دیدیں کہ ثواب اس کا اپنے کو ہو جائے پھر دعا کریں اللہ میاں میرے دوسرے کی طرف اس کو منتقل فرما دیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ کھانے پر فاتحہ دینے کے کچھ معانی نہیں بلکہ بالکل لغو حرکت ہے۔ ایک شخص نے مجھ سے اسی فاتحہ کو پوچھا تھا۔ میں نے اس کی یہی حقیقت بیان کی اور کہا کہ جب تک آپ نے مساکین کو دیا نہیں تو آپ ثواب کیسے پہنچا سکتے ہیں۔ جب تک آپ نے عمل ہی نہیں کیا اور آپ کو اس کا ثواب حاصل نہیں ہوا تو دوسرے کو کیا پہنچے گا۔ خریدنا پکانا وغیرہ تو عمل نہیں، البتہ مساکین کو دینا عمل ہے اور وہ پایا نہیں گیا اس لئے آپ کو خود ثواب نہیں ملا تو دوسرے کو کیا پہنچے گا۔ یہ سن کر کہنے لگے کہ واقعی بڑی مہمل بات ہے اور میں نے کہا کہ ایک بات اور بھی سمجھئے کہ فاتحہ میں کل کھانا سامنے نہیں رکھتے تھوڑا سا رکھتے ہیں اور اس پر فاتحہ دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنے ہی کھانے کا ثواب مقصود ہے یا کل کا صرف اسی مقدار کا مقصود ہونا تو ان کے نزدیک بھی نہیں اور جب سارے کا ثواب مقصود ہے تو سوال یہ ہے کہ جب وہ سامنے نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ سامنے رکھنا شرط نہیں پھر یہ تھوڑا کھانا کیوں سامنے رکھا گیا کہ اللہ میاں کو نمونہ دکھاتے ہیں۔ یہ تو اور بھی لغو حرکت ہے وہ شخص بولے کہ ہم تو آج سے یہ کام نہ کریں گے یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے۔ میں نے کہا اس میں شک ہی کیا ہے۔

واقعہ: علی گڑھ کالج کا ذکر آ گیا اس کے متعلق فرمایا:

ارشاد: ایک شخص حامی کہنے لگا کہ جتنی شکایتیں علی گڑھ کے متعلق سنی تھیں ان میں سے زیادہ حصہ غلط نکلا وہ لوگ ایسے نہیں جیسی شکایتیں سنی جاتی ہیں۔ میں نے کہا کہ ہماری تمہاری ایک مثال ہے وہ یہ کہ کسی شخص کو خبر پہنچی کہ تمہارا بیٹا سخت بیمار ہے۔ اس کے پاؤں میں تو کانٹا لگا ہوا ہے کمر میں سوئی چبھی ہوئی ہے۔ مکھی نے کاٹ رکھا ہے تمام سر سے پاؤں تک بیمار ہے غرض باپ یہ خبر پا کر پہنچا دیکھا کہ

جن امراض کی خبر ملی تھی ان میں سے ایک بھی نہیں مگر سرسام ہے اب وہ باپ مطمئن ہو کر بیٹھ گیا کہ ذرا سرسام ہی تو ہے اور سنے ہوئے امراض میں سے ایک بھی نہیں۔ یہ خبر نہیں کہ اگر وہ امراض ہوتے تو غنیمت تھا کیونکہ سرسام کہنے کو تو ایک مرض ہے مگر اس کو ہلاک کر کے چھوڑے گا۔ آپ کی مثال اس باپ کی سی ہے جو اس حالت میں مطمئن ہو کر بیٹھ جائے اور تدبیر نہ کرے کیا ایسے باپ کو شفیق کہیں گے اور ہماری مثال شفیق باپ کی سی ہے کہ سرسام کو دیکھ کر گھبرا گیا۔

اسی طرح ہمیں قلق ہوتا ہے اور آپ بے رحم باپ کے مشابہ ہیں کہ مطمئن ہو گئے۔ یہ مانا کہ کالج میں سب کچھ ہے مگر ایک فساد عقیدہ کا مرض ایسا مہلک ہے کہ دیگر امراض کا نہ ہونا کوئی تسلی کی بات نہیں وہاں وعظ بھی ہوا تھا۔ طلباء وعظ سن کر بہت خوش ہوئے بات یہ ہے کہ اگر خیر خواہی مدنظر ہو اور تعصب نہ ہو تو اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔ بعض طلباء کہتے تھے کہ ایسے واعظ نہیں ملے۔ یا تو کافر بنانے والے یا ان کی ہاں ملانے والے ملے۔ دونوں سے نفع نہیں ہوتا۔

جب میرٹھ میں موتمر الانصار کا جلسہ تھا تو ایک مولوی صاحب نے وعظ میں یہ کہا کہ کالج علی گڑھ ملعونین کو پیدا کرتا ہے اور مدرسہ دیوبند مرحومین کو یہ الفاظ سن کر لوگ بہت بھڑ کے اگلے روز جلسہ ہی میں میرے پاس ناظم صاحب بھاگے ہوئے آئے تھے اور قصہ کہا اور درخواست تدارک کی کی۔ میں نے کہا کہ گولی تو ماریں فلاں مولوی صاحب اور ان کو سنبھالوں میں مگر پھر میں کھڑا ہوا اور اس کے متعلق تقریر بیان کی۔ میں نے کہا تعجب ہے کہ فلسفی ہو کر آپ حضرات برا مانتے ہیں۔ ان مولوی صاحب نے گو سخت لفظ استعمال کیا مگر دیکھنا یہ ہے کہ نیت ان کی کیا تھی۔ ان شکایت کرنے والوں میں حکام بھی ہیں اور حکام بھی خوب سمجھتے ہیں کہ کوئی کتنا ہی بڑا مجرم ہو یہ دیکھتے ہیں اس کی نیت کیا تھی۔ اگر نیت اچھی تھی تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں تو یہ قانون بیان کیا گیا۔ دوسرے بات یہ ہے کہ آپ صاحبوں کا مذہب فطرت پرستی ہے اور ظاہر ہے کہ

خدا نے فطرۃً مختلف طبائع بنائے ہیں کوئی سخت ہے کوئی نرم ہے۔

دیکھئے موسیٰ علیہ السلام کا مزاج کیسا تیز تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کیسے نرم مزاج تھے سواگران مولوی صاحب کا مزاج موسیٰ علیہ السلام کا سا ہو تو کیا قباحت ہے باقی ہمارا اصلی مذاق تو یہ ہے کہ ہم آپ کی دل شکنی نہ کریں کیونکہ ہم کو آپ سے کام لینا ہے آپ کام کی جماعت ہیں اسی لئے ہم آپ کے قلب کو شکستہ کرنا نہیں چاہتے۔

سب شگفتہ ہوگئے اور میں نے کہا کہ ان مولوں صاحب کی طرح تو ہم اپنی زبان سے نہ کہیں گے مگر آپ کے انصاف پر چھوڑتے ہیں ذرا دیکھئے کہ آپ کے یہ اعمال ہیں۔ یہ عقائد ہیں۔ آپ سوچئے کہ وہ شخص جس کو حقیقت اسلام سے اتنا بعد ہو آپ اس کو کیا کہیں گے۔ ہم تو اقراری مجرم بنانا چاہتے ہیں بتلایئے ایسے شخص کو کیا کہیں گے ہم فتویٰ نہیں دیتے آپ سے پوچھتے ہیں سب سرنگوں تھے۔ حالانکہ اس سے زیادہ سخت کہہ دیا میں نے یہ بھی کہا کہ آپ دین میں شبہات نکالتے ہیں۔

اور علماء سے پیش کرتے ہیں اور بزعم خود اس طریق سے چاہتے ہیں کہ اصلاح ہو مگر اصلاح و دفع شبہات کا یہ طریق نہیں ہے صحیح طریقہ یہ ہے کہ کم از کم 40دن فراغت کے تجویز کرلیجئے اور جس بزرگ محقق سے آپ کو مناسبت ہو اسی مدت میں اس کے پاس رہئے اور جاتے ہی اپنے شبہات کی ایک فہرست اس کو دیدیجئے اور بولئے نہیں۔ جو کہئے زبان سے نہ کہئے چاہے اس فہرست میں روزمرہ بڑھاتے رہئے اور جو وہ کہے اسے بغور سنا کیجئے اور رات کو غور کیا کیجئے اسی طرح 40روز تک کریں بعد میں اگر کوئی شبہ رہے گا تو کہنا۔ میں زبانی نہیں کہتا بلکہ مشاہدہ کراتا ہوں۔

"البشیر" کے ایڈیٹر صاحب وہاں بیٹھے تھے وہ کہتے تھے کہ میں نے تعلیم جدید والوں سے جو وہاں بیٹھے تھے کہا کہ یہ جو کچھ مولانا نے فرمایا اس میں آپ لوگوں کو کیا شبہ ہے تو وہ بولے کہ اس میں کیا شبہ کریں اس میں تو کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اس معیار میں جنید بغدادیؒ تو نہ بناؤں گا مگر ان شاءاللہ تعالیٰ مسلمان بنادوں گا۔

غرض متفرق طور پر روز روز قیل و قال ٹھیک نہیں۔ ایک دفعہ تو مصلح کو اپنے امراض کی اطلاع کر دو۔ پھر وہ موقع پر خود حل کر دے گا۔ طبیب کو امراض بتلا دو پھر وہ ان امراض میں خود ترتیب کر دے گا کہ سبب کیا ہے اصل کیا ہے فرع کیا ہے۔ کیونکہ شبہات دو قسم کے ہیں مگر ایک قسم اصل اور منشاء ہے۔

دوسری قسم کے لئے یہ طبیب کا کام ہے کہ اصل کا علاج کرے فرع کا علاج خود ہو جائے گا اور جیسے امراض ظاہری میں ترتیب ہوتی ہے اسی طرح امراض باطنی میں ترتیب ہے اصل کا علاج کرنا چاہئے یہ لوگ باتون ہوتے ہیں۔ آتا کون تھا۔ البتہ بعض ان میں سے خط و کتابت رکھتے ہیں۔ اصلی مذاق میرا یہ ہے کہ مجھ کو ان لوگوں سے محبت ہے یہ لوگ برے نہیں کوئی کام لینے والا ہو۔ البتہ پنجاب کے بعضے انگریزی خوانوں کی طرف سے دل دکھانے والے خط آتے ہیں اور کالج علی گڑھ سے ہمیشہ مہذب خطوط آئے، مؤدب لوگ ہیں اور نواب وقار الملک صاحب کے زمانہ میں تو کالج میں دینیات کا بھی اچھا انتظام تھا ان کو دین کی طرف توجہ تھی فقط۔

(ملفوظات 30 رمضان 1336ھ)

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کسی نے چاندی خریدی اور بائع کو نوٹ دیا۔

ارشاد: یہ جائز نہیں اس لئے کہ ثمن مبیع کا دست بدست ہونا شرط ہے اور نوٹ روپیہ نہیں ہے بلکہ یوں کرنا چاہئے کہ پہلے کہیں سے یا خود بائع سے نوٹ کا روپیہ لے لے اور وہ روپیہ قیمت میں دے دے۔

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ خراب دونی وغیرہ آ گئی ان کا چلا دینا جائز ہے یا نہیں۔

ارشاد: جو خرابی سکہ ہی کی ہو وہ سرکاری کارخانوں میں دیدیجئے اور اگر اور کسی کو دیجئے تو ظاہر کر دیجئے کہ ایسی ہے خواہ وہ کم میں لے یا برابر جائز ہے۔ جب آپ نے اس کو دیدی اب وہ چاہے کسی دوسرے کو دھوکہ سے دے یا ظاہر کر کے آپ کے ذمہ کچھ

نہیں اور جو خرابی بعد کی ہو وہ کسی کو بلا اطلاع دینا درست نہیں نہ سرکار کو نہ دوسرے کو۔

واقعہ: بینک میں روپیہ جمع کرانا کیسا ہے اگر سود نہ لے۔

ارشاد: یہ قرض ہے اور بینک اس کو حرام کے کام میں لائیگا اور اس نے اعانت کی ہے اور اعانت علی الحرام۔ حرام ہے مگر اس میں بعض اقوال پر گنجائش ہے کیونکہ ہمارا قصد اعانت کا نہیں۔

سوال: بینک میں جمع کرنے سے نیت امانت کی ہے پھر قرض کہاں ہے۔

جواب: عقود میں نیت معتبر نہیں حقیقت معتبر ہے اور یہاں حقیقت قرض کی پائی جاتی ہے کیونکہ امانت کا ضمان نہیں ہوتا۔ اور یہاں ضمان ہے اس لئے قرض ہی ہوگا۔

واقعہ: ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں

ارشاد: عموماً دارالحرب کے معانی غلطی سے یہ سمجھے جاتے ہیں کہ جہاں حرب واجب ہو سو اس معنی کر تو ہندوستان دارالحرب نہیں کیونکہ یہاں بوجہ معاہدہ کے حرب درست نہیں مگر شرعی اصطلاح میں تعریف دارالحرب کی یہ ہے کہ جہاں پورا تسلط غیر مسلم کا ہو تعریف تو یہی ہے آگے جو کچھ فقہاء نے لکھا ہے وہ امارات ہیں اور ہندوستان میں غیر مسلم کا پورا تسلط ہونا ظاہر ہے مگر چونکہ دارالحرب کے نام سے پہلے غلط معانی کا شبہ ہوتا ہے اس لئے غیر دارالاسلام کہنا اچھا ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں ایک دارالامن دوسرے دارالخوف۔ دارالخوف وہ جہاں مسلمان خوفناک ہوں۔ اور دارالامن وہ ہے جہاں مسلمان خوفناک نہ ہوں۔ سو ہندوستان دارالامن ہے کیونکہ باوجود غیر مسلم کے پورے تسلط کے مسلمان خوفناک نہیں اور حرب بھی درست نہیں کیونکہ باہم معاہدہ ہے۔

اعتراض: شاہ عبدالعزیز صاحبؒ غیر دارالاسلام میں عقد ربوا کو جائز لکھتے ہیں دلیل یہ ہے کہ "لا ربوا بین المسلم والحربی الخ" ل

جواب: میری تحقیق یہ ہے کہ عقد جائز نہیں۔ ہمارے بعض اکابر جائز فرماتے

تھے اس پر مجھ پر اعتراض ہوا تھا کہ آپ نے اپنے بڑوں کی مخالفت کی۔ میں نے جواب دیا کہ یہ مخالفت نہیں خلاف تو جب ہوتا کہ وہ ناجائز کہتے اور میں جائز کہتا۔ میں نے تو احتیاط کو لیا۔ اگر کوئی احتیاط کرے تو ان کا کیا حرج۔ احتیاط تو اور اچھی ہے وہ بھی یہی فرماتے کہ احتیاط پر عمل کرنے میں کیا حرج ہے اور وہ حضرات واجب تو نہیں کہتے کہ لینا ربوا کا ضروری ہے۔ جائز کہتے ہیں میں نے جو رسالہ اس میں لکھا ہے وہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو دکھایا تھا اس کی تعریف کی مگر خلاف مشہور ہونے کے سبب دستخط نہیں فرمائے۔ اس کا نام تحذیر الاخوان فی تحقیق الربوافی الہندوستان ہے۔

ارشاد: مدارس کے لئے چندہ کرنا جس میں طیب ہو جائز ورنہ ناجائز۔ اب یہ حالت ہے کہ دباؤ ڈال، ڈال کر مختلف طریق سے وصول کرتے ہیں بڑے لوگوں کو درمیان میں ڈال کر دباؤ ڈالتے ہیں یہ بالکل ناجائز ہے دلیل اس کی وہ حدیث ہے

الا لا یحل مال امراء مسلم الا بطیب نفس منه.

ارشاد: عربی ہو یا عجمی خاندانی شخص کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ شرافت خاندانی بھی ایک نعمت ہے خدا کی۔

ارشاد: بدعات کی طرف میلان کی وجہ یہ بھی ہے کہ بدعات میں رونق خوب ہے مال خوب کھانے کو ملتے ہیں اور سنت پر عمل کرنے میں سوکھے بیٹھے رہو۔ نفسانی کیفیت بدعات میں ہے اور سنت میں روحانی کیفیت ہے مگر بدعات کی کیفیت تو سب کو محسوس ہے اور سنت کی کیفیت کی عام کو اطلاع نہیں۔ بلکہ بعض اوقات خود اس کو بھی اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ جب تک ادراک لطیف نہ ہو جائے۔ روحانی کیفیت جیسے حضور مع اللہ۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص شیرہ چاٹنے والے کو قند دے تو اس کو اس کے مزہ کا ادراک نہ ہوگا ہاں اس کو اتنی مدت تک پلائے کہ شیرہ کا اثر رفع ہو جائے تو ادراک ہوگا۔

دیوبند کا قصہ ہے کہ ایک صاحب کے یہاں شادی تھی اس میں چمار بھی بیگار میں آئے تھے۔ صاحب خانہ نے حکم دیا کہ کھانا ان کو بھی دیا جائے۔

چنانچہ پلاؤ وغیرہ سب کو دیا گیا۔ خیر ناک مار کر کھالیا کچھ بولے نہیں مگر جب فیرینی کی نوبت آئی تو چمار کیا کہتے ہیں یہ کیا ہے تھوک سا۔ ان کو شیرینی مدرک ہی نہیں ہوئی۔ پس یہی حالت ہے ان لوگوں کی جو کیفیات نفسانیہ کے خوگر ہیں ان کو کیفیات روحانیہ کا ادراک ہے نہیں۔ لوگ نفسانی کیفیتوں کو بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ ایک شخص کا خط آیا تھا کہ حج سے پیشتر رونا آتا تھا۔ حج کے بعد رونا نہیں آتا۔ میں نے جواب لکھا کہ آنکھ کا رونا مقصود نہیں دل کا رونا مقصود ہے اور یہ دل کے رونے کی علامت ہے کہ آپ کو افسوس ہو رہا ہے کہ رونا کیوں نہیں آتا۔ مریض کو بعض وقت اطلاع زوال مرض کی نہیں ہوتی اور طبیب جانتا ہے کہ اب مرض میں کمی ہے اور مریض ضعف ہو جانے سے سمجھتا ہے کہ مرض میں کمی نہیں۔ طبیب اپنی تسلی ڈھونڈتا ہے گو مریض کو تسلی نہ ہو بس پھر امور ہیں کہ مبتدی کو ان کا ادراک نہیں ہوتا اور منتہی کو ادراک ہوتا ہے۔

مولانا گنگوہیؒ کے ایک مرید تھانہ بھون میں تھے وہ ہمیشہ شکایت کیا کرتے تھے کہ یہ نہیں ہوتا وہ نہیں ہوتا۔ مولانا تسلی فرمادیا کرتے وہ میرے پاس آئے میں نے بھی تسلی کر دی ایک روز کہنے لگے کہ مولانا بھی یوں ہی تسلی کر دیتے ہیں میرا گمان بھی ہے کہ جی برا ہونے کے خیال سے فرما دیتے ہیں۔ مگر واقع میں یہ حال اچھا نہیں۔ میں نے کہا توبہ کرو کیا مولانا نعوذ باللہ جھوٹے ہیں۔ کیا شیخ خائن ہوتا ہے کہ برے حال کو اچھا بتلا دے مگر بات یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے تم سمجھتے نہیں۔ اور نہ ابتداء میں مرید سمجھ سکتا ہے چند روز تک تو جس طرح شیخ کہے اس کو تقلیداً ماننا ہی چاہئے۔ پھر وہی تقلید مفضی الی التحقیق ہو جاتی ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے استاد بچہ سے کہے کہ کہہ الف۔

تو اس صورت میں دلیل کا مطالبہ نہ کرے کہ کاہے سے معلوم ہوا کہ یہ الف ہے اور یہ بے ہے۔ بلکہ محض تقلید کرے پھر بعد چندے کے اس کو ایسا یقین ہو جائے گا۔ الف کے الف ہونے کا کہ اگر سارا جہان بھی الف کو بے کہے تو وہ یقین نہ کرے گا۔ بلکہ اب عام طور سے لوگ اس میں مبتلا ہیں کہ شیخ اگر کچھ کہے تو اس میں قیل وقال

نکالتے ہیں۔ حالانکہ یوں چاہئے کہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے مان لیں۔ ''قلندرانچہ گوید دیدہ گوید'' اور ماننے کا مطلب یہ ہے کہ رَد نہ کرے اور راز اس میں یہ ہے کہ اس طریق (سلوک) میں بڑی شرط ہے مناسبت اور مناسبت دلائل سمجھنے سے نہیں ہوتی بلکہ عمل سے ہوتی ہے۔ جب مناسبت ہوگئی تو فن کو سمجھنے لگے اور اگر حجتیں کرے گا تو حقیقت سے دور ہوتا جائے گا جیسے ایک حافظ جی کا قصہ ٹیڑھی کھیر کا ہے وہ یہ کہ ایک حافظ جی نابینا تھے۔ ان کی ایک شخص نے دعوت کی۔ کہنے لگے کہ کیا کھلائیگا۔ اس نے کہا کہ کھیر حافظ جی نے پوچھا کھیر کیسی ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ سفید۔ کہنے لگے سفید کسے کہتے ہیں اس نے کہا کہ جیسے بگلا۔ کہا بگلا کیسا ہوتا ہے اب وہ سمجھائے کیسے۔ اس نے سامنے بیٹھ کر اور ہاتھ موڑ کر سامنے کو کر دیا۔

حافظ جی نے ہاتھ سے ٹٹول کر کہا بھائی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے حلق سے کیسے اترے گی تو دیکھئے مناسبت نہ ہونے کی حالت میں جتنی قیل وقال کی حقیقت سے دور پڑتے گئے۔ حافظ جی کو چاہئے تھا کہ حجت نہ کرتے کھا لیتے۔

مزہ آنے پر خود سمجھ میں آجاتا۔ حضرت حاجی صاحبؒ بہت ناخوش ہوتے تھے جو جھک جھک کرتا تھا فرماتے تھے۔ یہ کام تو کرنے کا ہے پھر خود معلوم ہو جائے گا۔ اس وقت حضرت کا فرمانا یوں ہی معلوم ہوتا تھا مگر اب قدر معلوم ہوتی ہے۔

واقعہ: ایک شخص نے دریافت کیا کہ وقار وتکبر میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: کہاں تکبر کہاں وقار۔ تکبر کہتے ہیں اپنے کو بڑا سمجھنا۔ وقار کے معنی ہیں کہ ایسی حرکتیں نہ کرنا جو واقع میں خفیف ہوں اور وقار میں یہ نہیں کہ اوروں کو کمتر سمجھئے بلکہ وقار تواضع کا شعبہ ہے جس قدر انکسار بڑھتا جائے گا۔ سکون وسکوت کی شان بڑھتی جائے گی۔ تواضع کے لئے وقار لازم ہے اور تواضع تکبر کی ضد ہے۔

ارشاد: رجاء وہ معتبر ہے جس میں اسباب بھی جمع ہوں اور جس میں وہ اسباب جمع نہ ہوں وہ غرور ہے مثلاً جو شخص کھیتی کرنا چاہے اور اس کے تمام اسباب کو جمع

کر کے پھر امیدوار ہو کہ حق تعالیٰ مجھ کو غلہ دیں گے تو یہ غرور ہے۔ بعض اہل لطائف نے بیان کیا ہے کہ رجاء مستلزم ہے عمل کو اگر عمل نہ ہو تو رجاء کا تحقق ہی نہ ہوگا۔

ارشاد: جو شخص حق پر ہو تو اس میں بھی لوگوں کی دو حالتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس کو نعمت سمجھ کر اس پر شکر کرے یہ تو مطلوب ہے۔ اور ایک یہ کہ اس پر ناز ہو یہ جہل ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے مثلاً ایک شے ہے کہ وہ شخص اس پر قابض ہیں۔ مگر ایک تو مالک ہے اور دوسرا محض تحویلدار سو مالک تو ناز کر سکتا ہے مگر تحویلدار نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کو تو یہ اندیشہ لگا رہے گا کہ کہیں مجھ سے چھین نہ لے پس اسی طرح اگر کسی نعمت پر بندہ میں خوف کی کیفیت ہے کہ کہیں مالک اس نعمت کو سلب نہ کر لے تو یہ شکر ہے کہ یوں سمجھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے ورنہ کبر ہے پھر امور سوچنے کے متعلق ہیں۔......... اول وہلہ میں سمجھ نہیں آتے۔ عارفین کی حالت ایسے مواقع میں دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔

ایک شخص حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ فلاں شخص فلاں کام شرک کا کر رہا ہے اور اس نے یہ بنظر تحقیر کہا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ میاں بیٹھ بھی جس وقت اپنی حقیقت کھلے گی تو سب بھول جاؤ گے اور اپنے کو کافر سے بھی بدتر سمجھو گے۔ دوسرے کے عیوب کی طرف نظر ہی نہ ہوگی۔ بات یہ ہے کہ حال کی چیز قال سے سمجھ میں نہیں آتی جب حال کے درجہ میں آئے تو سمجھ میں آئے۔ اہل حق کو اہل باطل پر ترفع بیشک ہے مگر ان کو ترساں ولرزاں رہنا چاہئے اور ان کو حقیر اور اپنے کو بڑا نہ سمجھنا چاہئے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شہزادہ نے جرم کیا اور وہ سزائے بید کا مستحق ہوا بادشاہ نے بھنگی کو حکم دیا کہ اس کے بید لگائے دیکھئے کہ وہ بھنگی باوجود بید لگانے کے اپنے کو حقیر اور شہزادہ کو بڑا سمجھتا ہے اور اس کی اہانت نہیں کرتا۔ بھنگی کو اپنی بڑائی کا گمان بھی نہیں ہوتا اور کیوں نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ میں بھنگی ہوں اور ڈرتا ہے کہ اگر سیاست کے ساتھ شہزادہ کی اہانت کروں گا تو بادشاہ معلوم نہیں کیا کچھ کر ڈالے اسی طرح اہل حق کو چاہئے کہ ترساں اور لرزاں رہیں اہل باطل کو حقیر اور اپنے کو بڑا نہ سمجھیں۔

ارشاد: انبیاء کے علوم میں سے ایک علم امثلہ بھی ہے جو عارفین کو بھی مرحمت ہوتا ہے اس لئے احادیث میں امثلہ بہت ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ یہاں بیان کرتا ہوں۔ ایک ملحد نے آپ سے سوال کیا کہ انسان میں اختیار و جبر کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ آپ نے ڈیڑھ بات میں اس کو سمجھا دیا۔

وہ کھڑا تھا اس سے کہا کہ اپنا ایک پاؤں اٹھاؤ اس نے اٹھالیا آپ نے فرمایا کہ دوسرا بھی اٹھاؤ وہ نہیں اٹھا سکا۔ آپ نے فرمایا کہ بس اتنا مجبور ہے اور اتنا مختار۔ اختیار بھی ہے اور جبر بھی ہے آپ نے کیسا مثال سے آسان کر دیا۔ ایک اور ملحد نے آپ سے سوال کیا تھا معاد کے بارے میں جسکا وہ منکر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کم از کم حشر اجساد محتمل تو ہے تو احوط بھی ہے کہ اس کے وقوع کا اعتقاد رکھیں کیونکہ اگر حشر نہ ہوا اور ہم اس کے قائل رہے تب تو کوئی پوچھنے والا نہیں کہ اس کے کیوں قائل ہوئے تھے اور اگر حشر ہوا اور تم منکر ہوئے تو پھر باز پرس ہوگی اسی کو کسی نے نظم بھی کر دیا۔

قال المنجم والطیب کلاھما لا یحشر الاجساد قلت الیکما
ان صح قولکما فلست بخاسر او صح قولی فالخسار علیکما

بزرگوں کے علوم یہ تھے کہ ان کی نظر حقائق پر تھی وہ یہ چاہتے تھے کہ مخاطب کو کسی طرح نفع ہو اپنے کو بڑھانا منظور نہ تھا جیسے آج کل بلا پھیلی ہوئی ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ عید کے دن "عید مبارک" جو ملنے کے وقت کہتے ہیں اور مصافحہ کرنا کیسا ہے۔

ارشاد: عید مبارک کہنا درست ہے فقہاء نے لکھا ہے باقی مصافحہ سو اول ملاقات کے وقت تو اتفاقاً (باتفاق علماء) اور وداع کے وقت اختلافاً (باختلاف علماء) مشروع ہے اور عید کا مصافحہ ان دونوں سے الگ ہے اس لئے بدعت ہے اور معانقہ اور بھی قبیح۔ لوگوں کی پھر حالت ہے کہ نماز عید سے پیشتر تو باتیں کر رہے تھے نماز ختم ہوئی اور مصافحہ کرنے لگے۔

ارشاد: یہ مشغلہ رکھنا کہ فلاں مخالف یا موافق بیہودگی ہے حق تعالیٰ سے معاملہ صحیح ہونا چاہئے۔

ارشاد: مثنوی میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک کہتے ہیں۔ ابوجہل نے گستاخی شروع کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک کہتا ہے اور فرمایا کہ میں آئینہ ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی صورت اس میں نظر آئی اور ابوجہل کو اپنی، میں صورت میں دونوں کے ادراک سے عالی ہوں۔

واقعہ: یہ ذکر تھا کہ بعض لوگ لکھنؤ میں حضرت کو برائی سے یاد کرتے ہیں گو کہ ظاہر میں اچھے بنے ہوئے ہیں اور حضرت کے سامنے کچھ نہیں کہتے اور خطوط میں لکھ لکھ کر بھیجتے ہیں کہ ہم آپ کے خلاف نہیں ہیں۔

ارشاد: آدمی اپنی حقیقت میں غور کیا کرے اور سوچا کرے کہ جو برائیاں لوگ کر رہے ہیں۔ میں تو اس سے بھی زیادہ برا ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اصل عیوب کو چھپالیا۔ میرے عیوب تو اس سے بھی زیادہ تھے۔ پھر برا کیوں مانے۔ جیسے کوئی اندھے کو کانا کہہ دے تو اس کو شکر گزار ہونا چاہئے۔ اگر خوش بھی نہ ہو تو اس اہتمام میں تو نہ پڑے کہ مجھے کیوں برا کہا۔ اور کون کون اس میں شامل تھا اور کیا مبنی ہوا برا کہنے کا اور اس کا دفعیہ کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایک شخص نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے ایک رسالہ کا رَد لکھا تھا اور اس میں آپ کی تکفیر بھی لکھی تھی۔ مولانا کے بعض خواص نے اس کا جواب لکھا اور تکفیر کے جواب میں ایک قطعہ لکھا وہ نہایت مہذب و نرم تھا۔ مگر حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اس کی بھی اصلاح فرمائی وہ قطعہ یہ تھا ۔

مرا کافر اگر گفتی غمے نیست چراغ کذب رانبود فروغے
مسلمانت بخوانم درجوابش دروغے راجزا باشد دروغے

حضرت مولانا نے سن نے سن کر فرمایا کہ یہ تو خاصی تکفیر ہوگئی ہم مسلمانوں کی تکفیر نہیں کرتے اور اس کے درمیان میں دو مصرع اضافہ فرمائے اس طرح سے

مرا کافر اگر گفتی غمے نیست　　چراغ کذب رانبود فروغے
مسلمانت بخوانم درجوابش　　وہم شیرت بجائے تلخ دوغے
اگر خود مومنی فبہا وگرنہ!　　دروغے راجزا باشد دروغے

ہمارے بزرگوں نے مدتوں قادیانی کی تکفیر نہیں کی اس کے اقوال کی تاویلیں کرتے رہے مگر جب حد سے بڑھ گیا تو تکفیر کی۔ مثلاً اس نے دعویٰ کیا کہ میں نبی ہوں۔ ابتداء میں محض الہام کا مدعی تھا گو اس میں بعض مضامین بہت موحش تھے مثلاً یہ الہام کہ ''یا احمد یتم اسمک ولا یتم اسمی'' بعض علماء نے تکفیر کی تھی اور وہ علماء مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں بھی آئے تھے اور آپ سے اس معاملہ میں عرض کیا تھا۔ مگر آپ نے تکفیر سے انکار فرمایا۔ اس بناء پر کہ ان اقوال میں تاویل ہوسکتی ہے۔

چنانچہ ہمارے اکابر نے اس الہام کی یہ تاویل کی تھی کہ تمام کے معانی یہاں کمال کے نہیں بلکہ اختتام اور انقطاع کے ہیں اور حضرات کے مشرب یہ تھا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو کسی نے کافر کہا تھا۔ آپ نے خبر سن کر فوراً یہ پڑھا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ''

اور فرمایا کہ اگر میں ایسا ہی تھا مگر اب تو نہیں اور یہی دلیل ہے کامل مسلمان ہونے کی۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے سامنے میں نے ایک صوفی کا قول اس کا کفر ظاہر کرنے کو نقل کیا وہ قول یہ تھا کہ ایک صوفی نے اپنے مرید سے کہا کہ تم خدا کو جانتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں حذا کو کیا جانوں میں تو آپ ہی کو جانتا ہوں۔ مولانا نے اس کی بھی تاویل فرمائی کہ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خدا کو پورے طور سے کون جان سکتا ہے۔ بشر البتہ بشر کو پہچان سکتا ہے۔ حالانکہ ہمارے حضرات شرک وبدعات کے اکھاڑنے والے تھے مگر اتنی احتیاط تھی کسی کو تکفیر میں اسی طرح آئمہ سابقین کو دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات کتنی احتیاط کرتے تھے۔

چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں ذکر ہوا کہ ایک شخص یوں کہتا ہے کہ جہنم میں کوئی کافر نہ جائے گا۔ ایسے شخص کو کیا کہیں گے آپ نے شاگردوں سے کہا کہ تم بتلاؤ انہوں نے کہا کہ ایسا شخص نصوص قطعیہ کا منکر ہے۔ اس لئے کافر ہے آپ نے فرمایا کہ کیا اس کی تاویل نہیں ہوسکتی وہ یہ کافر سے مراد کافر شرعی نہیں بلکہ کافر لغوی ہے۔ چونکہ وہ لوگ جہنم میں جانے سے پہلے تمام امور کی تصدیق معتبر نہ ہوگی تو پھر وہ منکر ہو کر جہنم میں کہاں گئے۔ بلکہ مقرر ہو کر گئے۔ یہ طرز تھا بزرگوں گا۔ جس وقت قادیانی کے بارہ میں بعض علماء پنجاب مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے اس کے اقوال نقل کر کے گفتگو کرر ہے تھے تو مولانا ان کی تاویلیں فرمار ہے تھے۔ جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو بطور ظرافت فرمایا کہ ارے میاں جہاں ہندوستان میں پانچ کروڑ مسلمان ہیں ایک وہ بھی سہی ان علماء نے کہا کہ نہیں حضرت تکفیر ہی میں مصلحت ہے اس وقت مولانا کو جوش ہوا۔ فرمایا جب مسلمان ہی کی تکفیر کرنا ہے تو اچھا تمہاری ہی کیوں نہ کی جائے جو تم ایک مسلمان کی تکفیر کے درپے ہورہے ہو۔ ان علماء نے آپس میں کہا کہ اس وقت مولانا کو جوش ہے آئندہ چل کر خود ہی اس کو کافر کہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب وہ حد سے بڑھ گیا اور تاویل کی گنجائش نہ رہی تو آخر فتویٰ دیا۔

غرض یہ احتیاط تھی کہ کسی کی تکفیر کرتے تھے نہ اپنی تکفیر سے برا مانتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ جتنا رتبہ بڑھتا جاتا ہے جہلاء انکار کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ کتابوں میں لکھا ہے لا یکون الرجل صدیقا حتی یشھد علیہ سبعون صدیقا، انہ زندیقا یعنی آدمی صدیق نہیں بنتا تا وقتیکہ ستر صدیق اس کو زندیق نہ کہنے لگیں۔ یعنی ایسے مرتبہ کو پہنچ جائے کہ مدعی صدق بھی نہ کہ حقیقی صدیق اس کی بات کو نہ پہنچیں اور اس وجہ سے اس کو زندیق کہنے لگیں۔

ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحبؒ کی تکفیر کی تھی۔ حالانکہ حضرت حاجی صاحبؒ ایسے مغلوب الحال بھی نہ تھے جو یہ احتمال ہو کہ غلبہ حال میں کوئی بات خلاف شرع منہ سے نکل گئی ہوگی۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا کہ اگر میں عند اللہ مومن ہوں تو

سارے جہان کی تکفیر مضر نہیں اور اگر عند اللہ کافر ہوں تو سارے جہان کا مومن کہنا مفید نہیں۔ مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ یزید پر لعنت کرنا کیسا۔ میں نے کہا کہ ہاں اس شخص کو جائز ہے جس کو یہ یقین ہو جائے کہ میں اس سے بہتر ہو کر مروں گا۔ اس نے کہا کہ یہ مرنے کے قبل کیسے ہوسکتا ہے۔ میں نے کہا تو بس مرنے کے بعد جائز ہوگا ورنہ جب تک خاتمہ نہ ہولے اس وقت تک تو یہ حالت ہے۔ شعر۔

گہہ رشک برو فرشتہ برپا کی ما　　گہہ خندہ زند دیوز ناپاکی ما
ایماں چو سلامت بہ لب گور بریم　　احسنت بریں چستی و چالاکی ما

ہماری مثال ایسی ہے جیسے کسی کا مقدمہ پیش ہو رہا ہے اور کچھ خبر نہیں کہ انجام کیا ہوگا۔ وہ شخص اپنے زعم میں سمجھ رہا ہے کہ ہم پر جرم عائد نہیں ہوتا کیا خبر ہے کہ وہ زعم حاکم کے روبرو صحیح ثابت ہوگا۔ یا غلط چنانچہ اللہ تعالیٰ خود مجرمین کو جتلائیں گے۔

فاتخذ تموھم سخریا حتی انسوکم ذکری وکنتم منھم تضحکون انی جزیتھم الیوم بما صبروا انھم ھم الفائزون.

اور اس سے اور بات بھی معلوم ہوئی کہ اس میں عباد مقبولین کا فعل صبر فرمایا انتقموا نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ کسی کی ایذا پر صبر کرنا چاہئے نہ کہ انتقام۔

ایک شخص نے میرے پاس لکھا تھا کہ ایک شخص نے آپ کو گالیاں دیں میں نے اس کو خوب برا بھلا کہا۔ آپ دعا کیجئے کہ اس شخص کی اصلاح ہو جائے میں نے جواب میں لکھا کہ آپ پہلے اپنی اصلاح کیجئے کہ آپ نے برا بھلا کہا میں نہیں چاہتا کہ میرے بارے میں دو فرقے ہوں اس عمل سے تو دو فرقے ہو جائیں گے۔ ایک برا کہنے والا اور ایک بھلا کہنے والا۔ پھر دونوں میں خوب لڑائی ہوگی۔ فرقہ بندی ہوگی۔ اس سے تو ہم توبہ توبہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے درجہ میں ہو گئے کہ ان کے بارہ میں دو فرقے ہیں نبی کا انکار تو بیشک کفر ہے اور صحابہ وغیرہم کا انکار فسق ہے۔ باقی جس کی کشتی خود ہی ڈانواں ڈول ہے اس کے لئے مجلس بنانا کتنی حماقت ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ حدیث میں ہے ''لا عدوی'' یعنی مرض کا تعدیہ نہیں ہوتا اس کے کیا معنی ہیں کیا تعدیہ بالکل منفی ہے۔

ارشاد: دو حدیثیں ہیں ایک تو لا عدویٰ [۱] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعدیہ امراض کا نہیں ہوتا اور دوسری حدیث ہے ''فرمن المجذوم کما تفرمن الاسد'' [۱] کہ جذامی سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ یہ ابن ماجہ کی روایت میں ہے اس سے ظاہراً بعض امراض کا تعدیہ معلوم ہوتا ہے۔ یہاں دو وجہ تطبیق کی ہیں بعض تو عدوی کے قائل ہوئے ہیں کہ امراض میں تعدیہ ہوتا ہے اور لا عدوی میں تاویل کی ہے وہ یہ کہ امراض کی ذات میں تعدیہ نہیں۔ جیسے کہ اہل سائنس بالذات تعدیہ کے قائل ہیں کہ امراض کی ذات میں تعدیہ ہے لا عدوی میں اس کی نفی ہوتی ہے باقی جہاں خدا تعالیٰ کا حکم تعدیہ کا ہوتا ہے۔ وہاں تعدیہ ہو جاتا ہے اور بعض نے لا عدوی کو مطلق کہا ہے۔ کہ تعدیہ بالکل ہوتا ہی نہیں۔ باقی مجذوم والی حدیث میں جو بچنے کو فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے پاس جانے والے کو اگر اتفاق سے یہ مرض ہو گیا۔

تو وہ یہی سمجھے گا کہ مجھ کو اس سے بیماری لگ گئی اس اعتقاد سے بچنے کے لئے آپ نے اختلاط سے منع فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بعض نے لا عدوی میں تاویل کی ہے اور بعض نے مجذوم والی حدیث میں۔ مگر اقرب یہ ہے کہ تعدیہ ہوتا ہے مگر باذن الٰہی ہوتا ہے اور بلا اذن نہیں۔ چنانچہ بریلی میں ایک بنگالی ہندو کا قصہ ہے کہ اس کا لڑکا مبتلائے طاعون ہوا۔ وہ ہندو برابر اس کے پاس لیٹتا تھا۔ اس کا سانس اس پر آتا تھا۔ وہ لڑکا مر گیا۔ اس کو اس قدر صدمہ ہوا کہ اپنی زندگی بار معلوم ہونے لگی اسی لئے قصداً اس کی استعمالی چیزوں کو خوب استعمال کرتا تھا کہ میں بھی مر جاؤں مگر نہیں مرا۔

بتلایئے اگر تعدیہ بالذات ہوتا تو وہ کیوں بچتا۔ اسی طرح اگر تعدیہ بالذات مانا جائے تو اگر کسی جگہ بیماری ہو تو قصبہ میں سے ایک بھی نہ بچے۔ وہاں کون چیز مانع ہے

ایک شفیق طبیب تھے جنہوں نے طاعونیوں کا علاج اس طرح کیا کہ دوا اپنے ہاتھ سے بناتے اور پلاتے تھے ان کو گود میں لے کر بیٹھتے کہتے تھے کہ ان کے 63 مریضوں میں سے 53 صحت یاب ہوئے۔ ان میں بعض مریض اس قدر تیز مادہ کے تھے کہ انہوں نے ایک مریض کی نبض پر ہاتھ رکھا تو انگلی میں آبلہ پڑ گیا مگر ان کا کان بھی گرم نہ ہوا۔ غرض بالذات خاصیت تو تعدیہ کی اس میں نہیں۔

البتہ اسباب ظنیہ کے درجہ میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے متاثر نہ ہونے کا مدار قوت وضعف قلب پر ہے۔ ضعیف القلب پر اثر زیادہ ہوتا ہے اس کے متعلق ایک مسئلہ یہ ہے کہ جس بستی میں مرض ہو اس کو چھوڑ کر چلے جانا جائز نہیں۔ ہاں اسی بستی میں اس مکان میں سے دوسرے میں چلے جانا جائز ہے ایک دقیق فرع اس کی یہ بھی ہے کہ اگر ساری بستی والے کہیں چلے جائیں ایک بھی وہاں نہ رہے تو جائز ہے باقی یہ جائز نہیں کہ بعض چلے جائیں اور بعض وہیں رہیں اور حکمت اس میں یہ ہے کہ بعض کے چلے جانے سے باقی ماندوں کی دل شکنی واضاعت حق ہوتا ہے کہ مریضوں کی تیمارداری کون کرے گا۔ حقیقی ہمدردی یہ ہے جو اس مسئلہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ باقی لیڈر و یڈر لوگوں کی ہمدردی صرف باتیں ہی باتیں ہیں وہ تو ہمدردی ہے ان کی تہذیب تہذیب نہیں۔ تعذیب ہے اطباء اور ڈاکٹروں کا یہ حال ہے کہ وہ کسی کو دیکھنے جاتے ہیں تو دور کھڑے رہتے ہیں۔ اس صورت میں مریض کی کیسی دل شکنی ہوگی وہ سمجھے گا کہ اس مرض کی وجہ سے پرہیز کرر ہے ہیں اس کا دل کیسا ٹوٹے گا کہ جب یہ ایسا سخت ہے تو میں کیا بچوں گا۔

ایک سب انسپکٹر مجھ سے ایک مقام کا ذکر کرتے تھے کہ ایک امیر زادہ مرض طاعون میں مبتلا ہوا۔ اس کے گھر والے اس کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے۔ وہ لڑکا مر گیا تو مرنے کی خبر آئی اور تجہیز وتکفین کا سامان شروع کیا محلہ کے غرباء نے کہا کہ چونکہ یہ ہمارا دینی بھائی ہے اس لئے ہم اس کی تجہیز وتکفین خود کریں گے آپ ہاتھ نہ لگایئے آپ وہی تو ہیں جو اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔

مئو میں ایک جماعت نے اپنے ذمہ طاعون والوں کی خدمت اور ان کا کفن دفن کرنا لیا تھا۔ چنانچہ ان کا کان بھی گرم نہ ہوا۔ یہ بھی اور عدم تعدیہ کی دلیل ہے سچی بات ہے۔

نبارد ہوا تانہ گوئی ببار زمیں نادر وتانہ گوئی بیار

مولانا فرماتے ہیں شعر۔

خاک و باد آب و آتش بندہ اند بامن وتو مردہ باحق زندہ اند

مولانا نے ایک طویل حکایت لکھی ہے اس میں یہ بھی ایک جزو ہے کہ ایک بچہ کو کفار نے آگ میں ڈال دیا اور وہ نہیں جلا بلکہ اوروں کو بلانے لگا لوگ گرنے لگے اور جلتے نہ تھے غصہ ہو کر بادشاہ نے آگ کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا تو آگ نہیں رہی خدا نے اس کو ناطق بنا دیا اور وہ کہنے لگی۔

گفت آتش من ہما نم آتشم اندر آتا توبہ بینی تابشم

خورجہ میں ابھی قصہ ہوا۔ ایک عامل آئے تھے وہ آگ میں کو نکل گئے ابھی اس کا مشاہدہ کثیر التعداد لوگوں کو ہوا۔ وہ کامل بھی نہ تھے بلکہ عامل تھے بتلایئے کہ خاصیت طبعی آگ کی کہاں چلی گئی جیسا کہ اہل سائنس کہتے ہیں کہ خاصیت طبعی جا نہیں سکتی۔ بات یہ ہے کہ سب اذن سے ہوتا ہے اور مسلمان کے ساتھ تو ایسا معاملہ ہوتا ہے کہ آگ کی خاصیت ظاہر نہ ہو۔ عجیب نہیں رنجیت سنگھ کا قصہ ہے کہ مع فوج کے جا رہا تھا۔ درمیان میں دریائے اٹک پڑا۔ کشتی تھی نہیں لوگوں نے کہا کہ ایک دریا ہے اس نے جواب دیا کہ جس کے دل میں اٹک اس کے لئے اٹک ہے۔ اور گھوڑا ڈال دیا گھوڑوں کے سم کے سوا اور کچھ بھیگا تک نہیں حالانکہ ثقیل چیزوں کا میلان مرکز کی طرف ہے چاہیئے تھا کہ نیچے کو جاتے۔ بس ان کو خدا پر اعتماد ہوا۔ خدا نے پار اتار دیا۔ سیر کی کتابوں میں ابن العلاء حضرمی کا قصہ مذکور ہے حضرت خلیفہ اول نے ان سے کہہ دیا تھا کہ راستہ میں توقف مت کرنا۔ ایک موقع پر پہنچے کہ وہاں سمندر حائل تھا حالانکہ

مطلب خلیفہ کا یہ تھا کہ آرام کے لئے توقف مت کرنا نہ یہ کہ سمندر ہو جب بھی توقف نہ کرنا۔ پس عبور کا عزم بالجزم کرلیا اور دعا کی کہ موسیٰ علیہ السلام کو رستہ ملا تھا۔ ہم غلامان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے اللہ! ہم کو رستہ ملے اور بسم اللہ کر کے گھوڑا ڈال دیا اور اتر گئے۔ سینکڑوں جگہ سائنس کے خلاف ہوتا ہے اب رہا یہ شبہ کہ کفار کے لئے ایسا کیوں ہوتا ہے تو بات یہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہو سکتی ہے یہ تو مسلم ہے اسی طرح ان کا توکل بھی موثر ہو سکتا ہے۔ غرض جیسے دعا قبول ہوتی ہے اسی طرح توکل بھی نافع ہو سکتا ہے بلکہ کافر کی بعض دعا تو ایسی قبول ہوئی ہے کہ مسلم کی بھی کبھی نہیں ہوئی اور وہ دعا ہے ابلیس کی ''اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ'' اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قرآن کریم میں تو ہے وَمَا دُعٰٓؤُ الْکٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ کیونکہ یہ آخرت کے بارے میں ہے نہ کہ دنیا کے بارے میں اور دنیا کے بارے میں تو ابھی ذکر ہوا کہ شیطان سے زیادہ کون کافر ہوگا اور دعا بھی کیسی اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ مگر پھر بھی کیسے قبول ہوئی بات یہ ہے کہ انا عند ظن عبدی بی انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ جیسا ظن کر لیتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ پورا فرما دیتے ہیں۔ بت پرستوں تک کی بھی حاجت پوری ہوتی ہیں چونکہ ان کو خدا تعالیٰ سے یہی گمان ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا کے منکر بھی نہیں مجھ کو پہلے بحث مباحثہ کا شوق تھا ایک دفعہ تھانہ بھون میں ایک بت پرست مل گیا۔ میں نے کہا کہ تم بتوں کی عبادت کرتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہم عبادت تو خدا کی کرتے ہیں مگر خیال کو متوجہ کرنے کے لئے بتوں کو سامنے رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان لوگوں کا اصل مذہب یہی ہو۔ جو اس شخص نے بیان کیا مگر اب کے ہندوؤں کا خیال ایسا نہیں اب تو بتوں کو معبود ہی سمجھتے ہیں۔ جیسے مشرکین عرب غیر اللہ کو معبود قرار دیتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کو معبود بالذات اور دوسروں کو معبود بالعرض قرار دیتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ تمہارے کتنے معبود ہیں اس نے کہا 7، ایک آسمان میں اور 6 زمین میں آپ نے پوچھا کہ

بڑے کاموں کے لئے کس کو تجویز کیا ہے جواب دیا کہ آسمان والے کو غرض مشرک بھی اصالتاً خدا ہی سے مانگتے ہیں اور اس مانگنے میں ایک خاص گمان رکھتے ہیں۔ بس خدا تعالیٰ ہر ایک کے گمان کے موافق اسی طریقے سے دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ لوگ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتے ہیں اور وہ پھر دیتے ہیں۔ کیا چوروں کو نہیں ملتا۔ ان کا یہی گمان ہے کہ ہمیں چوری کر کے ملے گا۔ لہٰذا ان کو اس طریقہ سے ملتا ہے۔ رنڈیوں کا گمان ہے کہ ہمیں اسی طریقہ سے ملتا ہے اس واسطے ان کو اسی صورت سے ملتا ہے۔ اگر اپنے پیشے کو چھوڑ دیں اور گمان کریں کہ اب اور طریقہ سے ملے گا تو اور طریقہ سے ملے گا اور طریقے سے ملنے لگے گا۔ اسباب و ذرائع گویا زنبیل ہیں۔ کوئی توکل کی زنبیل لئے ہوئے ہے۔ کوئی طبابت کی زنبیل لئے کوئی تجارت کی زنبیل لئے بیٹھا ہے کوئی چوری وغیرہ کی زنبیل۔ گو قبیح ہو مگر بعض کو اس قبیح کے سبب بھی روزی حلال ملی ہے جیسے نجار، لوہار، معمار، پاسبان کہ ان کو چوری کے سبب معاش حلال ملتی ہے اگر چوری نہ ہوئی ان لوگوں کی چنداں حاجت نہ ہوتی۔ سو قبیح چیزیں بھی نفع سے خالی نہیں۔

مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ کوئی چیز ایسی قبیح نہیں جس میں کوئی حکمت نہ ہو۔ چنانچہ چوری میں بھی نفع ہے پولیس رکھی جاتی ہے۔ ہزاروں آدمی ملازم ہیں قفل ہزاروں بنائے جاتے ہیں ۔

"کفر ہم نسبت بخالق حکمت است"

یہ زنبیل اس طرح تقسیم ہوئی کہ ہر ایک کو گمان کے موافق ایک ایک زنبیل میں روزی ملتی ہے بس خیال بڑی چیز ہے اور یہاں تک اس کا اثر ہے کہ ساحروں کے سحر جو چلتے ہیں وہاں بھی قوت خیالیہ کا اثر ہے۔ الفاظ میں کچھ تھوڑا ہی رکھا ہے الفاظ تقویت خیال کے لئے ہوتے ہیں۔ باقی اثر خیال سے ہی ہوتا ہے چنانچہ جاہل کو تصنیف کر کے الفاظ بتلا دیجئے کہ وہ یہ سمجھے کہ ان الفاظ سے اثر ہوگا تو ان ہی میں اثر ہوگا۔ بچھو کا زہر اتر جائے گا۔ بلکہ اگر بلا الفاظ بھی یقین دلا دیا جائے کہ اس طرح خیال کرنے سے

اثر ہوگا تو بھی اثر ہوگا۔ایک جاڑے بخار کا عمل ہے وہ یہ کہ جنگل میں گڑھا کھود کر یوں کہو کہ جاڑہ بخار میں نے تم کو دفن کر دیا بس اس سے جاڑہ بخار جاتا رہتا تھا ایک اور عمل ہے کہ 40 روز کسی درخت کی جڑ میں پیشاب کرو بعد میں اس سے ہمزاد نکلے گا یہ بھی خیال ہی کا اثر ہے مسمریزم وغیرہ یہ سب خیال ہیں۔لوگ ایسی باتوں کو بزرگی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بزرگی نہیں اگرچہ بزرگوں سے بھی ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ بزرگی کے معنی یہ ہیں کہ خدا ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی بزرگوں کے یہاں توجہ دیتے ہیں کہ توجہ دی اور دوسرا شخص الٹ پلٹ ہوگیا جس جگہ اس کا موقع ہو اچھی ہے مگر پھر بھی بزرگی اس کا نام نہیں ۔اب تو درویشی اسی کا نام رہ گیا ہے۔تصوف کی اصل جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے وقت میں تھی لوگوں نے اس کا ناس کر دیا۔ایک ڈاکٹر صاحب نے لکھنو میں تصوف کے معنی یہی سمجھ کر اس کے شدت سے منکر تھے۔ میں نے ان سے گھر میں کا علاج کرایا تھا۔محبت کرتے تھے خود دعوت بھی کرتے تھے اور نذرانہ تو کیا لیتے انہوں نے مجھ سے تصوف کا تذکرہ کیا۔میں نے کہا کہ آپ نے غیر تصوف کو تصوف سمجھ لیا ہے۔وہ بیشک قابل انکار ہے۔جب میں نے حقیقت بیان کی تو کہنے لگے کہ میں بڑی غلطی میں تھا۔اس کے بعد کہا کہ کوئی ذکر بتلایئے ان کو تلاوت سے بہت شوق تھا۔میں نے تلاوت ہی تجویز کی۔بہت ہی خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ حقیقی تصوف آج سمجھ میں آیا، کہنے لگے کہ لوگ ضربیں لگاتے ہیں یہ کیا چیز ہے میں نے کہا کہ سب نہیں لگاتے لازم طریق نہیں اس میں بعض مصالح ہیں مگر سب کے لئے ایک ہی وظیفہ مناسب نہیں جیسا بعض مشائخ ایک لکڑی سے سب کو ہانکتے ہیں۔

چنانچہ ایک حکیم صاحب کا قصہ ہے کہ ایک بار کسی کے یہاں گئے بیمار کے پلنگ کے نیچے نارنگی کے چھلکے پڑے ہوئے تھے۔حکیم صاحب نے بیمار سے کہا کہ تم نے شاید نارنگی کھائی ہے اس نے اقرار کیا۔صاحبزادہ ساتھ رہتے جب حکیم صاحب مکان پر آئے تو صاحبزادہ نے کہا کہ ابا جان آپ نے کیسے معلوم کیا تھا کہ نارنگی کھائی ہے۔

حکیم صاحب نے کہا کہ پلنگ کے نیچے چھلکے پڑے ہوئے تھے اس سے میں نے پہچان لیا۔ صاحبزادہ کے ایک قاعدہ کلیہ ہاتھ لگ گیا۔ کہ جو چیز بیمار کے پلنگ کے نیچے پڑی ہو وہ اس نے کھائی ہوتی ہے بڑے حکیم جی کا تو انتقال ہوگیا اب صاحبزادہ کا دورہ ہوا۔ اتفاق سے ایک مریض کے یہاں بلائے گئے اس کے پلنگ کے نیچے نمدہ پڑا ہوا تھا۔ آپ کہتے ہیں کہ تم نے نمدہ کھایا ہے لوگوں نے نکلوا دیا اور کہا تمہاری دم میں نمدہ ۔اب حالت یہ ہے کہ لوگ دو چار شغل یاد کر لیتے ہیں اور وہ ہی سب کو بتلا دیتے ہیں خواہ مناسب ہو یا نہ ہو۔ ایک بزرگ سب کو حبس دم بتلاتے تھے ایک ضعیف شخص کو بتلایا اور حبس دم بھی اس طرح کہ سر نیچے اور پاؤں اوپر کھڑا کیا تھا اس کے کرنے سے اس کا دم نکل گیا۔ پیر نے اس پر مسرت ظاہر کی کہ یہ شخص طلب میں ختم ہوگیا۔ پس اہل جنت میں سے ہے اور اسی کو صلوٰۃ معکوس بھی کہتے ہیں غرض لوگوں نے ان اعمال کو اجزاء تصوف خیال کر رکھا ہے حالانکہ یہ تدابیر مثل تدابیر طبیہ کے ہیں جیسے بعض مشائخ کے لئے تقویت دماغ کا نسخہ تجویز کرتے ہیں تو کیا وہ جزو تصویف ہوگیا سو بعض میں تو یہ افراط ہے اور بعض میں تفریط ہے کہ سرے ہی سے ان کو مذموم و بدعت قرار دیتے ہیں اور یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہاں تھیں۔

جواب یہ ہے کہ یہ چیزیں تدابیر عمل ہیں کوئی عمل مقصود تھوڑا ہی ہے پھر بدعت کیوں ہوئیں اگرچہ کفار ہی سے کیوں نہ ماخوذ ہوں مثلاً بعضے جوگی برمی بوٹی کھاتے ہیں دماغ کو بہت منافع ہے۔ مجاہدہ زیادہ کرنا پڑتا ہے اس لئے دماغ کو تقویت کی حاجت ہوتی ہے اب ادویہ کو بھی کوئی تصوف میں داخل کرے یا اس کو بدعت بتلانے لگے تو اس عقلمندی کو کوئی کیا کرے اور بوجہ ان امور کے تدبیرات ہونے کے بعض باتیں صوفیہ نے جوگیہ سے لی ہیں جیسے کوئی طبیب سے نسخہ لے لیں یہ چیزیں نہ تو قابل انکار ہیں نہ فن کا جزو ہیں۔ بعض خشک مزاج ہر چیز کو محض اسی بناء پر بدعت کہہ دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھیں حالانکہ بدعت وہ ہے کہ جو کام دین

کے طور پر کیا جائے اور دین نہ ہو محققین کے نزدیک یہ امور دین سمجھ کر نہیں کئے جاتے بلکہ محض تدابیر کے درجہ میں ہیں مثلاً حبس دم کا فائدہ ہے کہ سانس روک کر بیٹھنے سے رطوبات تحلیل ہوتی ہیں مگر حضرت حاجی صاحبؒ نے پھر بھی دوسرے مصالح سے اس کو منع فرما دیا تھا کہ اس زمانے میں مناسب نہیں کیونکہ رطوبات خود ہی کم ہیں مسمریزم میں بھی یہ حبس دم بہت معین ہے مسمریزم کی عجیب عجیب حکایات ہیں ایک شخص کلکتہ کا قصہ بیان کرتے تھے کہ ایک عامل نے ایک لڑکے کو عمل سے سلا دیا اس نے اٹھ کر اقلیدس کی شکلیں حل کرنا شروع کیں اور بچہ کو اس لئے اکثر تجویز کیا جاتا ہے کہ عاقل پر دوسرے کے خیال کا اثر کم ہوتا ہے اشراقیین بھی شاگردوں کو مضامین القاء کرتے تھے حالانکہ دونوں میں بہت فاصلہ ہوتا تھا بعضے مردوں کو دکھا دیتے ہیں مگر وہ سب خیالات ہوتے ہیں بعض لوٹے کے عمل سے چور کا نام نکل آتا ہے یہ بھی خیالی قصہ ہوتا ہے جو خیال میں چور ہوتا ہے اسی کا نام نکل آتا ہے اسی واسطے کبھی متعارض جواب بھی آتا ہے چنانچہ اگر دو عامل بلائے جاتے ہیں اور دونوں مختلف مجالس میں نام نکالیں اور نام نکلوانے والا دونوں سے جدا جدا شخصیتوں کے نام بتلا دے کہہ دے کہ فلانے پر شبہ ہے اور یہ شخص وہاں نہ رہے تو ان کے عمل سے ایک جگہ زید کا نام نکلے گا اور دوسری جگہ عمرو کا۔ میرے ایک دوست نے ایک دفعہ اس خیال سے کہ ان کے مکان میں خزانہ ہے میز کا عمل کیا اس میں یہ نکلا کہ مکان کے فلاں کمرہ میں خزانہ ہے پھر اس کمرہ کے نمبروار حصے کئے اور پوچھا کہ کون سے نمبر میں ہے اس میں نکلا کہ تہہ خانہ میں ہے اس کو کھودوایا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ پھر انہوں نے اس میز ہی سے اس کا جواب لیا۔ شکایت کی کہ جب نہیں تھا تو کیوں دق کیا۔ تو جواب آیا کہ ہم نے دل لگی کی تھی اور یہ سب بھی خیال تھا۔ چونکہ خیال دل لگی کا تھا اس لئے وہی جواب آ گیا یہ سب کھانے کمانے کی باتیں ہیں۔ اس سے جہلاء خوب معتقد ہوتے ہیں۔

ایک شاہ صاحب کان پور میں ہمارے مہمان تھے ان کا ایک معتقد عامل تھا

مسمریزم کا۔ ساحر بھی معلوم ہوتا تھا اس نے شاہ صاحب کو مکان مدرسہ میں بعض باتیں دکھانا بھی چاہی تھیں میں نے منع کر دیا کہ یہ مدرسہ ہے یہاں مناسب نہیں۔ ایک بات یہ دکھلانے کو کہتا تھا کہ میں ایک سفید چادر بچھاؤں گا آپ کو دریائے ناپیدا کنار معلوم ہوگا اور بھی عمل اس کے پاس تھے مگر میں نے اس وجہ سے اجازت نہ دی کہ لوگ کہیں گے کہ مدرسہ میں تھیٹر ہونے لگا۔ نفس تو چاہتا تھا کہ دیکھوں مگر عقلی ممانعت کی وجہ سے نہ دیکھا۔

واقعہ: ایک صاحب نے عرض کیا کہ بعض علماء منی آرڈر کو ناجائز فرماتے ہیں۔

ارشاد: عدم جواز کی جو بناء ہے اس میں کلام ہے اور وہ وجہ یہ ہے کہ ڈاک میں جو دیا جاتا ہے وہ قرض میں مثل لینا چاہئے اور مثل لیا نہیں جاتا۔ مثلاً دس روپیہ دو آنہ تو داخل کئے جاتے ہیں اور وصول کئے جاتے ہیں دس روپے اور یہ ربوا ہے اور امانت میں داخل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ امانت میں چیز بعینہ پہنچنی چاہئے اور بعینہ پہنچتی نہیں اور وہ کلام یہ ہے کہ قرض تو مسلم مگر وہ دو آنہ قرض نہیں بلکہ منی آرڈر کا حاصل یہ ہے کہ یہ شخص قرض دیگر دوسری جگہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس میں لکھت پڑھت ہوتی ہے جس کے لئے عملہ کی ضرورت ہے پس جو دو آنہ سرکار میں دیئے جاتے ہیں وہ قرض نہیں بلکہ عملہ کا خرچ ہوتا ہے سرکار اپنے عمل کی اجرت لیتی ہے دو آنہ اس کی اجرت ہے وہ جزو قرض نہیں ہے۔

سوال: وصول کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا اثر بھیجنے والے پر ہوگا نہ کہ وصول کرنے والے پر، کیونکہ حرمت عقد کی متعاقدین پر ہے نہ کہ وصول کرنے والے پر وہ تاویل جواز کی یہ ہے باقی محض اس میں عموم بلوے کی تاویل نہیں ہو سکتی۔ ورنہ غنیمت میں بہت عموم بلوئ بلکہ عموم بلوئ وہاں چل سکتا ہے جہاں مسئلہ مختلف فیہ ہو وہاں اپنا مسلک بوجہ عموم بلوئ ترک کر سکتے ہیں جو تاویل میں نے بیان کی وہ البتہ ہو سکتی ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے عرض کیا کہ ترکی ٹوپی پہننا کیسا ہے۔

ارشاد: مقتدا کو تو مناسب نہیں مگر چونکہ اس میں ایک گونہ عموم ہوگیا اور پہلے کا

سا خصوص نہیں رہا اس لئے عوام کو اجازت ہوگی۔

واقعہ: کیا شامی میں لکھا ہے کہ اجتہاد بعد چوتھی صدی کے بند ہوگیا؟

ارشاد: ہاں شامی میں نقل کیا گیا ہے کہ بعد چوتھی صدی کے اجتہاد بند ہوگیا پھر اگر کہیں منقول بھی نہ ہوتب بھی تو یہ ایک واقعہ ہے جب ایسا شخص پیدا نہیں ہوتا اس لئے لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ باب اجتہاد بند ہوگیا اور یہ امر کہ اب ایسا شخص نہیں ہے اس کا امتحان تو بہت آسان ہے کہ جس شخص کو اجتہاد کا دعویٰ ہو وہ فقہاء کے فتاوے سے قطع نظر کر کے کلام اللہ وحدیث سے چند مسائل کو نکالے اور پھر ان ہی مسائل میں فقہاء کے کلام کو دیکھے تو خود ہی کہہ دے گا کہ واقعی کلام اللہ اور حدیث کو فقہاء ہی نے سمجھا ہے۔

میں نے ریل میں ایک مدعی اجتہاد سے کہا تھا کہ دو شخص ہیں ایک کو حاجت وضو کی ہے اور دوسرے کو غسل کی اور پانی ہے نہیں دونوں نے تیمم کیا اور دونوں سب باتوں میں برابر ہیں۔ صرف فرق اسی قدر ہے کہ ایک نے تیمم سے وضو کیا اور دوسرے نے غسل۔ بتلاؤ کون شخص مستحق امامت کا زیادہ ہوگا انہوں نے جواب دیا کہ وضو والا زیادہ مستحق ہے کیونکہ اس کی طہارت قوی ہے بوجہ اس کے کہ نجاست میں دونوں کے تفاوت تھا اور طہارت دونوں کو یکساں حاصل ہوئی۔ پس جس کی نجاست اخفی تھی اس کی طہارت دونوں کو یکساں حاصل ہوئی۔ میں نے کہا کہ اب فقہاء کا جواب سنو وہ یہ کہ تیمم عن الغسل کی امامت افضل ہے کیونکہ تیمم نائب اصل کا ہے اور غسل قوی ہے تطہیر میں بہ نسبت وضو کے اور افضل کا نائب افضل ہوتا ہے۔ اس لئے غسل کا تیمم افضل ہوا۔ اور یہ مسلم ہے کہ غسل والا افضل ہے امامت میں وضو والے سے لہذا تیمم غسل کا بڑا ہوا۔ انصاف سے کہنے لگے کہ واقعی ہمارا فہم کچھ بھی نہیں۔

ارشاد: ایک شخص یا شیخ عبدالقادر شیئاً اللہ پڑھتے تھے میں نے کہا کہ جب شیخ نہ تھے تو لوگ کیا پڑھتے ہوں گے اور خود حضرت شیخ کیا پڑھتے تھے وہ چیز یقیناً اس سے بڑھ کر ہوگی جس کی بدولت حضرت غوث اعظمؒ اس مرتبہ کو پہنچے تو وہی کیوں نہ

پڑھو ورنہ المعارف میں لکھا ہے کہ میں ایک بار پڑھ رہا تھا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔ آواز آئی کہ کہہ "یاارحم الراحمین شیئاً" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلمہ کسی نے غلبہ حال میں کہا ہوگا۔ اصل تو اس کی یہ ہے اب وہ رائج ہوگیا۔ بعضی باتیں رسم ہوگئیں اگرچہ ابتداء میں غلبہ حال میں صادر ہوئی تھیں جیسے تمام مولود اس کی اصل بھی یہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی مجلس میں اتفاقاً ذکر شریف میں کسی کو وجد ہوا اور وہ اس حالت میں کھڑے ہوگئے اور اس کے ساتھ دوسرے لوگ بھی کھڑے ہوگئے۔ چونکہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اگر کسی کو وجد ہو اور وہ کھڑا ہو جائے تو سب کو کھڑے ہو جانا چاہئے تا کہ اس کو انقباض نہ ہو اب وہ رسم ہوگئی اس کی نظیر سُنی ہے کہ ایک دفعہ شاکر پاشا ترکی ہندوستان آئے تھے ایک انجمن میں جلسہ ہوا۔ ایک عربی شاعر نے سلطان کی مدح میں قصیدہ پڑھا ۔جب اس میں سلطان کا نام آیا تو شاکر پاشا نام سنتے ہی مجنوں کی طرح کھڑے ہوئے تھے۔ ولادت کے وقت اس لئے ان کے تشبہ کے لئے ہم بھی کھڑے ہوئے تھے جواب یہ ہے کہ ولادت کے وقت کھڑے ہوئے تھے ذکر ولادت کے وقت تو نہیں کھڑے ہوئے، علاوہ اس کے ہم کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشبہ کی کوشش کرنی چاہئے۔ سو ولادت کے وقت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا اور قیام مناسب ہے۔ عروج کے تو ذکر معراج کے وقت البتہ قیام زیادہ مناسب تھا۔ بہ نسبت ذکر ولادت شریفہ کے پھر یہ کہ ملائکہ کیا بیٹھے تھے جو کھڑے ہوگئے اس کا ثبوت دینا چاہئے۔

واقعہ: ایک مجدد بدعت کا ذکر تھا۔

ارشاد: شعر ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اسی طرح اس بندۂ خدا نے کسی کو بھی کافر بنانے سے نہیں چھوڑا۔ میں نے ایک صاحب سے کہا تھا کہ تم جو ہمیں وہابی کہتے ہو تو ہم کو ابن عبدالوہاب سے نسبت کیا ہے کیونکہ نسبت تین قسم کی ہے۔ نسبت تلمذ تو وہ ہمارے سلسلہ اساتذہ میں نہیں

ہے۔ ایک نسبت بیعت کی یہ بھی نہیں ہے۔ ایک نسب کی تو وہ ہمارے بڑوں میں نہیں ہے تو اس صورت میں کیا ہم کو اس کی طرف نسبت کرنے میں تم سے پکڑ نہ ہوگی اب تو نسبت کرنے والے یہ معنی لیتے ہیں کہ ہم افعال میں اس کے متبع ہیں۔

مگر یہ بھی تہمت ہے ہمیں تو عبدالوہاب کی تاریخ بھی معلوم نہیں۔ ہماری مجالس میں اس کا تذکرہ بھی کبھی نہیں آتا نہ بطور مدح۔ نہ بطور قدح۔ آخر اپنے بزرگوں کی مدائح تو کی ہی جاتی ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ وہابی کے معنی آج کل یہ ہیں کہ جو رسوم مرجہ کے خلاف کرے وہ وہابی اور عوام کے نزدیک یہ مرادف بے ادب کا سمجھا جاتا ہے۔

مولوی اسحاق علی صاحب سے جو میرے دوست بھی ہیں ایک صاحب کہنے لگے کہ آپ ذکر ولادت کے ادب کو منع کرتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ خداتعالیٰ کے ذکر کی بے ادبی سے منع کرتے ہیں یعنی اگر کھڑا ہونا ادب ہے اور بیٹھا رہنا بے ادبی ہے تو خداتعالیٰ کے ذکر کے وقت جب بیٹھے رہتے ہو تو وہ بے ادبی ہوئی اس ذکر کی میں کہتا ہوں کہ نیز جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیہ ذکر کو بیٹھ کر کیا تو اس کی بھی بے ادبی ہوئی۔ سو یہ تجزیہ کیسا کہ ایک حصہ ایسا اور ایک ایسا۔ پس چاہئے کہ بقیہ تذکرہ کی بھی بے ادبی کو منع کریں وہ اس طرح کہ سب کو کھڑے ہو کر پڑھو تاکہ سارے ذکر کا ادب ہو۔ لوگوں نے ایسی ہی قیود اضافہ کرلی ہیں۔ مولانا شاہ اسمٰعیل صاحبؒ نے ایک بڑھیا کو لطیف جواب دیا تھا۔ ایک بڑھیا خدمت میں آئی اور کہا بیٹا تو بی بی کی صحنک کو منع کرتا ہے۔ شاہ صاحب نے جواب دیا کہ اماں میں کیا منع کرتا ان کے اباجان منع کرتے ہیں۔ بڑھیا مان گئی۔

سُنا ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے یہاں صحنک ہوتی تھی۔ شاہ اسمٰعیل صاحبؒ گھر میں تشریف لائے تو دیکھ کر منع فرمایا۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے فرمایا کہ اس میں کیا حرج ہے یہ تو ایصال ثواب ہے اس پر مولانا صاحب نے فرمایا کہ قرآن شریف میں جو رسم مذکور ہے ”وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ“ اور کہا

کفار نے کہ یہ چوپائے اور کھیتی اچھوتی ہے۔اس کو کوئی نہ کھائے مگر جس کو ہم چاہیں۔

اس میں اور صحنک میں کیا فرق ہے چنانچہ جیسے اچھوتی ہونے کی وہاں قید ہے وہی قید صحنک میں ہے صحنک میں یہ قید ہوتی ہے کہ رانڈ تو کھالے مگر جس رانڈ نے نکاح کرلیا ہو اس کو کھانا منع ہے۔شاہ عبدالقادر صاحب نے فوراً تسلیم کرلیا اور یہ قیود دین کے تو خلاف ہیں ہی مگر عقل کے بھی خلاف ہیں۔ایک گیارہویں کی رسم ہورہی ہے جس میں جہلاء کا بہت ہی بُرا عقیدہ ہے۔

حضرت غوث پاکؒ کی طرف ایسی ایسی حکایتیں منسوب کی ہیں کہ خدا کی پناہ چنانچہ ایک بڑھیا کا قصہ ہے کہ اس نے اپنے مرے ہوئے فرزند کے زندہ ہونے کی آپ سے دعا چاہی آپ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی عمر ختم ہوچکی تھی اب زندہ نہیں ہوسکتا۔آپ نے کہا کہ اگر عمر ختم نہ ہوچکی تو پھر آپ سے ہی کیوں کہتے مگر پھر بھی دعا قبول نہ ہوئی آپ نے غصہ میں آکر ملک الموت کا تھیلا جس میں روحیں لئے جارہے تھے چھین کر کھول دیا سب روحیں نکل بھاگیں اور سب مردے زندہ ہوگئے۔ ملک الموت نے اللہ میاں سے شکایت کی ارشاد ہوا کہ ہمارا محبوب ہے جانے دو۔

ریاست نان پارہ کا رئیس پیران پیرؒ کی عقیدت میں مولود کیا کرتا تھا اس کے یہاں بزرگوں کی تصویروں کی زیارت کرائی جاتی تھی ایک نام کے مولوی صاحب وہاں جاتے تھے اور تصویروں کی زیارت کراتے تھے۔ان مولوی صاحب نے ایک دفعہ یہ بھی کہا کہ میں تھوڑا سا غیر مقلد بھی ہوں۔تھوڑا بدعتی بھی۔چنانچہ ریل میں جمع بین الصلوتین کرتے تھے اور قوالی میں بھی شریک ہوتے تھے۔مگر اتنی بات غنیمت ہے کہ وہ اہل حق کے درپے نہیں ہوتے تھے اپنا نفع البتہ چاہتے ہیں آج کل خوش اخلاق شخص غنیمت معلوم ہوتا ہے اور فی زمانہ تو اہل بدعت کے اخلاق بھی اچھے نہیں رہے پہلے یہ بات نہ تھی۔

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر گیارہویں کی مٹھائی آئے تو اس کو کیا کرے؟

ارشاد: لے کر کہیں دفن کردے اور رَد کرنے میں عوام کے اندر اشتعال پیدا ہوگا۔

جہلاء عوام الناس کو مشتعل کرنا ٹھیک نہیں اس کی تائید میں کہ عوام میں اشتعال مناسب نہیں۔ایک حکایت بیان کی کہ ایک زمانہ میں مسئلہ مولد کے متعلق کان پور میں میری تردید کے لئے علماء کو باہر سے بلا کر بیان کراتے تھے۔مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی بھی تشریف لے آئے ان سے بھی میرے رَد کی درخواست کی۔انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ میرا پیر بھائی ہے میں ایسا نہ کروں گا،اسی زمانہ میں ایک صاحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بڑا مجمع ہے اور اس زمانہ میں کان پور کے لوگوں میں یہی شور ہو رہا تھا صاحب رویاء نے حضور سے دریافت کیا کہ ان مسائل میں حق کیا ہے تو فرمایا کہ اشرف علی جو کہتا ہے وہ حق ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے یہ بھی فرمایا کہ اس سے کہہ دینا یہ وقت اس کا نہیں ہے۔مطلب یہ تھا عوام الناس میں چونکہ شورش پھیلتی ہے اس لئے خاموشی کی رخصت ہے۔

ارشاد: علامت اخلاص کی یہ ہے کہ اگر دوسرا شخص وہی کام کرنے کو آ جائے تو یہ شخص کام کرنا چھوڑ دے بشرطیکہ وہ اہل بھی ہو اب تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی مدرسہ پہلے سے ہے اور دوسرا مدرسہ اور ہو جائے اور یہ معلوم ہو کہ وہ اچھا کام کرے گا تو اس کے اکھاڑنے کی فکر کرتے ہیں کیونکہ دنیا کی سب منفعت جاتی ہے۔

واقعہ: ایک خط حضرت کی خدمت میں دوبارہ طلب حافظ کے آیا۔جس میں لکھا تھا کہ کوئی شخص ایسا تجویز کر کے بھیج دیجئے جو حافظ قرآن ہو تجوید سے واقف ہو۔صالح ہو طرز تعلیم اچھا ہو اور بھی چند اوصاف کی بابت تھا اور تنخواہ لکھی تھی دس روپیہ خشک۔

ارشاد: مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی خدمت میں ایک بار اسی قسم کا خط آیا تھا اور لکھا تھا کہ اس شخص میں یہ صفت ہو۔یہ صفت ہو وہ صفت ہو اور تنخواہ اسی قدر۔تو مولانا نے خط دیکھ کر فرمایا تھا کہ فی صفت ایک روپیہ بھی تو نہیں اچھی قدر کی۔پھر حضرت نے فرمایا کہ دس روپیہ تو خود اپنے کھانے اور دیگر اخراجات میں صرف ہو جاتے ہیں۔

واقعہ: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حافظ لوگ جو محراب سناتے ہیں اور ان کو دیا جاتا

ہے علماء اس کو قرآن پڑھنے کی اجرت قرار دے کرنا جائز کہتے ہیں اگر اس کو حبس اوقات کی اجرت قرار دیا جائے تو کیا قباحت ہے۔ **ارشاد:** حبس اوقات کی اجرت کہاں ہے اگر حافظ جی مہینہ بھر تک ٹھہرے رہیں اور پڑھیں نہیں تو کون دے اور حافظ جی دن بھر پھرا کریں اور رات کو سنائیں تو مل جائے گا۔ یہ تو خالص اُجرت قرآن پڑھنے پر ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ تعلیم دین پر اجرت لینے سے اجر ملتا ہے یا نہیں اور جیسے تعلیم پر اجرت لینے کو جائز کہا جاتا ہے اسی طرح قرآن سنانے پر اجرت لینے کو جائز کہنے میں کیا قباحت ہے۔

ارشاد: تعلیم پر اجرت لینے سے اجر نہیں ملتا مگر تعلیم پر جو ملتا ہے اس کو اجرت کیوں قرار دیا جائے بلکہ نفقہ ہے دین کی خدمت پر جو کہ مسلمانوں پر واجب ہے یعنی یہ شخص مسلمانوں کی خدمت دینی کر رہا ہے ان کے ذمہ ہے کہ وہ اس کے نفقہ کے کفیل ہوں اور یہ ان کے ذمہ واجب ہے جب نفقہ ہوا تو اجرت نہ ہوئی۔ البتہ تعیین مقدار میں شبہ ہوگا کیونکہ نفقہ میں تعیین نہیں ہوتی بلکہ جس قدر اس کے اخراجات کو کافی ہو وہ دینا چاہئے تو یہ بات ہے کہ یہ تعیین رفع نزاع کے لئے ہے اور نفقہ کی صورت سے لینے میں اس کو تعلیم پر اجر بھی ملے گا جب کہ نیت اس کی اللہ کے لئے فیض پہنچانا ہو۔ اور نفقہ ضرورۃً لیتا ہو اور اس کا معیار یہ ہے کہ اگر اس کا گزارا اس طریقہ سے ہوتا ہو اور کہیں سے زیادہ کی ملازمت آجائے اور وہ چلا جائے تو معلوم ہوگا کہ زر کا طالب ہے اور اگر نہ جائے تو معلوم ہوگا کہ دین کا خادم ہے۔ ہاں اگر تنگی سے گزر ہوتا ہو اور چلا جائے تو وہ مذموم نہیں۔ باقی مردوں پر جو قرآن پڑھتے ہیں اس قرآن پڑھنے کا قیاس تعلیم پر ٹھیک نہیں کیونکہ تعلیم میں دین کی خدمت ہے اگر تعلیم چھوڑ دی جائے تو دین کو ضرر پہنچے کہ ایک مدت کے بعد قرآن ضائع ہو جائے اس لئے بوجہ ضرورت کے صورۃً امام صاحب کے مذہب کو ترک کر دیا گیا بخلاف ایصال ثواب کے کہ دین میں اس کی کمی مضر نہیں۔

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ خشوع وخضوع آیا یہ

عطف تفسیری ہے۔**ارشاد**: خشوع متعلق قلب کے ہے اور خضوع متعلق جوارح کے۔خشوع کے معنی ہیں سکون۔چنانچہ کلام اللہ میں ہے و ترالارض خاشعة ای ساکنة۔خشوع عمل میں یہ ہے کہ قلب میں سکون یعنی غیر مقصود میں حرکت فکر یہ نہ ہو اور جو چیز موصل الی اللہ نہ ہو وہ غیر مقصود ہے اور جو چیز موصل الی اللہ ہو وہ غیر مقصود نہیں گو مقصود بالذات نہ سہی گو ظاہر میں وہ غیر معلوم ہو۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز میں تجہیز جیش کرتا ہوں تو وہ تجہیز جیش فرماتے تھے اس پر حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ منافی خشوع ہی نہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے وزیر دربار میں جاتا ہے اور امور سلطنت کو پیش کرتا ہے تو وہ امور حضور بادشاہی کے خلاف نہیں سمجھے جاتے کیونکہ اس کی حضور یہی ہے۔اسی طرح حضرت عمرؓ کو خیال کیجئے کیونکہ ان کے سپرد بھی یہی کام تھا۔

واقعہ: ایک صاحب بی اے پاس ہیں مگر انہوں نے سرکاری ملازمت نہیں کی بلکہ ایک رئیس کے یہاں جو کہ مذہب شیعہ رکھتے ہیں ملازمت کرتے ہیں ان کے لڑکوں کو تعلیم دیتے ہیں ڈیڑھ سو روپیہ ان کی تنخواہ ہے انہوں نے رئیس صاحب سے یہ بھی شرط کی تھی کہ بچے آپ کی مجلس میں نہ جائیں گے۔اس شرط کو انہوں نے منظور کر لیا۔قدر دان شخص ہیں ان صاحب کے ذکر میں حضرت نے فرمایا:

ارشاد: آدمی قناعت اور اکتفاء اور ضروری سامان کے ساتھ رہے تو تھوڑی آمدنی میں بھی رہ سکتا ہے اور فرض منصبی کو بھی ایسا ہی تقوے والا ادا کر سکتا ہے۔

واقعہ: حضرت سے ایک بی بی نے سرمہ طلب کیا تھا۔حضرت نے وعدہ نہیں فرمایا کہ میں لا دوں گا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ کسی لڑکے کو بھیج دینا میں دے دوں گا۔ چنانچہ اس کا بھیجا ہوا لڑکا بعد ظہر آیا حضرت نے اسی وقت سرمہ کی پڑیہ بکس میں سے نکال کر اس کو دیدی اور حاضرین سے فرمایا:

ارشاد: ترتیب اور ضبط سے خوب کام ہوتا ہے اس انتظام کو لوگ تنگی کہتے ہیں اگر میں

یوں کہہ دیتا کہ سرمہ لا دوں گا اور کام میں بھول جاتا اور پھر وہ یاد دلاتیں اور پھر لانے کا وعدہ کر لیتا اور پھر بھول جاتا۔ یہاں تک کہ اس میں ایک عرصہ گزر جاتا۔ کام بھی دیر سے ہوتا اور وعدہ خلافی بھی ہوتی سو علیحدہ اور کتنی دقت ہوتی۔ مگر دیکھئے اس ترتیب میں کیسی آسانی سے کام ہو گیا مگر آج کل اس ترتیب اختیار کرنے والے کو لوگ بد اخلاق کہتے ہیں اور جو دقت کی صورت میں ہو وہ اختیار کی جائے تو ایسا شخص خوش اخلاق کہلاتا ہے۔

واقعہ: ایک شخص کو حضرت نے تعویذ دیا اور پانی بھی دو کلیوں میں پڑھ کر دیا اس پر ملفوظ ذیل فرمایا:

ارشاد: عوام الناس کا اعتقاد تعویذ کے بارے میں حد سے متجاوز ہو گیا ہے اسی واسطے طبیعت تعویذ دینے کو نہیں چاہتی۔ جیسے اہل سائنس کا اعتقاد ہے کہ ہر چیز میں ایک تاثیر رکھ دی گئی ہے جو اس سے تخلف نہیں کر سکتی اور تاثیر رکھ دینے کے بعد نعوذ باللہ اللہ میاں کو بھی قدرت نہیں رہی کہ اس کے خلاف ہو سکے۔ مثلاً آگ کے اندر تاثیر جلانے کی رکھ دی ہے اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آگ نہ جلائے۔ اسی طرح عوام الناس کا اعتقاد تعویذ کی نسبت ہے یوں سمجھتے ہیں کہ جب تعویذ باندھ دیا تو جس غرض سے باندھا ہے اس میں تخلف ہی نہ ہوگا اور اگر تخلف ہو جائے تو یہ احتمال ہوتا ہی نہیں کہ تعویذ کا اثر غیر لازم ہے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی شرط میں کمی رہ گئی ہوگی ان کا طرز عمل یہی بتلا رہا ہے۔ ان کے معاملات کو تتبع کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس پر حد سے زیادہ اعتماد ہو جاتا ہے البتہ پانی جو پڑھ کر دیا جاتا ہے اس کی نسبت یہ غلو نہیں اور اس لئے اس کا اتنا ہی اہتمام نہیں کرتے مگر تعویذ کو تو خدا جانے کیا سمجھتے ہیں اور ایک وجہ اس سے دلچسپی کی یہ بھی ہے کہ نفس کو رغبت اس چیز میں ہوتی ہے جس میں کچھ کرنا نہ پڑے اور تعویذ میں خود کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ سارا کام تعویذ دینے والے کے ذمہ ہوتا ہے اور تعویذ پر ایسی بے فکری ہو جاتی ہے کہ تعویذ لے کر اصلاح اعمال کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے ہیں۔ میں طاعون کے زمانہ میں کہتا تھا کہ اپنی اصلاح کرو کیونکہ اصل میں طاعون

تو ہمارے اندر ہے کہیں باہر سے نہیں آیا جو تعویذ دروازہ پر لگانے سے کچھ کام ہو جائے اگر باہر سے طاعون آتا تو تعویذ اس کو روکتا۔ اپنی اصلاح کرنے سے طاعون جائے گا۔

اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے موسیٰ فرعون کے گھر میں تھے اور وہ باہر کا بندوبست کرر ہا تھا، اسی کے بارے میں مولانا کہتے ہیں ۔

در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود حیلہ فرعون زیں افسانہ بود

مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ کسی مقام میں دو بھائی تھے جاہل۔ ان کی ماں بیمار تھی وہ دونوں مکان کے دو دروازوں پر تلوار لے کر بیٹھ گئے کہ موت کو نہ آنے دیں گے ان کی ماں مر گئی اب دونوں میں لڑائی ہوئی ایک نے کہا تیری طرف سے موت گئی دوسرے نے کہا کہ تیری طرف سے گئی، آخر دونوں کٹ کر مر گئے ہم ایسی حکایت کو سن کر ہنستے ہیں مگر ہم خود اس میں مبتلا ہیں کہ بلا کو باہر سے آتا ہوا سمجھ کر اس کو تعویذوں سے روکتے ہیں۔ اگر تعویذوں کی یہی بھرمار رہی تو تھوڑے عرصہ میں لوگ نکاح کرنا ہی چھوڑ دیں گے ایسے تعویذ کے طالب ہوں گے جس سے بلا نکاح ہی اولاد ہو جائے۔

ایک پہلوان کا خط بمبئی سے آیا تھا کہ مجھے ایسا تعویذ بھیج دیجئے کہ میں کشتی میں جیتا کروں میں نے کہا پھر دوسرا بھی ایسا ہی تعویذ طلب کرے گا پھر دونوں تعویذوں میں لڑائی ہوگی چونکہ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمادیا تھا کہ کچھ لکھ دیا کرو اس لئے لکھ دیتا ہوں ورنہ جی تو نہیں چاہتا اور میرے پاس تعویذ معین بھی نہیں ہیں کہ یہ اس مرض کا ہے اور یہ اس کا وقت پر جو سمجھ میں آجاتا ہے لکھ دیتا ہوں بعض تعویذ گنڈے والے تو دھوکہ دیتے ہیں اور بلا مہارت بتلا دیتے ہیں کہ یہ تعویذ اس کا ہے اور یہ اس کا۔ اور بعض کے یہاں تعویذوں کا باقاعدہ فن بھی ہے مگر یہ سب دنیا ہے اور تعویذوں کے اثر کا اصل مدار عاملوں کے نزدیک نجوم پر ہے اسی واسطے عاملوں نے لکھ دیا ہے۔ یہ تعویذ فلاں دن اور فلاں ساعت میں ہونا چاہئے۔ مگر میں سب قیود کو چھوڑ کر تعویذ کرتا ہوں۔ میں نے ایسی کتابیں بھی دیکھی ہیں جن میں تسخیر نجوم کے اعمال میں تسخیر شمس کا ایک عمل ہے جس میں

ایسے ایسے خطاب ہیں ایھا النیر الاکبر الاعظم تو ایسا ہے۔ ایسا ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ پھر اس کو سجدہ کرے ویسے بھی نجوم سے۔ ایسی اعانت لینا شرک ہے ایک شخص کا مریخ مسخر تھا وہ اس سے آگ لگا دیتے تھے اور بھی اعمال ہیں اسی ایک شخص کی ایک حکایت ہے کہ ایک بار بادشاہ کے پاس بیٹھے تھے اوپر سے قازیں جارہی تھیں بادشاہ نے تیر سے کسی ایک کا شکار کرنا چاہا تھا۔ اس شخص نے کہا کہ آپ کون سی قاز کو شکار کرنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے بتلایا اس نے ایک حلقہ زمین پر کھینچ کر عمل پڑھا وہ قاز اس میں آکر گر پڑی اس کو ذبح کرلیا اور بھی قسم قسم کے تعویذ ہیں ایک شخص کہتے تھے کہ ایک ایسا عمل ہے کہ دو دائرے کھینچے جائیں ایک میں تھانہ بھون اور دوسرے میں دہلی لکھا جائے اور وہ عمل پڑھ کر اس دائرہ سے اُس دائرہ میں قدم رکھا جائے تو اسی وقت دہلی پہنچ جائیں۔ ایک ثقہ راوی ایک عجیب حکایت بیان کرتے تھے کہ ایک شخص فلاں رئیس کے پاس آئے اور کہا کہ مجھ کو ڈیڑھ سو روپیہ کی ضرورت ہے بطور قرض دے دیجیے میں ادا کردوں گا۔ رئیس نے کہا کہ میری تو اتنی ہمت نہیں البتہ میرے ایک دوست ہیں انگریز ان کا لندن میں ایک دشمن ہے اگر اس کو قتل کردو تو وہ تمہیں ڈیڑھ سو روپیہ دے دیں گے۔

چنانچہ وہ ان کے پاس گئے انہوں نے ایک آئینہ منگوایا اور عمل پڑھا اس انگریز کو اس آئینہ میں لندن نظر آنے لگا اور وہ دشمن لوگوں میں پھرتا ہوا بھی معلوم ہوا۔ اسی وقت ان سے رائفل منگوائی اور کہا نشانہ درست کر کے اس کے گولی مارو چنانچہ گولی لگائی گئی اور ایسا معلوم ہوا کہ گولی اس کے بدن میں گھس گئی اور وہ گر کر مر گیا۔ اس انگریز نے کہا کہ ہمیں کیسے یقین ہو کہ وہ قتل ہو گیا۔ عامل صاحب نے کہا کہ آپ لندن کو تار دیجئے چنانچہ تار دیا وہاں سے جواب آیا کہ فلاں دن اور فلاں گھنٹہ میں اس شخص کے اچانک گولی لگی وہ مر گیا قاتل کا پتہ اب تک نہیں ہے پولیس تفتیش میں ہے اگر جانتا نہ ہو تو ایسے لوگوں کو ولی کہہ دیں۔

چنانچہ عوام کا یہی حال ہے کہ جس سے ایسے امور کو صادر ہوتے دیکھتے ہیں اس کی

ولایت کے قائل ہو جاتے ہیں بعض لوگ جنات کو عمل سے مسخر کر لیتے ہیں اور خوب ان سے کام لیتے ہیں مگر یہ شریعت میں بوجہ جبر کے حرام ہے۔ایک عامل گوالیر میں معاصر حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کے تھے ان کے جنات تابع تھے۔ایک دفعہ انہوں نے حکم دیا کہ شیخ کو یہاں اٹھا لاؤ۔جن وہاں سے آئے اس وقت شیخ مسجد میں مراقب تھے جن علیحدہ کھڑے ہو گئے یہ تو کہا نہیں کہ ہم آپ کو اٹھا لے چلیں یوں عرض کیا کہ فلاں عامل نے ہمیں بھیجا ہے ان کو آپ کی زیارت کا شوق ہے اگر آپ تشریف لے چلیں تو ہم بہت آسانی سے پہنچا دیں۔شیخ نے ان سے کہا کہ اسی کو یہاں پکڑ لاؤ وہ آ کر لگے ان کو اٹھانے انہوں نے کہا کہ تم میرے مطیع نہیں ہو جنات نے جواب دیا کہ شیخ کے مقابلہ میں آپ کوئی چیز نہیں اگر شیخ آپ کو قتل کرنے کو کہیں تو ہم قتل بھی کر دیں۔

چنانچہ ان کو پکڑ کر شیخ کی خدمت میں لے آئے۔شیخ نے ان پر ملامت کی انہوں نے توبہ کی اور شیخ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔بس اللہ والوں کے مقابلے میں عمل کی یہ قوت ہے کچھ بھی نہیں ۔ ان عاملوں میں بعض اہل تصرف ہوتے ہیں ایسا تصرف کرتے ہیں کہ دوسرے کے مرض کا ازالہ ہو جاتا ہے اور یہ اصل میں تصرف ہے نفس کا ،اصل فاعل نفس ہے اگر چہ لوگ اس کو ولایت خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی ایک شعبہ ہے طب کا۔کبھی اللہ والے بھی ایسے تصرف کرتے ہیں جیسا کبھی تداوی کرتے ہیں مگر یہ شعبہ ولایت کا نہیں۔بعضے تصرف کر کے دوسرے سے روپیہ وصول کر لیتے ہیں۔یعنی قلب پر ایسا اثر ڈالتے ہیں کہ وہ روپیہ دیدیتا ہے یہ بھی حرام ہے کیونکہ وہ مغلوب ہو کر دیتا ہے اور بعد میں پچھتاتا بھی ہے اور گو یہاں طیب نفس صورۃً تو ہے کیونکہ وہ خود دیتا ہے مگر حقیقت طیب نفس کی نہیں ہے اور حدیث میں ہے **لا یحل مال امرا لا بطیب نفسہ** (1) اور یہ اکراہ باطن ہے مگر کسی کو التفات بھی نہیں بلکہ اس کو تو کرامت سمجھتے ہیں ایسے لوگوں میں دو شخص ایسے ہیں جن کو شبہ ہوا۔اور مسئلہ پوچھنے سے مجھ کو دیندار اور صاحب فہم ہونے کا اندازہ ہوا۔گو بدعات میں بھی بیچارے مبتلا

تھے ایک نے مسئلہ تو پوچھا تھا کہ کسی کو وجد آئے اور وہ گر پڑے تو اس کا وضور ہے گا یا نہیں میں نے کہا ٹوٹ جائے گا۔ جیسے غشی میں۔ دوسرے ایک رئیس تھے اور شیخ بھی تھے اور مخلص اور صادق تھے گو سماع میں مبتلا تھے عرس وغیرہ میں بھی شریک ہوتے تھے مجلس میں حالت وجد میں صرف رویا کرتے تھے رقص وغیرہ نہ کرتے تھے ایک دفعہ ایک شخص ان کی مجلس میں اٹھا اور چٹکیاں بجانے لگا اور اٹھا تھا مکر سے اُن صاحب نے حکم دیا کہ اس کو کان پکڑ کر نکال دو۔ تو ان رئیس صاحب نے مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا تھا کہ ایک شخص نے مجھ کو ستایا تھا میں نے اس کو بددُعا دی تھی اور وہ مرگیا مجھ پر گناہ تو نہ ہوگا۔ انہوں نے کیا اچھی بات کہی اور آج کل تو ایسی صورت میں اپنا کمال اور کرامت سمجھنے لگتے ہیں میں نے جواب دیا کہ دو حال سے خالی نہیں وہ یہ کہ بددُعا کے وقت توجہ اہلاک کی طرف تھی یا نہیں اگر توجہ نہ تھی تو قتل کا گناہ نہیں ہوا۔ البتہ اگر اس قدر بددُعا دینا جائز نہ تھا تو بددُعا دینے کا گناہ ہوا، ورنہ اس کا بھی گناہ نہیں ہوا۔ اور اگر توجہ اہلاک کی طرف تھی تو یا تو آپ کے اندر قوت تصرف ہے اکتسابا یا فطرتا یا نہیں ہے اگر نہیں ہے تب بھی قتل کا گناہ نہیں اور اگر ہے تو دیکھنا چاہئے کہ وہ شخص اگر مباح الدم نہ تھا تو قتل کا گناہ بھی ہوا اور اگر مباح الدم تھا تو قتل کا گناہ نہیں ہوا۔ غرض تصرفات علی الاطلاق جائز نہیں ہیں مگر لوگ تصرف کو مطلقاً شعبہ تصوف کا سمجھتے ہیں لوگوں نے تصوف کا ناس کر دیا ہے حالانکہ تصوف تو عین سنت ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تصرف کر کے روپے وصول کیے ہیں۔ لوگ تعویذ گنڈے کراتے ہیں کہ نکاح ہو جائے چنانچہ اس کے اثر سے کبھی ہو بھی جاتا ہے اور ہوتا ہے بے موقع پھر پچھتاتے ہیں میرا مذاق تو بالکل اس کے خلاف ہے مجھ کو اس سے وحشت ہوتی ہے میں ویسے تعویذ بھی نہیں کرتا جیسے لوگ کرتے ہیں۔ میں تو وہ کرتا ہوں جو احادیث سے ثابت ہیں جیسے بسم اللہ ارقیک الخ وہ بھی تعویذ کے طور پر نہیں بلکہ دعا کے طور پر میں کبھی توجہ بیماری کی طرف نہیں کرتا کہ اس کو نکال رہا ہوں۔ بلکہ اللہ کی طرف دعا کے ساتھ توجہ کرتا ہوں۔

عامل تو توجہ اس طرح کرتے ہیں کہ میں نکال رہا ہوں یہ بھی تجربہ ہوا ہے کہ صاحب تصرف کو یکسوئی رہے تو تصرف میں قوت آجاتی ہے مگر انبیاء کا طریقہ یہ تھا کہ وہ رجوع الی اللہ کرتے تھے کہ لوگوں کی اصلاح ہو جائے نہ یہ کہ ان کے قلوب پر تصرف کرتے تھے اور زور ڈالتے تھے کہ قلوب کو اپنی طرف پھیر لیں۔ قرآن شریف میں زور ڈالنے کی تو نفی ہے فرماتے ہیں: اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ

ہاں بعض دفعہ حکم ہوتا ہے اہل اللہ کو کہ ایسا کریں تو وہ کرتے ہیں۔ باقی یہ کوئی بزرگی نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے روٹی سے پیٹ بھر دیا۔ کسی کے سر کا درد کھو دیا تو اس میں کیا ولایت ہوگی۔ بعضے مشائخ آج کل دھوکے میں ہیں۔ پھو پھو کرتے ہیں اس سے کچھ ہو جاتا ہے اس کو بڑی بات سمجھتے ہیں حضرت حاجی صاحب کی نسبت بعض شبہ کرتے ہیں کہ توجہ نہیں دیتے یہ جواب دیتا ہوں کہ متعارف توجہ کی اس کو ضرورت ہے جس کو ہر وقت توجہ نہ ہو ان کی تو یہ حالت تھی۔

بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم ست　　زانکہ لطف شیخ وزاہد گاہ ہست وگاہ نیست

چنانچہ اس توجہ دائمی کے آثار کا مشاہدہ کر لیجئے۔ محبت شوق زہد خشیت دیکھ لیجئے کہ یہ آثار اس سلسلہ میں زیادہ ہیں۔ یا دوسرے سلسلوں میں۔ یہ دوسری بات ہے کہ توجہ دینے سے اس وقت گرمی ہو جائے ٹھنڈک ہو جائے تو یہ برف اور سنکھیہ سے بھی ہو سکتی ہے پھر یہ کیا کمال ہوا۔

واقعہ: ایک صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی تھی اب کیا حال ہے۔ کیا بیماری ہو گئی تھی۔

ارشاد: ہو لیا جو ہو لیا اب اس کا تذکرہ ہی کیا۔ میں تو اپنی بیماری کا تذکرہ بھی کسی خط میں نہیں لکھتا۔ لکھنے میں یہ ہوتا ہے کہ پھر آپس میں سوال جواب ہوتے ہیں کہ اب کیا حال ہے کیا مرض ہو گیا تھا۔ پھر معمولی امراض کو تو معتد بہ بھی نہ سمجھے۔ بعضے بیماریوں کی اسی طرح فہرست گناتے ہیں کہ اس میں ناشکری کی نوبت آجاتی ہے ہاں بعض

اوقات سائل کے خیال سے کہ اس نے حال تو پوچھا اگر طبیعت کا حال نہ کہا جائے تو اس کی دل شکنی ہوگی اس لئے موجودہ مرض کا حال کہہ دے باقی مضے مامضے اسی طرح تعزیت میں بوجہ واقعہ کے گزر جانے کے غلو کو روکا ہے حتیٰ کہ اس کی مدت فقہاء نے تین دن فرمائی ہے اس کے بعد نہیں کیونکہ وہ غم نہ رہا۔ اسی طرح بیماری کہ جب گزر چکی تو اس کا تذکرہ ہی کیا۔ الماضی لا یذکر بہت اچھا مقولہ ہے۔ فقط۔

واقعہ: ایک صاحب کا خط پہلے آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ قلب پر وسواس کا ہجوم بہت رہتا ہے۔ حضرت نے تحریر فرمایا تھا کہ آپ کو چند روز کے لئے کسی شیخ کے پاس تعلیم کرنا چاہئے اس پر انہوں نے لکھا تھا کہ قیام کا بندوبست تو نہیں ہوسکتا اور انہوں نے رفع وسواس کیلئے چند مشائخ سے تدبیر بھی پوچھی تھی کہ کسی نے لاحول پڑھنے کو بتلائی کسی نے کچھ کسی نے کچھ کوئی نفع نہیں ہوا اور یہ بھی لکھا تھا کہ بزرگوں کا تصور بھی کرتا ہوں مگر نفع نہیں ہوتا اس پر۔

ارشاد: فرمایا کہ اس پر مولانا رومؒ کا قول یاد آتا ہے۔

چنانچہ اس توجہ دائمی کے آثار کا مشاہدہ کرلیجئے۔ محبت شوق زہد خشیت

گفت ہر دارد کہ ایشان کردہ اند آن عمارت نیست ویراں کردہ اند

بے خبر بودند از حال دروں استعیذاللہ مما یفترون

اکثر کو مرض کا سبب ہی نہیں معلوم ہوتا۔ پھر علاج کیسے ہو۔ لوگ وظیفہ بتلاتے ہیں جن سے صرف یہ ہوتا ہے کہ مثلاً لاحول پڑھی اس وقت وسواس موقوف ہو گئے چھوڑ دی پھر آنے لگے میں نے ان کو لکھا تھا کہ چند روز رہنا چاہئے مگر یہ تدبیر ان کو ٹھیک نہ ہوئی یہ بات ان کے جی کو نہ لگی پھر میں ان کی کون سی تدبیر کروں۔ عجیب حال ہے کہ وظیفہ کی طرف تو توجہ مگر اصلی علاج کی طرف توجہ نہیں کہ کچھ روز ہیں اگر ایسا کریں تو پھر دیکھوں کیسے شکایت باقی رہتی ہے یعنی یہ شکایت ہی نہ رہے گی کہ وسواس کیوں آتے ہیں لوگ مرض کی تشخیص ہی کرنا نہیں جانتے علاج کیا کریں گے اتنے

وظیفہ بتلا دیتے ہیں کہ پڑھتا پڑھتا مر جائے اور فائدہ بھی نہ ہوا اور اصل علاج کی طرف اس لئے توجہ نہیں کرتے کہ اس میں درویشی کا رنگ نہیں یہ سمجھتے ہیں کہ شیخ کے پاس رہنے میں دفع وسواس میں مناسبت کیا ہے ایک حکایت ہے کہ کسی بادشاہ کی آنکھ دکھنے آئی اس نے طبیب سے اس کی تدبیر پوچھی طبیب نے بتلایا کہ فلاں دوا اپنے پاؤں میں لگایئے۔ بادشاہ کا یہ خواجہ سرا تھا اس نے طبیب صاحب سے اعتراضا کہا کہ کہ دکھنے کو تو آئی آنکھ اور آپ دوا کا استعمال کرتے ہیں پاؤں میں اس میں مناسبت کیا ہے طبیب نے کہا کہ آپ کا جو عضو مخصوص (خصیتین) ملایا گیا اور اس کے ملانے سے داڑھی نہیں نکلی تو داڑھی اور اس میں کیا مناسبت ہے۔

خواجہ سرا چپ رہ گیا اب تو لوگوں کے لئے بس علاج وظیفہ ہی تجویز کئے جاتے ہیں اور اگر وظیفہ میں دل نہ لگے تو لگنے کے لئے اور وظیفہ تجویز کیا جاتا ہے اس میں دل نہ لگے تو اس کے لئے اور وظیفہ ہونا چاہئے بس آدمی تمام وظیفوں ہی کا مجموعہ ہو گیا غالباً ان صاحب نے اپنے شیخ کی نسبت بھی لکھا تھا کہ ان سے بھی اس باب میں تسلی نہیں ہوئی اس پر فرمایا کہ جو لوگ دوسروں کے کھینچنے کھانچنے اور رغبت دلانے سے بیعت ہوتے ہیں ان کا یہی حال ہوتا ہے۔

بیعت اپنی رغبت سے کرنا چاہئے نہ کہ دوسروں کے کھینچے سے اور دوسروں کو بھی اس کا خیال چاہئے خواہ مخواہ کسی کو کیوں ذبح کیا مگر آجکل تو خود پیروں کی بھی یہ حالت رہ گئی ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف ترغیب دلاتے ہیں کہ بیعت ہو جائے اس سے مقصود مجمع کا بڑھانا ہوتا ہے تا کہ نام ہو کہ فلاں بڑے شخص ہمارے یہاں آگئے اور لوگ بھی پھنسیں۔ یہ پیری مریدی کی گت بنائی ہے الا ماشاءاللہ اور بزرگوں کے تصور کو کس نے کہا تھا یہ تو جس طریق سے متعارف ہے خود شرک ہے اب رہی یہ بات کہ رفع وسواس اور اس شیخ کے پاس رہنے میں مناسبت کیا ہے تو وہ یہ ہے کہ اصل علاج تو ہے عدم التفات وسواس کی طرف (یعنی وسواس کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے۔ آئیں یا نہ

آئیں کچھ خیال ہی نہ کرے آئیں تو آنے دے غیر اختیاری امر پر مواخذہ تو ہے نہیں پھر کیوں رنج کرے) مگر انفراد کی حالت میں یہ ہوتا نہیں اور شیخ کے پاس رہنے سے اس میں اعانت ہوتی ہے کہ وہاں عدم التفات کا وہ سامان واسباب جمع ہو جاتا ہے جس کو یہ خود نہیں مہیا کر سکتا ہے جیسے فسخہ کے مریض کو تیماردار بنا کر پلاتے ہیں اگر سب باتیں مریض ہی کے سپرد ہوں تو وہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح شفیق شیخ وسواس کی طرف التفات ہونے ہی نہیں دیتا اور یہ انفراد میں نہیں ہو سکتا۔

واقعہ: آموں کے موسم میں حضرت نے تمام اہل مدرسہ اور ذاکرین اور بعض اہل قصبہ کی دعوت آموں کی فرمائی اور یہ فرمایا کہ کل صبح سب صاحب مدرسہ میں جمع ہو جائیں چنانچہ وقت معین پر سب جمع ہو گئے اور باغ میں آم کھانے کے لئے گئے۔ حضرت بھی تشریف لے گئے مجمع میں بعض اصحاب ایسے بھی جمع ہو گئے جو چھلکا گٹھلی چلانے کی نیت سے گئے تھے چنانچہ انہوں نے اس کا ارادہ کیا حضرت نے تنبیہ فرمایا جس سے وہ رُک گئے اور کسی کی جرأت پھر نہ ہوئی۔

ارشاد: فرمایا کہ اس مجمع میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو اس کھیل میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو نہیں چاہتے تو جو شریک ہونا نہیں چاہتے ہیں ان کو شریک کرنا اور مجبور کرنا ناجائز ہے وہ اگر شریک ہوں گے تو نفس کو مار کر شریک ہوں گے اور جو کھیلنا چاہتے ہیں وہ دل کو مار کر رکھیں گے میں نہ نفس کا مارنا چاہتا ہوں نہ دل کا۔ یوں کریں کہ جو لوگ کھیلنا چاہتے ہیں وہ ایک فہرست بنائیں ان کے لئے علیحدہ سامان کر دیا جائے۔ میں کھیل کو منع نہیں کرتا۔ ناجائز تھوڑا ہی ہے مگر اس کا ایک ضابطہ ہونا چاہئے جو شرکت نہیں کرنا چاہتے ان کو کیوں مجبور کیا جائے۔

تنبیہ: اس ملفوظ کے ظاہر کرنے سے اس امر کا ظاہر کرنا ہے کہ اہل اللہ اگر کسی (غیر منہی عنہا) کھیل کود کے موقع پر بھی شامل ہوتے ہیں تو ان سے وہاں بھی دینی فائدہ ہوتا ہے اور ایک انتظام کی صورت معلوم ہو جاتی ہے۔ مثلاً اسی موقع پر یہ معلوم

ہو گیا کہ کون سی صورت جلسہ کے ساتھ آم کھانے کے لئے جائز ہے اور کون سی نا جائز اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر کام ضابطہ سے ہونا چاہئے گو کہ معمولی کام ہو۔

واقعہ: جمعرات کی عید ہوئی اور جمعہ کو حضرت والا نے قبل نماز جمعہ عید کے متعلق تقریر فرمائی وہ درج ذیل ہے اور حضرت ہی نے فرمایا تھا کہ اس کو ملفوظات میں لکھ دیا جائے اس لئے اس کو علیحدہ مثل وعظ کے نہیں لکھا گیا ہے۔

ارشاد: رمضان کے متعلق وعظ میں بیان کافی ہو چکا ہے اب مجھ کو عید کے متعلق کچھ بیان کرنا ہے اس وقت اس کو مختصراً بیان کرتا ہوں۔ عید کے کچھ احکام ہیں ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو معلوم نہ ہوں اس لئے ان کا ظاہر کر دینا ضروری ہے منجملہ ان کے ایک صدقہ فطر کا ادا کرنا ہے جو بشرائط واجب ہے۔ اپنی طرف سے بھی اور اپنے نابالغ اولاد کی طرف سے بھی خواہ روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں حتیٰ کہ اس بچہ کی طرف سے بھی ہوگا جو قبل صبح صادق عید ہی کو پیدا ہوا ہو اور قبل نماز عید ادا کرنا مستحب ہے اور جنہوں نے ادا نہ کیا ہو وہ اب ادا کریں۔

مسئلہ: جس کے پاس پچاس روپیہ نقد یا اتنے کا سونا چاندی ہو اس پر صدقہ فطر دینا واجب ہے سال بھر گزرنا شرط نہیں اگر عید کے روز صبح صادق سے پہلے اس مقدار کا مالک ہو گیا تو اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا۔ اگر کسی کے جائیداد ہے تو وہ اگر اتنی ہے جس میں اس کا گزارہ ہوتا ہے اور قیمت اس کی پچاس روپیہ یا زیادہ ہے تو اس کی قیمت پر صدقہ فطر نہ ہوگا اور جو جائیداد (زمین وغیرہ) اس کے علاوہ ہوگی۔ یعنی گزر اوقات کے لئے تو ایک زمین کافی ہے اور یہ زمین اس سے زائد ہے اور اس زائد زمین کی قیمت پچاس روپیہ یا اس سے زائد ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا۔

ایک اور عبادت اس مہینہ کے ساتھ خاص ہے اور وہ چھ روزے ہیں جو اس ماہ میں رکھے جاتے ہیں جن کو شش عید کہتے ہیں ان کا بڑا ثواب ہے بعضے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ان کو عید سے اگلے ہی روز شروع کر کے 6 روزے پورے کر دیئے جائیں تو

کافی ہے اور متفرق طور سے بھی جائز ہے ان کا اتنا ثواب ہے کہ رمضان کے ساتھ ان کو ملا کر گویا اس نے سال بھر تک روزے رکھے زمانہ گرمی کا ہے مگر چھ کا رکھنا کیا مشکل ہے۔ تحصیل دنیا میں لوگ کیا کیا تکالیف برداشت کر لیتے ہیں پھر مہلت سے رکھنے کی بھی اجازت ہے اور ممکن ہے کہ بارش ہی ہو جائے۔ بعض کتابوں میں ایک مسئلہ لکھا ہے وہ یہ کہ جس پر قضا کے روزے ہوں اور وہ ان کو شوال کے مہینہ میں رکھ لے تو دونوں حساب میں لگ جاتے ہیں۔ یعنی قضا روزے رکھنے سے شش عید کے بھی اس میں آجاتے ہیں علیحدہ رکھنے کی ضرورت نہیں ان کا ثواب بھی مل جائے گا جیسے بعد وضو سنتیں یا فرض پڑھنے سے تحیۃ الوضو بھی اس میں آجاتی ہیں مگر یہ مسئلہ روزوں کے بارے میں غلط ہے اور تحیۃ الوضو کے بارے میں صحیح ہے اور تحیۃ الوضو پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے اور اس قیاس میں غلطی ہے اور ان دونوں میں فرق اہل علم سمجھ سکتے ہیں ان کو وجہ معلوم ہونے کے بعد فرق سمجھنا سہل ہوگا اور وہ وجہ یہ ہے کہ یہ دیکھنا چاہئے کہ تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد کیوں مشروع ہوئی ہیں ان کا مشروع ہونا اس لئے ہے کہ کوئی وضو اور حاضرین مسجد نماز سے خالی نہ ہو۔ اور سنتیں یا فرض پڑھنے سے یہ مصلحت حاصل ہوگئی اس واسطے تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد پڑھنے کی علیحدہ ضرورت نہ رہی اور وہ سنت یا فرض میں متداخل ہوگئیں اگرچہ مستقلاً پڑھنا زیادہ اولیٰ ہے اور 6 روزوں میں اس فضیلت کی دوسری بناء ہے اور وہ بناء یہ ہے کہ ان کے رکھ لینے سے سال بھر کا حساب اس طرح برابر ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کے یہاں ایک نیکی کی دس نیکیاں ملتی ہیں چنانچہ ارشاد ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اس لئے جب کسی نے رمضان شریف کے روزے رکھے تو دس ماہ کے برابر تو وہ ہوئے اور چھ روزہ دو ماہ کے برابر ہوئے پورا سال ہوگیا تو اگر چھ قضا کے روزے رکھے تو وہ رمضان ہی کے پورے ہوگئے اور وہ چھ روزے رہ گئے جن کا ثواب دو ماہ کے روزوں کا ہے۔ اس لئے سال بھر کا حساب نہ ہوگا۔ سال بھر کا حساب پورا کرنے کیلئے مستقلاً رکھنے

ہوں گے اس لئے نماز میں تداخل ہونا روزہ کے تداخل کو مستلزم نہیں قضا اور شش عید دونوں جدا جدا رکھنے پڑیں گے ایک شبہ یہاں اور ہے وہ یہ کہ ان روزوں کے لئے شوال ہی کی کیا تخصیص ہے قاعدہ تو عام ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اس لئے جس ماہ میں بھی رکھ لے گا اسی قدر ثواب ملے گا جواب یہ ہے اور بڑے کام کی بات ہے وہ یہ کہ شوال میں تخصیص یہ ہے کہ یہ دو ماہ رمضان ہی کے برابر شمار ہوں گے یعنی ان روزوں کا ایسا ہی ثواب ملے گا جیسے رمضان شریف کے روزوں کا بخلاف اس کے کہ اگر کسی نے ذیقعدہ یا دوسرے مہینوں میں روزے رکھے کہ اس کو فضیلت روزہ رمضان کی برابر نہ ملے گی۔ مطلق تضاعف ہو جائے گا۔ اس لئے شوال کی تخصیص فرمائی تا کہ ان روزوں کا ثواب رمضان کے روزوں کے برابر ملے گا اگر اس سے بہتر کوئی توجیہ ہو تو ہم اس کو قبول کرنے کو تیار ہیں مگر اس سے بہتر غالباً معلوم نہیں ہوتی۔

واقعہ: حضرت والا جامع مسجد تھانہ بھون میں وعظ میں فرما رہے تھے اور ایک شخص حضرت کو پنکھا جھل رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص مجمع سامعین میں سے اٹھ کر پنکھا جھلنے والے کے ہاتھ میں سے پنکھا لینے لگے اور دونوں میں کشاکشی ہوئی جس سے طبیعت مشغول ہو گئی۔ حضرت ان پر بہت ناراض ہوئے۔

ارشاد: اور فرمایا کہ جس کی خدمت کرنا ہو پہلے اس سے اطمینان کے وقت پوچھ لو اور ویسے کسی کی خدمت مت کرو بعض اوقات قلب پر بار ہوتا ہے البتہ جن سے دل کھلا ہوا ہے ان کی خدمت بار نہیں ہوتی۔ دوسرے بعض اوقات تداول سے پریشانی ہو جاتی ہے ایسے موقع پر تو جنہوں نے خدمت کو پہلے سے اپنے ذمہ لیا ہے وہی اخیر تک کھڑے رہیں مگر یہ بھی ایک رسم کر لی ہے اور سمجھتے ہیں کہ خدمت کریں گے تو ہمیں فائدہ ہوگا ورنہ نہیں جیسے بعد وعظ کے مصافحہ کی رسم کر لی ہے کہ ہر شخص مصافحہ کرتا ہے لوگوں کے دین کا رسم نے ناس کر دیا آنکھ کو پٹی باندھ کر خدمت کے لئے گھس پڑتے ہیں خواہ دوسرے کو ناگوار ہی ہو۔ بس میری خدمت یہی ہے کہ جو کہوں اس کو خوب دل لگا کر سنو

۔ جولوگ وعظ سننے کو بیٹھیں ان کو پنکھا جھلنے کی ضرورت نہیں ایسی خدمت کے لئے اٹھنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ وعظ میں مزہ ہی نہیں آتا ورنہ اس کا خیال بھی نہ آتا۔

واقعہ: ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً 13 سال کی ہوگی درِدزہ کے لئے گڑ پڑھوانے لایا اور حضرت سے کچھ فاصلہ پر بہت دیر تک کھڑا رہا جب حضرت ہی نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیسے آئے اس وقت اس نے اپنا مطلب بیان کیا۔

ارشاد: تم نے کچھ کہا نہیں حالانکہ اتنی دیر تک کھڑے رہے۔اب اتنی دیر میں کہا۔ دیکھو جہاں جاؤ اول تو بیٹھ جایا کرتے ہیں پھر فوراً مطلب کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں اس لئے آیا ہوں پھر حضرت نے حاضرین سے فرمایا بچپن ہی سے اس قسم کی عادت سیکھتے ہیں ابھی سے بداخلاقی کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی ہے بات یہ ہے کہ جیسے بڑوں کو دیکھتے ہیں ویسے ہی یہ بھی کرتے ہیں،فقط پھر حضرت نے گڑ پڑھ دیا اور تعویذ بھی دیا۔

واقعہ: ایک چھوٹی لڑکی کی بابت حضرت نے فرمایا کہ وہ زینہ پر سے سر کے بل گری میں تو سمجھے ہوئے تھا کہ سر پھٹ جائے گا مجھ کو بڑا اور ڈر لگا مجھ سے دیکھا نہ گیا تو میں بالاضطرار اس حالت میں اپنی آنکھیں دونوں ہاتھوں سے بند کر کے بیٹھ گیا اور یہ نہ سوچا کہ آنکھیں بند کر کے کیا ہوگا،وہ سر کے بل گری اور فوراً اٹھ بیٹھی روئی بھی تو نہیں جیسے اس کے چوٹ ہی نہ لگی ہو صرف سر میں گولہ سا پڑا اور کچھ بھی نہیں۔

ارشاد: جب تک آدمی اپنے اختیار کا نہیں ہوتا ہے اس کی حفاظت منجانب اللہ زیادہ ہوتی ہے اور اللہ میاں کی حفاظت کو کیا پوچھتے ہو ایک شخص کہتے تھے کہ ایک دفعہ لڑائی میں گولی چل رہی تھی۔ایک شخص کی کنپٹی پر گولی لگی چونکہ بہت دور سے آئی تھی اس لئے زور گھٹ گیا تھا تو پار تو نہ نکل سکی دماغ میں جا کر بیٹھ گئی۔جس سے وہ شخص اندھا ہوگیا عقلاء جمع تھے کہ کس طرح نکالیں پریشان تھے کہ کوئی تدبیر نہیں سوجھی تھی حیران تھے کہ اتنے میں ایک گولی اور خوب زور میں بھری ہوئی اس موقع پر لگی اور اس کو بھی نکال لے گئی اور وہ شخص اچھا ہوگیا۔زخم تو رہا اس کا علاج ہوگیا بھلا کیسے اور کس کے

ذہن میں آ سکتا تھا کہ یہ ترکیب کرنا چاہئے کہ دوسری گولی اسی موقع پر ماری جائے تا کہ پہلی کو بھی نکال لے جائے۔ اللہ کی طرف سے ایسے سامان ہو جاتے ہیں۔

واقعہ: بچوں کی تربیت کے متعلق ذکر تھا اس پر فرمایا:

ارشاد: اکثر لوگ بچپن میں تربیت کا اہتمام نہیں کرتے یوں کہہ دیتے ہیں کہ ابھی تو بچے ہیں۔ حالانکہ بچپن ہی کی عادات پختہ ہو جاتی ہیں۔ جیسی عادت ڈالی جاتی ہے وہ اخیر تک رہتی ہے اور یہی وقت ہے اخلاق کی درستی کا اور خیالات کی پختگی کا۔ چنانچہ بچہ اول سے ماں باپ میں رہتا ہے اور ان کو ماں باپ سمجھتا ہے تو اگر بعد میں کوئی شک ڈالے خواہ کتنے ہی لوگ شک ڈالنے والے ہوں تو کبھی شک نہ ہوگا یہ ہے بچپن کے خیال کی پختگی، بچپن کا علم ایسا پختہ ہوتا ہے کہ کبھی نکلتا نہیں الا ماشاء اللہ۔ فقط۔

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ یہ جو بعض لوگوں کی نماز میں عادت ہے کہ خوب گردن جھکا کر تمام بدن کو گھما کر سلام پھیرتے ہیں یہ کیسا ہے اور کہا کہ میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا کہ ایک شخص یوں کہتا ہے کہ اس طرح گردن جھکا کر سلام مت پھیرا کر۔

ارشاد: اس طرح گردن جھکا کر سلام پھیرنا من گھڑت ہے (کوئی اصل نہیں) رہا خواب تو یہاں تو ظاہر ہے کہ صحیح ہے۔ مگر ضابطہ کا یہ ہے کہ جبکہ شرع کے خلاف نہ ہو تب بھی وہ معتبر جب ہے کہ بہت سے آدمی خواب دیکھیں چنانچہ حدیث میں ہے "**ری رؤیا کم تواطات فی لیلۃ القدر**" ① یا ایک شخص اس درجہ کا ہو یعنی عالی مرتبہ ہو جیسے عبداللہ بن زید نے خواب میں اذان دیکھی تھی۔ اور پھر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی

واقعہ: ایک عورت نے خط میں لکھا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مکان میں دفینہ ہے تو آپ بتلا دیجئے کہ کہاں ہے اور کون سے حصہ مکان میں ہے اور زمین کی کتنی گہرائی میں ہے۔

ارشاد: حاضرین سے فرمایا کہ طالب علموں سے یہ کام لئے جاتے ہیں افسوس ہے۔ اور جواب لکھا کہ پھر ایسی خرافات نہ لکھنا اگر کوئی مرد سمجھدار ہوتا ہے اور وہ اس قسم کا خط لکھتا ہے تو اس کا علاج کرتا۔ اور بطور ظرافت فرمایا کہ اس عورت کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ کام تو میں نے کرلیا ذرا سی کسر رہ گئی ہے وہ تم بتلا دو (خواب میں نے دیکھ لیا جگہ تم بتلا دو) پوچھا ہے کہ کہاں کھودیں اس کا جواب یہ ہے کہ بالکل ہی کھودو۔

ارشاد: حضرت خود ہی فرمانے لگے کہ اب یادداشت نہیں رہی سہو بہت ہونے لگا ۔ چنانچہ رومال وغیرہ میں گرہ دے کر کاموں کو یاد رکھتا ہوں جب کام چلتا ہے کبھی جوانی میں ایسا حافظہ تھا کہ طلباء میں شہرت تھی اب کچھ بھی نہ رہا۔ پھر فرمایا کہ خیر جی جو چیز یاد رہنے کی ہے بس وہ یاد رہ جائے جس کے واسطے انسان پیدا ہوا ہے اور کچھ رہے یا نہ رہے،

روزہا گر رفت گو روباک نیست تو بماں اے آں کہ چوں تو پاک نیست

یعنی اللہ میاں یاد رہ جائیں۔ بھولنے پر دو حکایتیں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی یاد آئیں۔ اگر میں اور کسی سے سنتا تو شاید یقین بھی نہ ہوتا مگر میں نے خود مولانا کی زبان سے سنیں اس لئے یہ یقین ہے اور دونوں عجیب ہیں۔ اور دوسری نہایت ہی عجیب ہے، ایک بھولنے کی اور دوسری بھلا دینے کی۔ بھول جانا تو زیادہ تعجب کی بات نہیں مگر بھلا دینا نہایت تعجب خیز ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خط لکھا جب اخیر میں اپنا نام لکھنا چاہا تو اپنا نام یاد نہ رہا۔ سوچ رہے ہیں مگر یاد نہیں آتا۔ دوسری حکایت یہ کہ مولانا فرماتے تھے کہ ایک شخص نے مجھ کو تسخیر کا عمل بتلایا اور اس نے خود ہی عرض کیا تھا کہ میرے پاس تسخیر کا عجیب عمل ہے اچھی چیز ہے قبول کرلیجئے وہ مولانا کو جنگل میں لے گیا اور آس پاس خوب دیکھ بھال کر کہ کوئی ہے تو نہیں اس کو بتلا یا اس میں کوئی شرک وغیرہ کی بات نہ تھی زبانی رٹوا کر یاد کرا دیا مختصراً الفاظ تھے اس عمل کی قدر بڑھانے کے لئے یہ بھی کہا کہ میں نے ایک بار یہ عمل بطور امتحان کیا تھا۔ اور کیا تھا ایک امیر زادی کے بلانے کو وہ شریف خاندان اور بڑے گھر کی تھی۔ تھوڑی دیر

گزری کہ وہ سو جال ڈال میرے مکان پر آ گئی۔ نیت اس شخص کی خراب نہ تھی اس سے کہہ دیا کہ ہمارے پاس کوئی کام نہیں چنانچہ وہ چلی گئی۔ مولانا نے فرمایا کہ جب اس حکایت کو اس شخص نے بیان کیا تو مجھ کو یہ خیال ہوا کہ ہم نفس پر کیسے اعتماد کریں اگر ایسا عمل اپنے پاس رہا نہ معلوم کس بلا میں گرفتار ہو جاؤں۔ بس یہ سوچ کر اس کو بھلا دیا حتیٰ کہ اس کا ایک لفظ بھی ذہن میں نہ رہا۔ اور یہ ہے کرامت کہ ایک چیز ذہن میں جمع کر دی جائے اور اس کو ایسا بھول جائے کہ ایک لفظ بھی یاد نہ رہے۔ چنانچہ جو شخص قرآن شریف بھول جاتا ہے یہ کیفیت نہیں ہوتی کہ ایک لفظ بھی یاد نہ رہے۔ اور پھر بھلا دینا زیادہ تعجب ہے بھولی ہوئی چیز کا یاد کرنا صرف مشکل ہی ہے مگر یاد کی ہوئی کا بھلا دینا تو بے حد تعجب ہے مولاناؒ کی ہر آن عجیب و غریب تھی۔ بالکل مجذوبوں کی سی شان تھی جیسے ابوذر غفاریؓ کی حکایات عجیب ہیں۔ چنانچہ رسالہ القاسم کے بعض نمبر وں میں لکھی بھی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ ان کی شان بالکل مجذوبانہ تھی۔ اسی کے حا شیہ میں مولانا محمد یعقوبؒ کو بھی اسی جماعت میں گنا ہے جو مجھ کو بہت پسند آیا مولانا کی حکایات اخلاقی اعتبار سے بھی عجیب ہیں مولانا بہت بھولے تھے مزاج میں بہت سادہ پن تھا۔ ایک دفعہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی زیارت کو آئے کپڑے اچھے پہنتے تھے اس وقت بھی سارے کپڑے تو اچھے مگر کمر بند کی جگہ بان پڑا ہوا تھا لوگ پوشاک میں تو بزرگوں کی ریس چاہتے ہیں اس میں بھی تو ریس کر لیں۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ کیا بان ہی رہ گیا تھا مولانا نے عرض کیا کہ کمر بند نہیں ملا۔ میں نے خیال کیا کہ مقصود تو اس سے بھی حاصل ہے اس لئے ڈال لیا۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ الگنی پر میرا اُتارا ہوا پاجامہ پڑا ہے اس کا کمر بند لے لیجئے مولانا نے دیکھا تو اس میں ایک روپیہ بھی بندھا ہوا تھا عرض کیا کہ حضرت اس میں تو ایک روپیہ بھی بندھ رہا ہے۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ روپیہ بھی آپ کی نذر ہے اور مولانا بھولے تو تھے مگر ویسے بڑے عاقل تھے حقائق پر نظر تھی بھولے پن سے مطلب یہ کہ سیدھے اور سادہ تھے بناوٹ نہ تھی باقی ویسے نہایت

عالی دماغ تھے۔ ایک دفعہ کسی سفر کے لئے آمادہ تھے منجملہ اور اسباب کے باہر لحاف بھی لائے اور اس کو اس طرح تہہ کر کے گاڑی میں رکھا کہ ابرہ تو اوپر ہے اور استر نیچے ایک شخص بوجھ بجھکڑ وہاں کھڑے تھے مولانا اندر تشریف لے گئے وہ کہنے لگے کہ ان حضرات کو دنیا کا کچھ تجربہ نہیں ہوتا ایسے بھولے بھالے ہوتے ہیں دیکھو تو لحاف کا ابرہ اوپر کر دیا اور چاہئے تھا نیچے کی طرف (جس طرح دستور ہے کہ استر اوپر اور ابرہ نیچے کرتے ہیں) انہوں نے اس کو الٹ کر تہہ کر دیا۔ مولانا تشریف لائے اور فرمایا کس نے اس طرح کیا ہے وہ بولے کہ یوں ہی ہے طریقہ کیونکہ سفر میں گردوغبار پڑتا ہے ابرہ خراب ہوتا ہے مولانا نے فرمایا کہ سبحان اللہ لحاف کے ابرہ کا تو اتنا خیال اور دماغ کی حفاظت کا کچھ خیال نہیں۔ میاں دماغ قیمتی ہے یا لحاف یعنی اگر استر اوپر رکھا جائے تو اس میں گردوغبار بھرے گا۔ اور رات کو استر ہی نیچے رہتا ہے تو گردوغبار ناک کے ذریعہ سے دماغ میں جائے گا۔ اور اگر ابرہ اوپر ہو تو دماغ محفوظ رہے گا دانشمندی کی یہ حالت تھی پورے محقق تھے رسم پرست نہ تھے کہ ساری دنیا ایسا کرتی ہے ہم بھی ایسا کریں ایسے پاک نفس تھے کہ ایک دفعہ مولانا کے ایک تصحیح کردہ فتویٰ پر کہیں سے کچھ اعتراض لکھے ہوئے آئے تھے میں نے اس کا جواب لکھنا چاہا، مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ اس کا جواب مت لکھنا صرف یہ لکھ دو کہ اس کا جواب تو ہے مگر ہم مرغان جنگی نہیں ہیں کہ سوال و جواب کا سلسلہ دراز کریں۔ بس اس جواب کا حق ایک دفعہ ادا ہو گیا تھا اور یہ لکھ دو کہ اگر اطمینان نہ ہو تو وَ فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ.

دوسری جگہ دریافت کر لو جنگ و جدل سے معاف کرو مولانا کی یہ بات اس وقت تو کچھ سمجھ میں نہ آئی تھی مگر اب اس کی قدر معلوم ہوتی ہے اور وہ بات یاد آتی ہے جنگ و جدل کرنا سچ مچ اس کا کام ہے جس کو فرصت و بیکاری ہو اس کی مثال ایک حکایت ہے کہ ایک شخص کی داڑھی میں سفید بال تھے جب حجام خط بنانے بیٹھا تو کہنے لگے کہ سفید بال چن چن کر نکال دینا۔ نائی نے ساری داڑھی صاف کر کے سامنے ڈال دی اور کہا کہ تم خود چن

لو مجھ کو فرصت نہیں کام کا آدمی تو بکھیڑوں سے اس طرح گھبراتا ہے۔ ہاں شرعی ضرورت ہو تو اور بات ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بجز کفار کے اور کسی سے مناظرہ نہیں کرتے تھے بہت ہی مجبوری کو ایک بار بعض شیعہ اور بعض غیر مقلدین کا جواب لکھا تھا ورنہ جو مسلمان کہلاتے ہیں خواہ وہ مسلمان نہ ہوں ان سے گفتگو کرنا پسند نہ تھا۔

تحذیر الناس پر جب تکفیر ہوئی تو جواب نہیں دیا بلکہ جواب میں یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونے کا طریقہ بڑوں سے یہی سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے تو میں کلمہ پڑھتا ہوں۔'' **اشھد ان لااله الا اللّٰه و اشھد ان محمد ارسول اللّٰه** ''اب تو کفر نہ کہیں گے۔ بات یہ ہے کہ ان حضرات میں حب جاہ نہیں ہوتی کسی سے نہیں الجھتے بلکہ درگزر کرتے ہیں مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کی حکایت میں ہے کہ ایک شخص نے اس کا امتحان کیا۔ عین وعظ میں اس نے کہا کہ مجھ کو کچھ دریافت کرنا ہے وہ یہ کہ میں نے سنا ہے کہ آپ حرام کی پیدائش ہیں آپ نے باوجود یکہ کس قدر تیز تھے نہایت متانت سے جواب دیا کہ حدیث میں ہے'' **الولد للفراش** '' (1) اور میرے والدین کے نکاح کے گواہ موجود ہیں۔ ان سے شہادت دلا سکتا ہوں تم ایسی باتوں کا یقین نہ کیا کرو پھر وعظ شروع ہو گیا۔

ایک دفعہ آپ وعظ فرمارہے تھے ایک حدیث بیان کی اسی وقت ایک شخص نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ میں نے شاہ اسحاق صاحب سے سنا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خبر نہیں اسی وقت وعظ چھوڑ کر شاہ صاحب کے پاس پہنچے اور تصدیق کی اور پھر وعظ کے جلسہ میں آکر فرمایا کہ واقعی تم سچ کہتے ہو۔ یہ حدیث ضعیف ہے ایک بار غالباً مرادآباد تشریف لے گئے اور کسی مقام پر وعظ ہوا بعد وعظ جب باہر تشریف لائے تو ایک شخص اس وقت پہنچا اور وعظ کا ختم ہونا معلوم کر کے نہایت حسرت سے کہا کہ میں تو وعظ کے اشتیاق میں بڑی دور سے آیا تھا مگر افسوس کہ ختم ہو گیا۔ مولانا کے کان میں یہ بات پڑ گئی مولانا اس شخص کو اکیلے مسجد میں لے گئے اور فرمایا کہ میں تم

کو بھی سنا دوں گا اور پھر وہی وعظ سنا دیا۔ اخلاص تو دیکھئے۔ فقط۔

واقعہ: ایک شخص تھانہ بھون کسی گاؤں سے اپنے کام کو آنے والے تھے اور اس گاؤں میں ایک صاحب کو حضرت والا سے مسئلہ دریافت کرنا تھا۔ انہوں نے ایک پرچہ پر وہ مسئلہ لکھ کر اس آنے والے کو دے دیا کہ اس کا جواب لیتے آنا اس نے حضرت کو لا کر وہ پرچہ دیا۔ حضرت نے ملاحظہ فرما کر اس شخص کو واپس دے دیا اور پھر یہ کہہ دیا کہ ان سے کہہ دینا کہ خود اس کو لے آئیں تو جواب دوں گا کیونکہ کچھ باتیں اس کے متعلق ان سے زبانی دریافت طلب ہیں پھر حاضرین سے فرمایا۔

ارشاد: لوگ ہمیں بے کار سمجھتے ہیں کچہری میں یہ نہیں کرتے کہ اس طرح کلکٹر صاحب کے پاس عرض بھیج دیں وہاں تو ذرا سی بات کے لئے سو اہتمام کریں گے۔ خود جائیں گے یہاں تک حالت ہو گئی ہے کہ عورتیں بھنگیوں کی معرفت ہی مسائل پوچھ پوچھ بھیجتی ہیں بھلا وہ کیا سمجھ سکتی ہیں اور پھر کیا سمجھا سکتی ہیں بات یہ ہے کہ قلب میں دین کی اور علماء کی وقعت نہیں اور ایسے موقعوں پر جو کہا گیا تم خود پوچھ لو تو دریافت کرنا ہی بند ہو گیا۔ ایک عورت نے طاعون کے زمانہ میں پوچھ کر یہ بھیجا کہ طاعون میں ایک وقت میں بہت بہت آدمی مرتے ہیں عزرائیل ایک وقت میں اتنوں کی جان کیسے قبض کرتے ہوں گے مگر دریافت کرایا ایک بچہ کی معرفت میں نے سوچا کہ یہ بچہ ایسی باریک بات خود ہی نہیں سمجھ سکتا ان کو جا کر کیا سمجھائے گا جواب تو یہ تھا کہ یوں کہلا دیتا کہ خود آ کر پوچھ لو مگر خیر ایک جواب سہل سوجھ گیا میں نے اس سے کہا کہ اپنی اماں سے یوں کہہ دینا کہ کبھی چاول بھی کھائے ہیں۔ ایک دم سے کتنے چاول رکابی میں اٹھا لیتی ہو۔ اس طرح عزرائیل علیہ السلام ایک دم سے سب کی روح قبض کر لیتے ہیں وہ بچہ بھی اس بات کو بخوبی سمجھ گیا اور اس نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ اس پر اس کی ماں نے شکریہ ادا کیا۔ خیال تو کیجئے بچہ کی معرفت ایسی باریک باتیں دریافت کی جاتی ہیں بلکہ باریک بات اپنے فہم سے زیادہ تو پوچھنا بھی بیہودگی ہے اور اصل جواب اس کا یہ

ہے جیسے ایک شخص کو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے دیا تھا۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حیض کی حالت میں جو نماز نہیں ہوتی اس کی قضا نہیں ہے اور روزہ جو قضا ہو تو اس کو رکھنا ہوتا ہے۔ حضرت مولاناؒ تھے صاحب جلال۔ اس شخص کو جواب دیا کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر اس کے خلاف کرو گے تو اتنی جوتیاں لگیں گی کہ سر پر بال بھی نہ رہے گا۔ ویسے مولاناؒ طلبا کو جواب دیتے ہیں ہی مگر اس شخص کے مناسب یہی تھا۔

18 شوال المکرّم 1336ھ

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ہندو اگر افطاری میں مٹھائی بھیجے تو اس کا کھانا کیسا ہے اور واقعہ بیان کیا کہ ایک ہندو نے بھیجی تھی اور ایک مولوی صاحب نے لے بھی لی تھی اور کہا تھا کہ کوئی حرج نہیں اور میں اس کے خلاف تھا۔

ارشاد: فتویٰ کی رو سے جواز تو ہے مگر مجھ کو غیرت آتی ہے کہ آئندہ یوں کہنے لگیں گے کہ اگر ہم مدد نہ کرتے تو کیسے بہار ہوتی مسجد میں ایسے موقع پر ان کے شریک کرنے سے دو خرابیاں ہیں ایک تو امتنان (کافر کا احسان) دوسرے مسلمانوں میں کرم غالب ہے سوچتے سمجھتے ہیں نہیں پھر ان کے تہواروں میں یہ مدد دینے لگتے ہیں ایک مولوی صاحب اس وقت حضرت کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے کہ بعض ہندو تو اس قسم کی باتیں اسی لئے کرتے ہیں کہ انہوں نے اس میں یہ ترکیب چلائی ہے کہ مسلمان دین میں مداہنت کرنے لگیں۔

چنانچہ فلاں جگہ رام لیلا پر جھگڑا ہوا تھا جس میں 45 مسلمان قید ہوئے مگر رام لیلا بند ہو گیا تھا۔ مگر ہندوؤں نے محرم میں شربت پلانا شروع کیا اس سے وہ برا اثر پھیلا کہ ان 45 آدمیوں کے قید ہونے سے بھی نہ ہوا تھا۔ اول تو ہندو احسان کرتے ہیں پھر اپنا کام بناتے ہیں ایک جگہ ہندوؤں نے کئی لاکھ روپیہ جمع کیا اور علماء سے کہا کہ مدرسہ عربی بناؤ اور یہ کہا کہ اس قدر روپیہ قربانی میں صرف ہوتا ہے قربانی موقوف کر دو۔ بعض علماء نے کہا کہ بہت روپیہ ہے لے لو۔ دیکھئے یہ دین پر اثر ہوا۔ ہمارا

مسلک تو یہ ہے اور یہی ہونا چاہئے کہ اگر تمام دنیا ملے اور ایک مسئلہ میں خلاف کرنا پڑے تو دنیا بھر کے خزائن کی طرف نظر بھی نہ کریں۔

ارشاد: حضرت پہلے ہی مضمون کی مناسب فرمانے لگے کہ اسی طرح نفس کے بھی عجیب کید ہیں۔ ایسے قواعد کلیہ ایجاد کرتا ہے اور پھر جزئیات کو اس میں داخل کرتا ہے جس کا کوئی ٹھیک نہیں۔

چنانچہ ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے اور درخواست کی کہ میرے ذمہ قرض ہے فلاں فلاں رئیس کو لکھ دو کہ وہ اعانت کریں۔ میں نے کہا کہ میں کسی کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا۔ ناحق دوسرے کی طبیعت پر گرانی ہوگی۔ بولے کہ گرانی کا کیا حرج ہے آپ لوگوں کی جو تربیت فرماتے ہیں اس میں بھی تو گرانی ہوتی ہے منجملہ اس کے ایک یہ بھی مجاہدہ میں داخل ہے اور مجاہدہ میں تو گرانی ہوتی ہی ہے۔ دیکھئے تو نفس نے اس جزئیہ کو کیسا کلیہ میں داخل کیا میں نے کہا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ اس وقت ان لوگوں کو ایسے مجاہدہ کی ضرورت ہو موجودہ حالت کے موافق مجاہدہ ہوا کرتا ہے پھر اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ کیا ضرور ہے کہ وہ مال آپ ہی کو دیں۔ یہ نفس کا کید ہے کام تو نرمی سے ان کا ہو گیا تھا۔ مگر یہ نفس کا کید تھا کہ پہلے ایک کلیہ بنایا پھر اس جزئیہ کو اس میں داخل کیا۔ مجتہدین اور عوام میں یہی تو فرق ہے وہ ہر چیز کو اس کی اصل حقیقت پر سمجھتے تھے اور یہاں غرض کی آنکھ سے ہر شے کو دیکھتے ہیں ان ہی کیدوں کی بابت مولاناؒ فرماتے ہیں۔ شعر ؎

صد ہزاراں دام و دانہ ست اے خدا ماچوں مرغانِ حریص و بے نوا
دمبدم پا بستۂ دامِ نو ایم گر ہمہ شہباز سیمرغے شویم
میر ہانی ہر دمے مارا و باز سوے دامے میرویم اے بے نیاز

شہوت وغضب کے دام تو ہیں ہی مگر یہ دام بہت سخت ہیں کیونکہ ان کو دین سمجھتے ہیں چندہ کی تحریک کے متعلق خود میرے سامنے ایک صاحب علم نے کہا کہ ہماری عزت ہی کیا ہے جو تحریک میں اہانت ہوگی۔ ہم ہیں کیا چیز۔ کوئی پوچھے کہ آپ اپنی نظر

میں کچھ نہیں ہیں۔ مگر مخاطب کے نزدیک تو ہیں۔ ایک عالم کے سامنے میں نے گراں گزرنے کے متعلق کہا کہ حدیث میں لایحل مال امرء مسلم الا بطیب نفسہ ¹ کہنے لگے کہ لایحل اس درجہ کا نہیں کوئی پوچھے کہ اگر یہی ہے تو حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ الخ میں کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ حرمت اس درجہ کی نہیں لایحل میں آپ نے بلا دلیل درجے کیسے نکالے ۔میرے ایک ماموں صاحب درویش تھے وہ کہا کرتے تھے کہ نفس سب کا مولوی ہے۔ عجیب تاویلیں سکھاتا ہے۔ میرے ایک عزیز کہتے تھے کہ میرے سامنے کا قصہ ہے ایک بت خانہ تھا اس میں بت رکھا تھا۔

ایک ہندو نے بت کو پانی دیا جب وہ ہٹ گیا تو اس بت میں کتا موت گیا۔ میں نے بلا کر اس سے کہا کہ تمہارے معبود کی کیا قدر ہو رہی ہے۔ اس نے کہا کہ میاں یہ کتا بھی پانی دیتا ہے۔ یہی راز ہے کہ مذاہب میں فیصلہ نہ ہوا اور نہ ہر شخص حق کو قبول کر لیتا ہے کیونکہ نفس بری سے بری بات کی تاویل گھڑ لیتا ہے دیکھئے قادیانی کی باتیں کھلی ہوئی تھیں مگر اس کے مرید کیسی تاویلیں کرتے ہیں قادیانی نے پیشین گوئی کی تھی کہ ''محمدی بیگم'' کا نکاح مجھ سے ہوگا یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوئی نورالدین نے اس کی کیا اچھی تاویل کی ہے وہ یہ کہ مرزا کی اولاد قائم مقام ہے مرزا صاحب کی اولاد کا نکاح محمدی بیگم کی اولاد سے ہوگا۔ جب کوئی گمراہی کو اختیار کرتا ہے تو اولا تذبذب ہوتا ہے پھر جب حق کو دفع کر دیتا ہے تو تذبذب نہیں رہتا اور یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اول تنبیہ ہوتی ہے مگر پھر نفس خوب تاویلیں کر لیتا ہے۔

واقعہ: حافظ عبدالمجید صاحب جن کے سپرد سابق میں مدرسہ دارالعلوم تھانہ بھون کے بعض کاروبار تھے حضرت کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اب میں مدرسہ کا اہتمام اپنے ذمہ نہیں رکھنا چاہتا میں نے مدرسہ کی چیزیں مولوی احمد حسن صاحب کے سپرد کر دیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میرے پڑھنے میں خلل پڑتا ہے آپ نے فوراً منظور فرما کر

ارشاد: فرمایا کہ میرا طرز عمل ہمیشہ یہی رہا ہے کہ کسی پر کسی کام کا بوجھ نہ ڈالا

جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ خلافت کسی کے سپرد کردیجئے آپ نے فرمایا کہ میں اگر سپرد نہ کروں تو اتباع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیونکہ آپ نے خلافت کسی کے سپرد نہیں فرمائی تھی اور اگر سپرد کروں تو اتباع ہے ابوبکرؓ کا کیونکہ انہوں نے خلافت کو میرے سپرد فرمایا تھا۔ اگرچہ مجھ کو دونوں باتوں کا حق حاصل ہے مگر میں اپنے بعد کے قصہ کا بار اپنے سر پر نہیں رکھتا۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے جو تفویض کی تھی تو ان کو مل بھی تو گیا تھا عمرؓ جیسا شخص۔

چنانچہ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلافت سپرد کی تھی تو لوگوں نے کہا تھا کہ آپ خلافت ایسے شخص کو سپرد کرتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ سوال کریں تو کیا کہیں گے، آپ نے جواب میں فرمایا کہ مجھے کیا ڈراتے ہو میں یوں کہوں گا کہ میں نے خلافت ایسے کے سپرد کی ہے کہ اس سے افضل روئے زمین پر نہ تھا۔ ہمارے پاس ایسا آدمی کہاں اس لئے یہاں تو یہ قصہ ہے کہ فرمائش کر کے کام نہیں دیا جاتا اگر کوئی صاحب اجر سمجھ کر کرلیں فبہا ورنہ کام ہی حذف (مدرسہ موقوف) میں نے کان پور میں ایک موقع پر ایسا ہی کیا تھا ہمیشہ یہی مدنظر رہا کہ کوئی ذرہ برابر تکلیف نہ پائے کوئی خود کام کا بیڑا اٹھائے تو خیر۔ یہاں تعمیر کا کام سب کام سے زیادہ بکھیڑے کا ہے سو اس میں بھی یہ سوچ لیا ہے کہ حجرہ میں ایک آدمی رہنے سے اگر حجرہ کافی نہ ہو تو ایک ایک میں دو آدمی رہیں اگر یہ بھی نہ ہو تو مساجد میں رہیں اس کی بھی پرواہ نہیں کہ حجرہ ہی ہوں یہ تو خانقاہ ہے خواہ مخواہ تو نہیں جیسے صورت ہو ویسے ہی کریں گے۔

حضرت شاہ سلیمانؒ صاحب پاک پٹن کے ہیں بڑے شخص ہیں حتیٰ کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے ان سے بیعت کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت میانجیو صاحب کی خدمت میں پہنچا دیا۔ ان کے وقت میں سنا ہے کہ لوگ درختوں کے نیچے بستر کئے ہوئے پڑے رہتے تھے بلکہ بعضے مع بال بچوں کے رہتے تھے جو کی روٹی کھاتے تھے یہ حالت تھی حضرت کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں۔

مولانا گنگوہیؒ کا دیکھئے کیا طرز تھا۔ درس حدیث کے لئے کوئی مکان تھا نہ مدرسہ تھا کچھ مساجد میں رہتے تھے کچھ وہاں ہی حجروں میں جن میں سے بعضے کی چھت ایسی کہ کہیں گر نہ جائے لوگ اس میں رہتے تھے۔ ساری عمر اسی میں گزار دی مولانا گنگوہیؒ کے یہاں ایک رئیس نے طلبہ کے لئے روپیہ بھیجا درس ملتوی ہو چکا تھا حضرت نے واپس فرما دیا۔ اور فرمایا کہ جس کام کے لئے بھیجا ہے وہ یہاں ہے نہیں اس لئے واپس ورنہ ممکن تھا اور کسی کام کے لئے اگر مشورہ دیا جاتا تو وہ رئیس ضرور قبول کر لیتے ایک بار سنا ہے کہ جامع مسجد کی جب گنگوہ میں تعمیر ہو رہی تھی تو ایک رئیس نے حضرت کو یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ اس کے کام کا تخمینہ کرا کے اطلاع فرما دیں آپ نے تحریر فرما دیا کہ میرے پاس کوئی انجینئر نہیں ہے اگر دل چاہے تو اپنا آدمی بھیج کر تخمینہ کرا لیجئے۔ صاف جواب دے دیا۔ یہ زندگی تھی ہمارے حضرات کی۔ گو مدارس کی جو آج کل صورت ہے وہ بھی مصلحت پر مبنی ہے پھر بھی سلف صالحین کا یہ طرز نہیں تھا۔ مگر اب ضرورت ہے اس طرز کی لیکن ہمارے حضرات نے اس ضرورت کے زمانہ میں بھی طرز سلف کو کر دکھایا۔ ہم چونکہ ضعفاء ہیں اس لئے اسباب کے ساتھ تشبث رکھنے کی ضرورت ہے فرمایا کہ سب کو یاد ہوگا میں نے جب کام دیا تھا تو فرمائش کر کے نہیں بلکہ کئی صاحبوں کے سامنے ڈال دیا تھا کہ میں تو کرتا نہیں اگر کسی کو اجر حاصل کرنا ہو وہ لے لے بشرطیکہ بار نہ ہو ورنہ حذف مجھے اول ہی سے اس کا لحاظ رہا ہے پھر حافظ صاحب نے فرمایا کہ آپ کی سبکدوشی موافق شریعت کے ہے کیونکہ علم مقدم ہے اگر چہ کام تو دونوں فرض کفایہ ہیں (دونوں کام یعنی خدمت مدرسہ اور علم دین حاصل کرنا) مگر ایک فرض کفایہ دوسرے کے مقابلہ میں ترجیح رکھتا ہے۔ پڑھنا مقدم ہے۔ پھر حضرت نے حافظ صاحب سے فرمایا کہ زمانہ تعلق میں ہر طرح کی باتیں پیش آ جاتی ہیں۔ اگر میری جانب سے کوئی خشونت ہوئی ہو یا دل آزاری ہوئی ہو یا کوئی بات خلاف طبع ہوئی ہو معاف کر دیجئے اور جو حق میرا فوت ہوا ہو وہ میں دل و جان سے معاف کرتا ہوں پھر فرمایا تحصیل علم

کے برابر کوئی چیز نہیں مگر علم کے لئے آفات بھی ہیں۔

"لکل شی ء آفة وللعلم افات" اس کی ایک تو ظاہر تاویل ہے کہ علم پڑھ کر بعضی آفتیں ہو جاتی ہیں۔ (مثلاً اس پر عمل نہ ہو) اور ایک معنیٰ عمدہ یہ ہیں کہ علم کے لئے موانع بہت ہیں پہلے لوگوں نے اس طرح طالب علمی کی ہے کہ والد صاحب سے سنا ہے کہ وہ لوگ ایک گھڑا پاس رکھ چھوڑتے تھے جو خط کہیں سے آتا اس میں ڈال دیتے فارغ ہو کر اس کو کھولا کرتے کسی خط کو دیکھ کر ہنس پڑتے کسی کو دیکھ کر رو پڑتے۔ طالب علمی کے زمانہ تک یہ بھی نہیں کرتے تھے کہ خط بھی دیکھیں۔ ایک عالم اپنی حکایت بیان کرتے تھے کہ کنجڑے جو مولی اور گاجر کے پتے پھینک دیتے ہیں ان کو کھا کر طالب علمی کرتے تھے۔ ایک عالم تھے انہوں نے بخاری شریف اپنے ہاتھ سے لکھ لکھ کر پڑھی تھی۔ آپ کی علیحدگی سے گو مجھ کو فکر پڑے گا مگر پھر یہی کہوں گا کہ اچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ عمل و اخلاص نصیب فرمائیں رہا فکر سو اگر انتظام نہ ہوگا تو اخیر میں یہی کہوں گا جیسے کسی نے کہا تھا کہ شعر گفتن چہ ضرور۔ اسی طرح مدرسہ کردن چہ ضرور اور مجذوب کے لنگوٹہ کا قصہ معلوم ہی ہے۔

ایک اور حکایت ہے۔ دو بھائی تھے۔ ایک بادشاہ۔ دوسرا درویش۔ درویش لنگی باندھے پھرا کرتے تھے ایک روز بھائی نے کہا کہ مجھ کو بڑی شرم آتی ہے کہ تم اس حالت میں پھرتے ہو چلو لباس درست کرو پاجامہ پہنو۔ کہا کہ پاجامہ ہو تو کرتہ بھی ہونا چاہئے۔ بھائی نے کہا کہ کرتے بہت۔ کہنے لگے کہ ٹوپی بھی ہو اس نے کہا کہ ٹوپی بھی بہت۔ پھر گھوڑا بھی ہونا چاہئے غرض اخیر میں کہا کہ بادشاہت بھی ہونی چاہئے۔ بھائی نے کہا کہ چلئے تخت پر رونق افروز ہو جایئے وہ کہنے لگے کہ میں پاجامہ ہی کیوں پہنوں کہ اتنے قصہ کرنے پڑیں۔ بس میری لنگی ہی رہنے دو، خود ہی جھگڑا کرنے سے جھگڑا ہوتا ہے۔ شاہ غلام رسول صاحب ایک درویش تھے کان پور میں شیخ تھے میں ان کے صاحبزادہ شاہ احسان الحق صاحب سے ملا ہوں ایک زمانہ میں ان کی مسجد کا کوئی قصہ تھا۔ ہندوؤں سے جھگڑا تھا۔ عدالت تک نوبت پہنچی۔ شاہ صاحب کے نام سمن آیا

آپ نے کہا کہ میں عدالت میں نہیں جاؤں گا۔ لوگوں نے کہا کہ مقدمہ خارج ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنا گھر نہیں بناتا ہوں چنانچہ نہیں گئے۔ حاکم کے دل میں یہ آیا کہ ہم خود چل کر تحقیقات کریں گے۔ اس نے آ کر وہیں اجلاس کیا۔

شاہ صاحب گھر میں چلے گئے۔ حاکم کے بلانے پر جواب ملا کہ کافر کے سامنے نہیں آتا۔ جو تمہاری سمجھ میں آئے وہ کردو۔ حاکم نے فیصلہ میں لکھا کہ جو شخص اتنا بڑا محتاط ہے کہ عدالت میں نہیں آتا۔ اور سامنے نہیں آتا وہ کیا جھوٹ بولے گا۔ پیلی بھیت میں شاہ جی محمد شیر صاحب تھے۔ لوگ اسٹیشن پر مسجد بنانا چاہتے تھے ہندوؤں نے مندر بنانا چاہا جھگڑا ہوا۔ کلکٹر تھے مسلمان انہوں نے مسجد کو بھی روک دیا۔ شاہ صاحب کو اطلاع ہوئی کہنے لگے کہ میں کچھ کوشش نہ کروں گا۔ میرا گھر تھوڑا ہی ہے جس کا گھر ہے اس کو منظور ہوگا وہ بنوالے گا۔ اور کہا کہ ساری زمین مسجد ہے لوگ زمین میں نماز پڑھ لیں گے۔

چنانچہ وہ مسجد پڑی رہی۔ ایک دفعہ وہ کلکٹر صاحب شاہ صاحب کے یہاں پہنچے۔ بعض لوگ پہچانتے بھی تھے ان سے منع کر دیا کہ بتلانا مت ذکر مت کرنا شاہ صاحب کے مکان پر پہنچے۔ دہلیز میں ایک تخت ٹوٹا ہوا پڑا تھا وہیں بیٹھ گئے۔ شاہ صاحب اس حدیث کا مصداق ہو گئے اتتہ الدنیا وھی راغمۃ کہ ایسے شخص کے پاس دنیا ناک رگڑتی آتی ہے۔ شاہ صاحب نے پوچھا کہ مزاج اچھا ہے کیسے آئے کہا کہ مجھ کو کچھ عرض کرنا ہے۔ شاہ صاحب نے کہا کہو کہنے لگے کہ مسجد کا کیا قصہ ہے۔ شاہ صاحب بولے کہ ہم مسجد بنا رہے تھے۔ ایک صاحب بہادر آگئے ہیں وہ مانع ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ صاحب بہادر میں ہوں۔ میں معذرت کرنے آیا ہوں آپ تشریف لے چلئے۔

چنانچہ فٹن پر ساتھ سوار کر کے لے گئے اور ان کے ہاتھ سے بنیاد رکھوا دی۔ شاہ صاحب کی یہ حالت کہ کلکٹر کے منع کرنے پر نہ گلہ نہ شکایت۔ عبدالمطلب کو دیکھئے کہ جب ان کے اونٹ اور بکریاں ابرہہ بادشاہ کے سپاہیوں نے جو کہ خانہ کعبہ کے شہید کرنے کو آیا تھا پکڑ لی تھیں اور وہ اس کے پاس گئے تو وہ یہ سمجھا تھا کہ خانہ کعبہ کی

سفارش کو آئے ہوں گے۔ انہوں نے اس کا تذکرہ بھی نہ کیا بلکہ اپنے مال کے لئے چھوڑ دینے کو کہا اس نے کہا کہ میں تو اور کچھ سمجھا تھا۔ ایسی خفیف بات کو آپ نے کہا اگر آپ کعبہ کی سفارش کرتے میں قبول کرتا عبدالمطلب نے کہا کہ مجھ کو اپنی چیز کی فکر ہے وہ چیز جس کا گھر ہے وہ جانے اس کا گھر جانے میرا گھر ہوتا تو میں سفارش کرتا اس نے اونٹ بکریاں ان کی چھوڑ دیں۔ پھر دیکھئے کیا انجام ہوا سب کو معلوم ہے جس کے بارے میں ''سورہ الم تر کیف'' نازل ہوئی۔ یہ مدرسہ بھی اللہ کا کام ہے کسی ایک پر موقوف نہیں دین کا کام ہے اگر دین کا کام کسی ایک پر موقوف ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہوتا مگر باوجودیکہ آپ بھی اٹھا لئے گئے مگر دین باقی ہے اگرچہ انوار کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور یہ سب آپ ہی کی برکات ہیں۔

ہنوز آں ابر رحمت درفشان است   خم و خمخانہ بامہر و نشان است

اور جب اللہ میاں کو موقوف کرنا ہوگا تو کام سے پہلے ان لوگوں کو قبض کرنا شروع کردیں گے جن سے کام لیا جاتا ہے آج کل مشینیں ایسی نئی نئی چلی ہیں کہ ایک بچہ وہ کام کرسکتا ہے جس کو ایک ہزار آدمی کرسکیں۔ ایک ضعیف آدمی وہ کام کرسکتا ہے جو رستم سے بھی ہوسکتا جب انسان کی یہ قدرت ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کیسی ہوگی وہ ضعیف سے ضعیف شخص سے وہ کام لے سکتے ہیں کہ قوی سے قوی بھی عاجز ہوجائے۔ ایک زمانہ میں یہاں غلغلہ ہوا تھا کہ مدرسہ باضابطہ ہونا چاہئے مجھ سے چھپاتے تھے اور مقصود ان کا یہ تھا کہ قوت پیدا کرکے پھر ظاہر کریں گے۔ جیسے سلطان عبدالحمید خاں کو خبر بھی نہ کی تھی۔ جب سارے بندوبست کر لئے تو ان کو معزول کردیا۔ مجھ کو اطلاع ہوگئی ان کا ایک جگہ عشاء کے بعد جلسہ تھا۔ میں جلسہ میں پہنچا اور میں نے کہا 15 منٹ کے لئے میں اجازت کچھ کہنے کی چاہتا ہوں اور میں نے کہا کہ میری تقریر سے آپ کی تقریرات کی اعانت ہی ہوگی گو ظاہراً ان تقریرات کا انقطاع ہی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں انقطاع نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ مجھ سے تین چیزوں کا تعلق ہے ان میں ایک چیز تو مکان ہے مدرسہ کا سو

جس کا جی چاہے مدرسہ پر قبضہ کر لے میں اپنے مجمع کو بیٹھک میں لے آؤں گا۔ البتہ اگر اجازت ہوگی تو نماز مسجد میں پڑھ لیا کروں گا ورنہ دوسری مسجد میں۔ دوسری چیز کتب خانہ ہے سواس کے دو حصہ ہیں ایک وہ جو میرے آنے سے پہلے موجود تھا وہ تو ابھی سپرد کر دوں گا۔ دوسرا وہ جو میرے سبب سے آیا اور جس کا واقفین نے مجھ کو متولی بنایا سو عاریۃً تو ابھی سے اس کو بھی سپرد کر دوں گا۔ رہا مستقلاً سو، برس روز کام کو ہو جائے گا۔ اس وقت بالکل آپ کی طرف تولیت منتقل کر دوں گا۔ تیسری چیز روپیہ۔ سواس میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ کچھ تو جائیداد و والد صاحب کی وقف کی ہوئی ہے، دوسرا جو روپیہ آتا جاتا رہتا ہے سو جائیداد کی تولیت میاں مظہر کے نام ہے ان سے کہئے باقی آمدنی جو روز مرہ آتی ہے اس کو آنے کے بعد ایک ہفتہ روکے رکھا کروں گا اور جس نے بھیجا ہوگا اس کا پتہ آپ کو بتلا دیا کروں گا۔ جب آپ مرسل سے اجازت حاصل کر لیں گے آپ کے حوالہ کر دوں گا۔ بس میں کہہ چکا۔ اب آپ تقریر کیجئے کیا مجھ کو مدرسہ سے جاہ حاصل کرنا ہے۔ اگر اس کی طلب ہوتی تو خوب بڑا سا مدرسہ کرتا۔ مگر بکھیڑے سے دل گھبراتا ہے۔

تہیہ یہ ہے کہ اگر کام نہ ہوگا تو حذف کر دوں گا۔ کیونکہ خانقاہ میں دو قسم کے لوگ ہیں طلبا، ذاکرین۔ اگر یہاں کام نہ ہوگا تو طلباء کے لئے اور مدارس بہت وہاں چلے جائیں گے۔ رہے ذاکرین تو ان سے کہوں گا۔ اگر رہنا ہو تو بے سامان رہو۔ اگر متوکلین ہیں رہیں گے ورنہ چلے جائیں گے۔ ان کی کوئی فکر ہے نہیں چونکہ یہ فکر نہیں اس لئے قلب کی راحت ہے میں اپنی ذات کے لئے بھی اس پر آمادہ ہوں کہ جس روز کسی قسم کی مزاحمت پیش آئی ایک گھر ہے اس کو چھوڑ کر کسی گاؤں میں یا کسی اور شہر میں جا بیٹھوں گا۔ صرف دو بیویاں ہیں اور وہ سب چلے جائیں گے۔ مجھے یہ سوچ ہی نہیں ہے کہ کیا ہوگا میری حالت تو یہ ہے۔

ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم دستار نداریم غم پیچ نداریم

یہاں ایک تار بھی نہیں دس تار کیا ہوتے پھر طلبہ سے خطاب کر کے فرمایا۔

ہدایت برائے طلبہ وغیرہ

طلبہ وغیرہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنی کوئی حاجت حافظ صاحب سے پیش نہ کریں۔ مثلاً چارپائی حجرہ وغیرہ کی طلب ان سے نہ کی جائے کیونکہ اب حافظ صاحب بحیثیت طالب علم ہوں گے پھر فرمایا کہ میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی طالب علم نے کبھی حجرے کے ٹپکنے کی شکایت کی ہے تو میں نے کہہ دیا کہ تم درست کرالو اگرچہ غبن فاحش سے کیوں نہ بنے تو بھی میں گوارا کرلوں گا صرف اللہ میاں دینے والے ہیں میں ہر وقت آدمی کہاں سے لاؤں وہ طالب علم گیا اور درست کرالیا۔ یہ بھی ایک طریقہ ہے کام کا۔ جیسے یوں ہوسکتا ہے کہ دس آدمیوں کا کام ایک شخص کرے، یوں بھی ممکن ہے کہ 50 آدمی کریں۔

واقعہ: علماء متقدمین کے علم و فضل اور ان کی تحقیق اور عبادات کا ذکر ہو رہا تھا کہ انہوں نے ایسی بڑی بڑی تصنیفات کی ہیں کہ عادتاً اس قلیل عمر میں ایسا ہونا دشوار ہے اور پھر یہ کام اس قلیل عمر میں انہوں نے کیسے کیا ہوگا۔ آج کوئی مذہب والا ایسی نظیر پیش نہیں کرسکتا۔

ارشاد: یہ حال تھا ان حضرات کا لوگوں نے ایسے حضرات کو بدنام بھی بہت کیا ہے بے جا الزامات بھی قائم کئے ہیں اور جتنا کوئی محقق ہوگا۔ اتنا ہی بدنام ہوگا وجہ اس کی نظر گہری ہوتی ہے لوگ وہاں تک پہنچتے نہیں بظاہر اس کی باتیں ان کے خلاف معلوم ہوتی ہیں اس لئے کفر تک کے فتوے قائم کردیتے ہیں اس لئے محققین ہمیشہ بدنام ہوئے ہیں مگر کیسے لوگ تھے کہ ایسے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ ہم لوگ اگر دو سو رکعت نفل پڑھیں تو اور سب کاموں کو چھوڑیں تو ایسا کرسکتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ جب انسان کو عالم ارواح سے مناسبت ہو جاتی ہے تو وہ زمان و مکان کے ساتھ زیادہ مقید رہتا ہے اس کے کام میں برکت ہونے لگتی

ہے۔ یہ حضرات متقدمین ایسے ہی تھے اور اس برکت میں زیادہ دخل تقویٰ کو ہے۔ میرے سامنے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے ایک تقریر فرمائی کسی نے کہا یہی تقریر ایک بار مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے فرمائی تھی تو مولانا نے فرمایا بھائی جہاں وہ فرماتے تھے وہاں ہی سے ہم کہتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ان کے لئے سمندر کی طرح کھلتا تھا اور ہمارے لئے سوئی کے ناکے کے برابر۔ ایک اور شخص نے پوچھا تھا کہ مولانا نے یہی کتابیں پڑھی تھیں جن کو سب پڑھتے ہیں اُن کو یہ علم کہاں سے آیا۔

مولانا نے فرمایا اس میں کئی چیزوں کو دخل ہے اور مولانا میں وہ سب جمع تھیں طلب کی رو سے معتدل مزاج تھے اس لئے ان پر نفس کامل فائض ہوا۔ پھر استاد بڑے کامل ملے۔ یعنی مولانا مملوک علی صاحب جن کا علم و فضل مخفی نہیں۔

تیسری بات یہ ہوئی کہ متقی اعلیٰ درجہ کے تھے پھر ان میں استاد کا ادب بہت تھا اور پھر پیر بڑے کامل ملے۔ یعنی حضرت حاجی صاحبؒ ان باتوں کے جمع ہونے سے یہ برکت ہوئی۔ ادب کی یہ کیفیت تھی کہ جب مولانا ذوالفقار علی بیماری میں آپ کے پاس جاتے تھے تو آپ اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے۔

ایک دفعہ مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کہ حضرت آپ میرے استاد ہیں انہوں نے پوچھا میں کہاں سے استاد ہو گیا تو فرمایا کہ مولانا مملوک علی صاحب ایک دفعہ کسی کام میں تھے تو آپ سے فرمایا تھا کہ ذرا ان کو کافیہ کا سبق پڑھا دیجئے۔ چنانچہ میں نے آپ سے سبق پڑھا تھا۔

دوسرا قصہ یہ تھا کہ تھانہ بھون کا ایک گندھی جس کو علم سے محبت تھی مجھ سے کہتا تھا کہ وہ ایک بار دیوبند مولانا کی مجلس میں حاضر ہوا۔ مولانا نے فارغ ہو کر پوچھا کہاں سے آئے ہو اس نے کہا تھانہ بھون سے آیا ہوں یہ سن کر گھبرا گئے اور کہا کہ بے ادبی ہوئی وہ تو میرے پیر کا وطن ہے۔ آپ آئے اور میں بیٹھا رہا مجھ کو معاف فرمائیے۔

وہ گندھی کہتا تھا کہ میں مولانا کی اس حالت کو دیکھ کر شرمندگی سے مرا جاتا تھا۔

ایک دفعہ حضرت حاجی صاحبؒ مولانا کے اُدب کا ذکر فرماتے تھے کہ میں نے اپنا ایک مسودہ نقل کے لئے مولانا کو دیا ایک مقام پر املاء میں غلطی ہوگئی تھی۔ مولانا اس مسودہ کو نقل کر کے لے گئے تو اس لفظ کی جگہ بیاض چھوڑ دی صحیح بھی نہیں لکھا اور کہا کہ اس جگہ پڑھا نہیں گیا اور غرض یہ تھی کہ دیکھ کر غلطی کو درست کر دیں مگر کس عنوان سے کہا۔ یہ نہیں کہا کہ غلطی ہوگئی ہے فرمایا ہاں غلطی تھی میں سمجھ گیا اور اس سلسلہ کی تو برکت ہی عجیب ہے۔ بھلا پیر کا تو ادب کیوں نہ ہوتا۔ یہاں تو مریدوں کا ادب ہوتا تھا۔

چنانچہ میرے سامنے ایک شخص نے مولانا گنگوہیؒ کا بھیجا ہوا حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک عمامہ پیش کیا۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے آنکھوں سے لگایا، سر پر رکھا۔ ناواقف شخص اس کو دیکھ کر یہ سمجھتا کہ حاجی صاحبؒ مولانا گنگوہی سے بیعت ہوں گے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔

حضرت حاجی صاحبؒ میں اس قدر ادب تھا کہ علماء سے اور سید سے اور بوڑھے سے خدمت نہیں لیتے تھے یہ تو اعمال واخلاق تھے اور علم کی شان اور بھی عجیب تھی۔ خداتعالیٰ نے حضرت حاجی صاحبؒ کی بھی کیسی ذات پیدا کی تھی لکھے نہ پڑھے صرف کافیہ تک پڑھ کر مشکوٰۃ شریف شروع کی تھی۔

ایک بزرگ تھے مولوی قلندر بخش صاحب جو صاحب حضور تھے۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بکثرت مشرف ہوتے تھے۔ حضرت ان سے پڑھا کرتے تھے پڑھنے کے زمانہ میں اگر طلباء میں باہم اختلاف ہوتا بڑے طلباء حضرت حاجی صاحب کو اپنے زور تقریر سے ساکت کر دیتے۔

حضرت باقاعدہ مناظرہ ان کو جواب نہ دے سکتے۔ مگر حضرت کے جی کو بات نہیں لگتی تھی۔ جب مولوی قلندر بخش کے سامنے وہ بحث پیش ہوتی تو حضرت کی بات کی تصحیح فرماتے اور پھر علوم بھی کیسے کیسے خدا نے حضرت کو عطا فرمائے تھے کہ سبحان اللہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا قول سنا ہے۔ یوں فرماتے تھے کہ میں جو حضرت

حاجی صاحبؒ کا معتقد ہوا ہوں تو علم کی وجہ سے ہوا ہوں کیونکہ علم الفاظ کا نام نہیں۔

حضرت کے علم کا ایک واقعہ ہے کہ ایک بار حضرت مولانا شیخ محمد صاحب نے حضرت حاجی صاحب سے ذکر فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک چلہ ترک حیوانات کے ساتھ کروں تو حضرت نے فرمایا کہ مولانا توبہ کیجئے بدعت ہے۔

مولانا کو تنبہ ہوا کہ واقعی غلطی ہے اور توبہ کی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ حضرت کو اپنی بعض تصانیف سناتے تو کسی نے پوچھا کہ حضرت تو ظاہری عالم نہیں ہیں ان کو سنانے سے کیا فائدہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے قلب میں تو مبادی پہلے آتے ہیں اور مقاصد بعد میں اب جیسے بھی آگئے۔ اب جیسے ہی مبادی آئے ان کے جمع ہونے سے ویسے ہی مقاصد آگئے۔ اور ان حضرات کے قلب میں بلا واسطہ مبادی کے مقاصد پہلے آتے ہیں تو حضرت کو سنانے سے یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ مقاصد ٹھیک ہیں۔ پھر مبادی کو ہم خود ٹھیک کر لیتے ہیں۔

حضرت کی ظاہری حالت کو دیکھئے تو صاحب تصرف ہیں نہ بہت سا ذکر و شغل تھا۔ دبلے پتلے تسبیح لئے ہوئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ تھانہ بھون والوں میں سے ایک نمازی نیک آدمی ہیں (معمولی شخص معلوم ہوتے تھے) مگر تھے کس درجہ کے حضرت کے کمال کی یہی دلیل بس ہے کہ بڑے بڑے معتبر علماء معتقد تھے ورنہ ایک حضرت مولانا گنگوہیؒ ہی ایسے تھے کہ اگر حضرت کے متعلق ذرا سا بھی شبہ ہوتا تو حقیقت حال کو صاف ظاہر کر دیتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس مرتبہ کے تھے۔

البتہ ہر شخص کو حضرت حاجی صاحب سے نفع نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ آپ کا کلام قدرے مجمل ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا گنگوہیؒ ایک بار فرماتے تھے کہ ایک صاحب کہتے تھے کہ جب سے حضرت کے یہاں مثنوی ہونے لگی ہے بہت سے لوگ اپنا ایمان مکہ میں رکھ آتے ہیں کیونکہ کلام نہ سمجھنے سے ایسی ہی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو حضرت کے مزاج میں بڑی احتیاط تھی۔

چنانچہ ایسے مضامین کے بیان کے وقت دیکھ لیتے تھے کہ کوئی نا اہل تو نہیں ہے اور علماء کی مجلس میں بے تکلف بیان فرمادیتے تھے مگر اس جلسہ میں اگر کوئی اہل علم ہی میں سے کج فہم ہوا تو یہ لوگ گمراہ ہوتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ محققین کی نپی تلی بات ہوتی ہے کم فہموں کی سمجھ میں نہیں آتی اس لئے کچھ کا کچھ سمجھ جاتے ہیں اور گمراہ ہوتے ہیں بعض سلف کا یہی قصہ ہوا کہ ان کا کلام لوگوں کی سمجھ میں آیا نہیں اس لئے ان پر کفر تک کے فتوے دیئے گئے حالانکہ جو سلف کی تحقیق ہے وہ خلف کو نصیب بھی نہیں سلف کے ہر ہر لفظ میں علوم بھرے ہوئے ہیں۔ خلف کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی لکڑی کے عمق میں گھستا ہے۔ علم سلف ہی کا بڑھا ہوا ہے گو معلومات بعض خلف کے زیادہ ہوں اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کی نگاہ تو ایسی تیز ہے کہ حجرہ میں بیٹھا ہوا دن کو ستارے دیکھ رہا ہے گو میدان میں نہ ہونے سے زیادہ ستارے نہیں دیکھتا۔ اور ایک شخص ضعیف نگاہ والا ہے کہ دن کو تو ایک ستارہ بھی نظر نہیں آتا۔ رات کے وقت میدان میں ہے اور بہت سے ستاروں کو دیکھ رہا ہے۔ سو مبصرات تو اس ضعیف نگاہ والے کے زیادہ ہوں گے مگر ابصار اس کا زیادہ ہوگا۔

یہی حال سلف وخلف کا ہے کہ خلف کی معلومات گو زیادہ ہیں مگر سلف کا علم زیادہ ہے ایک عالم حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھے ایک تقریر میں حضرت کی زبان سے بشرط شیء اور بشرط لاشئی اور لابشرط شیء وغیرہ اصطلاحی الفاظ نکل رہے تھے۔ انہوں نے تعجب کیا کہ اصطلاحات تو منقول ہیں اور آپ نے یہ فن پڑھا نہیں پھر یہ الفاظ کیسے زبان سے نکلتے ہیں۔ حضرت نے اثنائے تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ کبھی معانی بلا الفاظ کے القاء ہوتے ہیں اور کبھی مع الفاظ کے۔

پھر اس تمام تذکرہ کے بعد (مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ) نے فرمایا کہ عجیب بات ہے نرے مولویوں کے ذکر میں مزہ نہیں آتا۔ جیسا کہ ان حضرات کے ذکر میں مزہ آتا ہے۔ حتیٰ کہ خود اہل علم بھی جو قدر درویشوں کی کرتے ہیں وہ علماء کی نہیں کرتے۔

اسی کو میں نے دیو بند میں طلباء کے مجمع میں کہا تھا کہ آپ لوگ اساتذہ کا ادب استاذ ہونے کی حیثیت سے نہیں کرتے بلکہ بزرگ ہونے کی حیثیت سے کرتے ہیں۔

چنانچہ جو اساتذہ بزرگ مشہور نہیں ان کی وہ عظمت دل میں نہیں ہے جو ایک مشہور بزرگ کی ہے گو وہ استاد بھی نہ ہوں بزرگوں کا ادب تو اس خیال سے کرتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کریں گے تو خدا جانے کیا وبال نازل ہوگا میں بڑوں بڑوں کو دیکھتا ہوں کہ بدُعا سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کے منہ سے کچھ نکل جائے اور اسی طرح ہو جائے۔ بعض نصوص سے اس کا احتمال قوی ہوتا ہے۔

چنانچہ جو حدیث میں ہے علی کی شان میں اللھم ادر الحق معہ حیث دار تو اس میں مجھ کو شبہ ہوا کہ ظاہر تو یہ تھا اللھم ادرہ مع الحق ۔ کیونکہ پہلی عبارت میں ظاہراً حق کو تابع بنانا لازم آتا ہے حالانکہ ان کو حق کے تابع ہونا چاہئے نہ کہ حق ان کے تابع ہو۔ پھر سمجھ میں آیا کہ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کسی اجتہادی مقابلہ میں غلطی سے بھی کسی جانب ہو جائیں گے تو خدا تعالیٰ انجام کار حق کو ان کی طرف کر دیتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے اسباب جمع کر دیتے ہیں کہ حق انہیں کی طرف ہو جاتا ہے اور وہ برائی سے بچ جاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص سے حضرت علیؓ ناخوش ہو جائیں تو کچھ ایسے اسباب جمع ہو جائیں گے کہ وہ واقعی ناخوشی کے لائق ہو جائے گا۔

پس ان حضرات کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا یہی معاملہ ہوتا ہے کہ اگر غلطی سے بھی کسی کی جانب مائل ہو جاویں تو اللہ میاں ایسے اسباب بہم پہنچا دیتے ہیں کہ حق ان کی طرف آ جاتا ہے پس اس سے بھی بزرگوں سے ڈرنے کے احتمال کو قوت ہوتی ہے۔ حضرت بعض کمالات ان حضرات کے ایسے ہوتے ہیں کہ بیان میں بھی نہیں آتے۔ وجدان ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔ مجھ کو اس پر ایک شعر یاد آتا ہے ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

بچوں عورتوں پر سب عاشق ہوتے ہیں مگر بڈھوں پر عشق ہوتے ہوئے انہیں

حضرات میں دیکھا اور پیر سے عقلی عشق تو ہوتا ہے مگر بہت سے حضرات کو اپنے مرشد سے طبعی عشق بھی ہوتا ہے اور یہ تو پھر مشاہد ہیں پھر بھی۔

خدا تعالیٰ سے طبعی محبت نہیں ہوتی تو اس منکر کی مثال ایسی ہے جیسے عنین۔ (نامرد) کہے کہ عورت میں لذت نہیں ہوتی۔ اور خواص تو خواص میرے نزدیک تو عوام الناس بھی اس سے یعنی خدا تعالیٰ کی طبعی محبت سے خالی نہیں ہیں ان کو خدا تعالیٰ سے کھلی محبت طبعیہ ہوتی ہے۔ چنانچہ زیادہ عوام الناس ہی اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں جوش میں آکر سر تک کٹا دیتے ہیں۔ یہ محبت طبعی نہیں تو اور کیا ہے۔

ارشاد: بیعت میں جلدی اچھی نہیں جب خوب محبت ہو جائے پیر سے اس وقت بہت زیادہ نافع ہے۔ اس کی ایک مثال ہے اور ہے تو فحش مگر بیان کئے دیتا ہوں۔ ایک تو ہے نکاح کرنے کے بعد بیوی پر عاشق ہونا کہ ماں باپ نے نکاح کر دیا اس کے بعد محبت ہو جاتی ہے اور ایک ہے عاشق ہو کر نکاح کرنا۔ دونوں صورتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسی قدر دوسری صورت میں ہوتی ہے۔

پہلی میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ کیونکہ دوسری صورت میں مدتوں پیچھے پھر کر تکالیف اٹھا کر نکاح ہوگا تو وہ شخص جیسی بیوی کی قدر کرے گا پہلی صورت والا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بیعت بھی ہے کہ ایک تو وہ شخص کہ آتے ہی بیعت ہو جائے اور ایک وہ جو عاشق ہو کر بیعت ہو۔ پوری قدر اس کو ہوگی بیعت کی۔

واقعہ: ایک منشی صاحب خورجوی نے عرض کیا کہ حضرت چمڑے کی تجارت کی حالت بہت ابتر ہے مجھ کو ایک صاحب بارہ سال سے دہلی میں ملازمت کے لئے بلا رہے ہیں اور 65 روپیہ تنخواہ دیتے ہیں۔ میں اس وجہ سے نہیں گیا کہ ان کے یہاں نوٹ میں بٹہ کے لینے دینے کا دستور ہے اور ہنڈوی آتی جاتی ہیں۔

ان میں سود کا حساب کتاب لکھنا پڑتا ہے اب وہ پھر بلا رہے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہم نے دونوں باتیں ترک کر دی ہیں مگر میرا جی نہیں چاہتا ترک اسباب ہی مرغوب معلوم

ہوتا ہے آئندہ جیسے حضور کی رائے ہو مجھے مطلع فرمادیں

ارشاد: گھر والے بھی آپ کے آپ کی رائے ترک اسباب سے موافق اور خوش ہیں یا نہیں (منشی صاحب) گھر والے خوش نہیں ہیں حضرت والا گھر والوں کو خوش کرنے کے لئے کر لیجئے۔اور اگر گھر والے بھی بالفرض خوش ہوں تب بھی دوستوں کو خوش کرنے کو ملازمت کر لیجئے میں تو دہلی کی نوکری سن کر بہت خوش ہوا اور یہ منجانب اللہ ہے آپ کی خواہش تو ہے بھی نہیں۔

واقعہ : حضرت والا کے ایک ملازم نے اپنے والدین کو چند باتیں سخت کہی تھیں حضرت نے اس کے والد کو معہ اس کے بلا کر اس کو معافی چاہنے کو کہا اس نے معافی چاہی اور والدہ کے پاس بھی بھیجا کہ معافی چاہو چنانچہ وہ گیا اور معافی چاہی۔

ارشاد: اگر والدین سے کسی وقت تکلیف بھی پہنچے تو اُٹھاؤ۔انہوں نے تمہارے لئے کتنی تکالیف اُٹھائی ہیں۔جو بات تم کہنا چاہتے تھے وہ دوسرے طریقہ سے کہہ دیتے بھائی اعتراض واستغناء کے طور پر کہنا ٹھیک نہیں صاف گو ہونا اچھا۔مگر صاف گو نہ ہونا چاہئے۔میں شفقت سے کہتا ہوں ان کے سامنے ہاتھ جوڑو۔ماں سے بھی معاف کراؤ اس نے باپ سے کہا کہ مجھ سے غلطی ہوئی میں معافی چاہتا ہوں میں کبھی ایسا نہ کروں گا اور حضرت سے کہا کہ آپ جب چاہیں آئندہ تحقیق کر لیا کریں پھر حضرت نے حاضرین سے کہا کہ اس کا لہجہ ہی کچھ ایسا ہے جس سے بدخلقی معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد: جب مدرسہ کی ابتدا ہوئی تو بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اس میں انگریزی بھی ہونی چاہئے۔میں نے مصالح مدرسہ کے خلاف ہونے کے سبب سے منع کیا تو بعض لوگوں نے اس پر کہا کہ جب معاش اس پر موقوف ہے تو کیا کریں یہاں ایک شیعی تھے قصبہ کے بخشی وہ بولے کہ کیوں صاحبو اگر کوئی ایسا قانون ہو جائے کہ نوکری ملے گی کہ نصرانی بنو تو کیا آپ کو یہ بھی گوارا ہوگا سب لوگ اس کو سن کر چپ ہو گئے اور بخشی صاحب نے کہا کہ اگر کوئی امر شرعاً ممنوع ہے تو بالکل یہی مثال ہے۔

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ طلوع کے وقت جو نماز پڑھنا منع ہے تو اس کے لئے کتنا وقت ہے۔

ارشاد: آفتاب اتنا روشن ہو جائے جس پر نگاہ کرنے سے نگاہ خیرہ ہو جائے۔

واقعہ: ایک صاحب نے دریافت کیا کہ غیبت کہاں جائز ہے اور کہاں ناجائز؟

ارشاد: غیبت اصل میں جہاں مصلحت شرعی نہ ہونا جائز اور جہاں مصلحت شرعی ہو جائز ہے۔ یا مثلاً کوئی شخص کسی کو نوکر رکھنا چاہتا ہے اور ہے وہ چور اور آقا کو خبر نہیں۔ اور ایک شخص کو اس کا حال معلوم ہے تو اس کو مطلع کر دینا ایسے عیوب پر جائز ہے البتہ غیبت کر کے اپنے غصہ کا فرو کرنا یہ بُرا اور بعض اوقات مقصود تو ہوتا ہے شفائے غیظ مگر تاویل سے کوئی دوسری بناء غیبت کرنے کے لئے نکالی جاتی ہے اور یہ قسم غیبت کی فقہاء اور علماء میں بہت ہے یہ اور بھی بُرا ہے۔ اس سے تو فساد ہی کی غیبت اچھی۔ کیونکہ یہ اس کو غیبت ہی نہیں بلکہ سمجھتے اور فساق براجانتے ہیں امام غزالی نے غیبت کی پوری تفصیل کی ہے۔ یہاں تک لکھا ہے کہ کسی کے مکان کو کپڑے وغیرہ کو بُرا کہنا بھی غیبت میں داخل ہے اور کافر کی برائی جو کفر کے متعلق ہو وہ تو جائز...... اس کے علاوہ جائز نہیں اور اپنے اس بیان پر ان کے پاس دلائل ہیں۔

ارشاد: ایک زمانہ میں کسی شخص نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کے بارہ میں استفتاء طلب کیا اور ایسے قیود سوال میں لکھیں کہ مولانا کو جواز کا فتویٰ دینا پڑا۔

اس فتویٰ پر بعض خواص بھی بدظن ہو گئے۔ بعض علماء سے سنا کہ حضرت پر تعجب کرتے تھے مولانا نے فرمایا کہ یہ تو دیکھنا تھا کہ سوال کیا ہے ایک خان صاحب کو جو اپنی جماعت میں ہیں فتویٰ دیکھ کر غصہ آیا اور خط لکھا کہ جب آپ جیسے مقتداؤں کی یہ اجازت ہو گی تو عوام الناس کی کیا حالت ہو گی اور ڈاک میں خط ڈال دیا اب ڈالنے کے بعد ہوش آیا اور سمجھے کہ بڑی بے ادبی ہوئی کہتے تھے کہ میرے ہوش اڑ گئے کہ یا

اللہ کیا کروں سمجھ میں نہیں آتا۔ دوسرا خط اور بھیجا کہ میں کسی حال میں تھا گستاخی سے خط لکھا گیا ہے۔ میرا کیا منہ ہے اکابر پر اعتراض کرنے کا خدا کے لئے معاف فرماد یجئے پہلے خط کا تو جواب نہ آیا۔ دوسرے خط کا جواب آیا کہ میں یقین دلاتا ہوں کہ جیسی پہلے خط سے مسرت ہوئی تھی دوسرے خط سے نہیں ہوئی کیونکہ مجھے پہلے معلوم ہوا کہ میرے احباب میں ایسے بھی ہیں جو متنبہ کرنے والے ہیں اور یہ حضرات ایسے حق گو ہیں۔ یہ ہے شان بزرگوں کی اب تو یہ بات دیکھتے ہیں کہ کون کتنی تعظیم کرتا ہے حالانکہ محبت اور خیر خواہی کی تو یہ بات ہے کہ جو اس قصہ میں معلوم ہوئی ہے۔

ارشاد: ثقات سے سُنا ہے کہ سید صاحب کاندھلہ تشریف لائے تھے اور ایک بہت بڑے عالم صاحب کے یہاں جو حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگرد تھے۔ ایک بار یہ قصہ ہوا کہ گھر میں سے ماما آئی اس کی گود میں بچہ تھا اس کے ہاتھ میں چاندی یا سونے کے کڑے تھے سید صاحب نے مولانا سے فرمایا یہ تو حرام ہیں۔ مولوی صاحب نے سن کر ماما سے کہا کہ والدہ صاحبہ سے عرض کردو کہ سید صاحب فرماتے ہیں کہ کڑے پہنانا لڑکے کو حرام ہیں پھر تھوڑی دیر میں ماما آئی کہ آپ کی والدہ صاحبہ آپ کو بلاتی ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ چلو میں آتا ہوں۔ پھر تقاضے کو آئی سید صاحب نے فرمایا کہ ہو آیئے کچھ کام ہوگا انہوں نے کہا کہ کچھ بھی کام نہیں شادی کے لئے چاول کوٹے جائیں گے موسل میں ڈوری باندھنے کے لئے والدہ صاحبہ بلاتی ہیں۔

سید صاحب نے فرمایا کہ مولانا یہ تو شرک ہے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ ہر دفعہ یہ کیا کہہ دیتے ہیں کہ سید صاحب فرماتے ہیں کہ یہ شرک ہے ایک صاحب وہاں بیٹھے تھے انہوں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ ہر دفعہ یہ کیا کہہ دیتے ہیں کہ سید صاحب یوں فرماتے ہیں آپ کچھ نہیں فرماتے۔

آخر آپ نے بھی تو پڑھا لکھا ہے اس وقت مولوی صاحب نے فرمایا سچ تو یہ ہے کہ ہم میں اور ان میں یہ فرق ہے کہ ایک صندوق میں جواہرات بھرے ہوں مگر

اس صندوق کو کچھ خبر نہیں کہ مجھ میں کیا ہے اور ایک جوہری ہے کہ سب کی حقیقت جانتا ہے پس ہماری مثال صندوق جیسی ہے کہ ہمارے اندر کتابیں وغیرہ سب کچھ ہیں مگر ہمیں پوری خبر نہیں اور یہ جوہری ہیں کہ ان کو سب کچھ خبر ہے۔ ہم صرف جواہرات کے حمال ہیں اور یہ نقاد ہیں اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میاں یہی قرآن و حدیث تھا کہ سید صاحب کی صحبت سے پہلے اور کچھ نظر آتا تھا۔ اور اب اور کچھ نظر آتا ہے۔ کسی نے مجھ سے (یعنی صاحب ملفوظ سے) پوچھا تھا کہ مولویوں کو کیا ہوا جو حضرت حاجی صاحب کی طرف رجوع کرتے ہیں یہ لوگ تو خود لکھے پڑھے ہیں، وہاں کیا چیز ہے جس کیلئے وہاں جاتے ہیں وہ کون سی بات ہے۔

میں نے جواب دیا کہ میں ایک مثال بتاتا ہوں۔ فرض کرو کہ ایک شخص تو وہ ہے اس کے پاس تمام مٹھائیوں کی فہرست موجود ہے مگر اس نے چکھی ایک بھی نہیں اور ایک شخص وہ ہے کہ نام تو ایک مٹھائی کا بھی اس کو یاد نہیں مگر ہاتھ میں لئے ہوئے کھا رہا ہے بتلاؤ کہ آیا نام یاد رکھنے والا اس حقیقت جاننے والے کا مٹھائی کے فوائد حاصل کرنے میں محتاج ہے یا وہ حقیقت جاننے والے کا۔

ظاہر ہے کہ پہلا دوسرے کا محتاج ہے نہ کہ برعکس۔ اسی طرح ہم اہل الفاظ ہیں اور حضرت اہل معنی۔ تو صاحب محتاج ہوتا ہے وہ شخص کہنے لگے کہ واقعی خوب حقیقت واضح ہوگئی جس سے علماء اور عرفاء میں فرق سمجھ میں آگیا۔ ایک دفعہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمانے لگے کہ میں نے مختلف چیزوں کی دکانیں کھلوادی ہیں مسائل کی دکان مولویوں کے پاس۔ اور تعویذ کی دکان حاجی محمد عابد صاحب کے پاس۔ پس جس کو جو مراد لینا ہو وہ ان حضرات کے پاس جائے اور جسے نامرادی لینی ہو میرے پاس آئے۔ اس اخیر کلمہ کو سن کر بعض کو وحشت ہوئی ہوگی۔ مگر قلندر آنچہ گوید، دیدہ گوید، حضرت نے خود ہی شرح فرمائی کہ عاشق ہمیشہ نامراد رہتا ہے کیونکہ جس درجہ پر پہنچتا ہے اس سے مافوق کا طالب ہوتا ہے پس نامرادی سے مراد عشق ہوا۔

حضرت حاجی صاحب کا مطلب یہ تھا کہ جسے مسئلے کی ضرورت ہو مولویوں کے پاس جائے اور جسے عاشق بننا ہو وہ یہاں آئے تعویذ پر قصہ یاد آیا وہ یہ کہ حاجی محمد عابد صاحب سے ایک بدوی نے اونٹ کے لئے تعویذ مانگا، انہوں نے لکھ دیا اس نے ایک روپیہ نذر کیا۔

حاجی صاحب نے واپس کر دیا وہ سمجھا کہ قلیل سمجھ کر نہیں لیا وہ خوشامد کرنے لگا۔ جب میں نے اس کو بڑی مشکل سے سمجھایا اور قلیل سمجھنے کا خیال اس کے دل میں سے بڑی مشکل سے نکالا۔ اس نے بڑی دعائیں دیں۔

نوٹ: ”یہاں ایک مضمون جلوہ یوسف کا تھا جو جلد سویم حسن العزیز سال سویم سے شروع ہوا ہے اور چار پرچوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اب چونکہ ناظرین سفرنامہ گورکھپور کے بہت شائق تھے۔

لہٰذا سردست ”جلوہ یوسف“ کو بند کر کے سفرنامہ گورکھپور شروع کرتے ہیں اس کے تمام ہونے کے بعد پھر موقع پر جلوۂ یوسف کو تمام کیا جائے گا۔

سفرنامہ
پانی پت

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الأسرار الفرقانیۃ،
رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الأسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

سفرنامہ پانی پت

(جزء خیر الحدود فی السفر الثالث الی گورکھپور)

ماہ صفر 37ھ نومبر 1918ء

کچھ عرصہ ہوا کہ شروع محرم سنہ رواں میں بڑی پیرانی صاحبہ اپنے ایک دنبل کے علاج کے لئے کان پور تشریف لے گئی تھیں اور خیال تھا کہ زنانہ شفاخانہ میں عمل جراحی کی ضرورت ہوگی ۔ جراحی کے وقت حضرت والا کا موجود ہونا وہاں ضروری تھا۔ اس واسطے اس سفر کی ضرورت ہوئی اور یہ ناممکن تھا کہ حضرت والا تھانہ بھون سے کان پور تک کا سفر کریں اور درمیانی مقامات کے خدام نیز کان پور کے گردونواح کے بلکہ قریب کے دیگر اضلاع کے لوگ بھی کھنچ کر پروانہ وار نہ چلے آئیں۔ اور اپنے اپنے مقامات پر حضرت کو لے جانے کی تابمقدور کوشش نہ کریں۔

اور حضرت والا کے بھائی منشی اکبر علی صاحب گورکھپور میں قیام پذیر ہیں ان سے ملنے کے لئے گورکھپور جانا تو لابد تھا ہی کیونکہ ان کا تقاضا شدید تھا اس واسطے کانپور کا سفر کرنے کے وقت یہ ضرور تھا کہ صرف کانپور ہی کا ارادہ نہ کیا جائے بلکہ گورکھپور اور بعض دیگر مقامات تک جانے کا تہیہ کرلیا جائے اور کچھ نہ کچھ وقت اس کے لئے بھی دیا جائے ۔لہذا اس کے لئے باوجود بہت اختصار کے ایک مہینہ کی مدت کا اندازہ کیا گیا اور چونکہ چھوٹی پیرانی صاحبہ آخر محرم میں بیمار ہوکر پانی پت تشریف لے گئی تھیں اس واسطے

ضرورت تھی کہ پانی پت بھی تشریف لے جائیں۔

لہٰذا اس سفر کی ترتیب یہ ٹھہری کہ تھانہ بھون سے پانی پت تشریف لے جائیں اور وہاں سے کانپور وغیرہ کا عزم فرمائیں، اہل پانی پت جیسے دیندار اور علم دوست اصحاب ایسے موقع کو کب ہاتھ سے جانے دینے والے تھے۔ عوام وخواص سب ہی تو ٹوٹ پڑے اور ایک ایک دن کر کے ایک ہفتہ سے زیادہ وقت لے لیا اور ان کے خلوص اور قلبی کشش کا یہ اثر ہوا کہ اس مدت میں پانچ وعظ بھی ہوئے حالانکہ حضرت کے معمول کے خلاف ہے کہ دو دن متواتر وعظ فرمائیں لیکن بحمد اللہ حضرت کی صحت ان دنوں نہایت اچھی تھی۔ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ ایک دن چار پانچ گھنٹہ بیان ہوا اور اگلے دن پھر کسی نے اصرار کیا تو عذر نہیں فرمایا۔

غرض ایک ہفتہ میں پانچ وعظ ہوئے احقر نے اس سفر کی خبر سن کر زیارت کے لئے تھانہ بھون حاضر ہونے کا ارادہ کیا تھا کہ اتنے میں معلوم ہوا کہ حضرت پانی پت پہنچ گئے اس واسطے پانی پت کا ارادہ کیا اور بتاریخ 20 صفر 1337ھ روز دوشنبہ مطابق 25 نومبر 1918ء کو اسباب تیار کر لیا۔

10 بجے دن کے اصحاب پانی پت کا ارجنٹ تار حضرت والا کے نام سے بندہ کے پاس پہنچا کہ کل کو وعظ ہے جلد آؤ۔ پھر کیا تھا۔ بندہ تیار تھا ہی 10 بجے دن کے ریل سے روانہ ہوا۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب اور حافظ عبداللہ صاحب ملازم خواجہ صاحب بھی ساتھ تھے، ہم سب 9 بجے شب کو حضور میں پہنچ گئے۔

اس سفر میں حضرت کے ساتھ حافظ صغیر احمد صاحب ساکن مظفر نگر تین صاحب اور تھے۔ یہ چاروں صاحبان تھانہ بھون سے ہم رکاب ہوئے تھے اور بندہ پانی پت میں پہنچا۔ بندہ کے پہنچنے سے پہلے کچھ ملفوظات حافظ صغیر احمد صاحب نے لکھے بعد ازاں تمام زمانہ قیام پانی پت کے واقعات وملفوظات بندہ نے لکھے لیکن پانی پت سے آگے بندہ نہ جاسکا۔

لہٰذا میرے بھائی محمد یوسف کانپور میں جا کر ساتھ ہو گئے اور تمام سفر کانپور اور فتح پور اور گورکھپور وغیرہ کے واقعات وملفوظات اور مواعظ انہوں نے لکھے اور سفر کے اخیر حصہ میں وہ بھی علیحدہ ہو گئے تو اس وقت خواجہ صاحب پہنچ گئے بقیہ حصہ ملفوظات وواقعات کا نیز ایک وعظ خورجہ کا خواجہ صاحب نے لکھا۔ الحاصل یہ سفرنامہ ہم چار شخصوں کا لکھا ہوا ہے۔ حافظ صغیر احمد صاحب اور بندہ اور مولوی محمد یوسف مختصر نویس اور خواجہ صاحب کا۔ ہر ایک کی تحریر کا تب کا نام لکھ دیا جائے گا۔ اول تحریر حافظ صغیر احمد صاحب کی ہے۔ اس کل سفرنامہ کا حضرت والا نے سالہائے گزشتہ کے دوسفر ناموں کے نام (خیر العبور اور خیر المرور) کے وزن پر ''خیر الحدور فی السفر الثالث الی گورکھپور'' تجویز فرمایا۔ اتفاق سے سر دست خواجہ صاحب کے لکھے ہوئے ملفوظات وغیرہ کی تبییض نہ ہو سکی۔ کسی اور موقع پر ہدیہ قارئین ہوں گے۔

❁❁❁

خیرالحضور فی الکانپور

یعنی ملفوظات کانپور

حضرت مولانا و مرشدنا حکیم الامت شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہٗ کا سفر نامہ اس میں اُس سفر کے حالات اور ملفوظات ہیں جو کانپور کو ماہ جمادی الاول 1337ھ میں ہوا۔ یہ ناچیز 8 جمادی الاول 1337ھ کو کانپور خدمت والا میں پہنچا اور ملفوظات وغیرہ کے جمع کرنے کا اہتمام شروع کردیا۔ شروع تاریخ جمع کرنے کی 8 جمادی الاول 1337ھ اور ختم 22 جمادی الاول 37ھ ہے۔ کل پندرہ ایام ہوئے حضرت والا کا قیام کانپور ہی میں زیادہ رہا۔ البتہ صرف ایک روز کے لئے ہمیر پور تشریف لے گئے تھے۔ وہاں وعظ ہوا تھا اور بہت سے حضرات بیعت بھی ہوئے جن میں مستورات بھی تھیں۔ (جامع سفرنامہ محمد یوسف بجنوری ولد مردان علی)

واقعہ: میں اور چند احباب سہ پہر کے وقت خدمت والا میں بیٹھے تھے کمترین کو حضرت نے مخاطب بنا کر فرمایا:

ارشاد: آپ کے حکیم صاحب کا رسالہ "الاقتصاد فی الضاد من اولہ الٰی آخرہ لفظاً لفظاً" میں نے دیکھا۔ منشی رفیق احمد صاحب نے دو نسخہ مجھ کو ہدیۃً دیئے تھے دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ عجیب تحقیق ہے۔ عامیانہ شبہات تک کو اس میں لے لیا ہے اور طرز نہایت ہی اچھا اختیار کیا ہے۔ میں نے صرف مسرت ہی پر اکتفا نہیں کیا کہ دیکھ لوں اور پھر رکھ دوں بلکہ عمل سے بھی کام لیا وہ یہ کہ قاری محمد یامین صاحب کو

مدرسہ سے بلا کران کو وہ رسالہ دیا اور کہا کہ اس کو دیکھئے خوب غور سے اور آئندہ اسی کے مطابق مدرسہ میں عمل شروع کرایئے اور کسی کے طعن وتشنیع کی مطلق پروانہ کیجئے کوئی کچھ بھی کہے جب یہی حق ہے تو اس کے ماننے میں کیا تامل ہے چاہے ساری دنیا خلاف ہو جائے کچھ بھی پرواہ نہ کیجئے کسی کی۔ اس کے بعد حضرت والا نے کمترین سے فرمایا۔ جو میں نے اس وقت کہا ہے اس کو حکیم صاحب سے کہہ دینا فقط۔

محمد یوسف بجنوری عرض کرتا ہے کہ میں نے استاد جناب حکیم محمد عبدالرحیم صاحب مصنف رسالہ مذکور سے حضرت کا فرمایا ہوا نقل کر دیا۔ اس رسالہ ''الاقتصاد فی الضاد'' میں ضاد معجمہ کی پوری تحقیق ہے۔ اس حرف کے غلط محض پڑھنے میں عوام تو عوام خواص بلکہ اخص الخواص تک مبتلا ہیں۔ حق وہی ہے جس کو حکیم صاحب موصوف نے لکھا ہے تمام کتب قرأت اور کتب فقہ میں اس پر شہادت ہے اور جس طرح اس زمانہ میں رواج ہو گیا ہے اس کی کوئی روایت ضعیف سے ضعیف بھی مؤید نہیں۔ یہ رسالہ قابل دید اور قابل عمل ہے اس حرف کے متعلق عجیب وغریب تحقیق اس میں کی گئی ہے اور حق وباطل میں دلائل قویہ سے پورا امتیاز کر دیا گیا ہے۔ فقط

واقعہ: ایک صاحب ہرن کا گوشت پکا ہوا حضرت کی خدمت میں لائے حضرت نے اپنے ایک عزیز کو جو گھر میں آتے جاتے تھے مکان میں پہنچانے کیلئے بھیجا۔ وہ برتن بہت دیر تک واپس نہ لائے۔ لانے والے یہ کہہ کر کہ پھر برتن لے لوں گا چلے گئے۔ اس کے بعد عزیز مذکور برتن لائے۔

حضرت والا ان پر ناراض ہوئے کہ برتن لانے میں اتنی دیر اور فرمایا کہ وہ ابھی گئے ہیں جلدی جا کر ان کو دے دو لانے والے نہ ملے۔ عزیز مذکور نے آ کر کہاں فلاں صاحب نے کہا ہے کہ میں پہنچا دوں گا۔ اس وقت اس رواج پر کہ لوگ فوراً برتن خالی کر کے چیز لانے والے کو واپس نہیں دیتے ذکر تھا اور حضرت والا کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص چیز لاتا ہے تو فوراً برتن واپس فرماتے ہیں۔

ارشاد: فقہاء نے لکھا ہے کہ جس برتن میں کسی نے کھانا بھیجا ہو اس میں کھانا جائز نہیں۔ اب تو یہ حالت ہے کہ خالی کرنے کے بعد گھر میں رکھتے ہیں اور خوب استعمال کرتے ہیں پرواہ ہی نہیں برتن کھوئے جاتے ہیں۔ پھر عزیز مذکور سے فرمایا۔ ممکن ہے کہ وہ برتن لینے آئیں اور یہ صاحب جنہوں نے پہنچانے کا وعدہ کیا ہے اس وقت نہ ہوں یا یہ ہوں اور وہ نہ آئیں۔ یہ ہے میرے معمولات کی وجہ اس لئے میں نے معمولات معین کرر کھے ہیں۔ کیا بتلایا جائے لوگوں میں حس نہیں تساہل اور بے پروائی اس قدر ہے کہ کیا کہا جائے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ بعد میں ہوگا جو بھی ہوگا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ برتن کی واپسی میں کبھی دیر ہوگئی چیز لانے والا آیا نہیں۔ اب وہ لحاظ کے مارے لیتا نہیں کبھی گھر والوں کو خیال نہیں رہتا یوں ہی گڈمڈ ہو جاتا ہے پھر شکایت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہمارے برتن رکھ لئے۔ ان برتنوں میں کھانا اصل میں حرام ہے کیونکہ لانے والے نے اجازت استعمال کی نہیں دی۔ اس نے کہاں کہا کہ اس میں کھاؤ بھی ہاں کسی سے خصوصیت ہو اور یہ پورا یقین ہو کہ وہ اپنے برتن کے استعمال سے ناخوش نہ ہوگا تو وہ مستثنٰی ہے اس حکم سے ضابطہ تو یہ ہے عزیز مذکور نے جو یہ کہا تھا کہ فلاں صاحب نے کہا ہے کہ میں پہنچا دوں گا اس پر فرمایا۔ میں اپنے اصول کے موافق اب بھی بے فکر نہیں مجھے بے فکری جب ہوتی ہے کہ جب پہنچانے کے بعد اطلاع ہو کہ پہنچ گیا۔ جب تک وہ صاحب اطلاع نہ کریں بے فکری نہیں ان باتوں پر لوگ مجھے کہتے ہیں کہ سخت ہے وہمی ہے جب واقعات ہوتے ہیں تو پھر سختی کیسی۔ برتن کے اسی وقت واپس کرنے میں تھوڑا سا اہتمام کرنا ہوتا ہے باقی بعد میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ بہت بڑی ہے لوگ راحت عاجلہ کو سمجھتے ہیں میں راحت آجلہ کو۔ مجھ کو دن رات تجربہ ہوتا ہے کہ کسی بات میں بھی لوگوں کی حالت ٹھیک نہیں حالت یہ ہے۔ ع

"تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم"

واقعہ: اس پر ذکر تھا کہ حضرت والا کے یہاں خانقاہ میں یہ حالت ہے کہ کسی کو کسی سے غرض و مطلب نہیں سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں اس پر فرمایا:

ارشاد: بفضلہٖ تعالیٰ خانقاہ کی یہ حالت ہے شعر ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

اہل خانقاہ کی ہمدردی کا ثبوت

ایک صاحب نے یہاں کی حالت دیکھ کر کسی خط میں مذمت لکھی تھی کہ مجھے چائے کی عادت ہے مگر یہاں کوئی کسی کو پوچھتا ہی نہیں دیکچی بھی نہیں ملی چائے بنانے کو کسی میں ہمدردی نہیں۔ بات یہ ہے کہ لوگ ہنسنے بولنے مجالست کو ہمدردی سمجھتے ہیں۔ مگر ہمدردی کے محل پر ہمدردی ہوتی ہے۔

خانقاہ میں جب بیماری ہوئی ہے تو کیسی کیسی خدمت کی ہے وہاں رہنے والوں نے باقی عدم ضرورت کی حالت میں ہم جسے ہنر سمجھتے ہیں لوگ اسے عیب خیال کرتے ہیں۔ لیکن اگر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑا وقت ضائع ہوتا ہے۔ ہنسنے بولنے مجالست میں کیا میرے پاس لوگ گھر چھوڑ کر اس لئے آئے ہوئے ہیں کہ فضول وقت ضائع کرتے پھریں۔ اصل تو اللہ اللہ کرنے کو آتے ہیں۔ خیر کسی وقت یہ ہنسنا بولنا بھی سہی۔ باقی مستقل مشغلہ تو یہ ہونا چاہئے۔ یعنی اللہ اللہ کرنا۔ لوگ سفر کر کر کے جاتے ہیں تقریبات میں بڑا ہی وقت ضائع ہوتا ہے فلاں بزرگ کا انتقال ہوا۔ میرا ارادہ ہوا کہ چلوان کے مقام وفات پر مگر پھر سوچا کہ کوئی نتیجہ نظر آئے تو چلیں بھی میں نہیں گیا۔ خانقاہ میں قرآن شریف ختم کرادیا وہ کام جس میں آرام ان کو پہنچے ہم بھی آرام سے رہے اور انہیں بھی آرام پہنچا اکثر تو وہ فقط رسم پوری کرنے کو جاتے ہیں۔

میں نے سنا کہ وہاں لوگ دور، دور سے گئے ہیں ثقہ بھی اور غیر ثقہ بھی ملاحظہ کیجئے۔ وہاں گرانی نہ ہوئی ہوگی ان بزرگ کے عزیز کا خط آیا تھا کہ مولانا سخت بیمار ہیں مایوسی ہے اور یہ لکھا تھا کہ یہ خبر کسی پر ظاہر نہ ہونا چاہئے۔ یہاں ہجوم ہو رہا ہے دیکھ لیجئے کہ جن کے راضی کرنے کو جاتے ہیں وہی لوگ تنگ ہوتے ہیں ان سے۔

میرے چھوٹے بھائی محمد اختر ہیں ان کی لڑکی میرے پاس رہتی تھی اس کے ساتھ مجھ کو اولاد کی سی محبت تھی اس کا انتقال ہو گیا۔ طاعون میں میں نے سمجھا کہ اعزہ ڈھلیں گے۔ میں نے سب کو کارڈ لکھ دیئے ممانعت کے عورتوں نے خیال کیا کہ (مکتوب الیہ) ناراض ہوئے ہوں گے مگر میں کیرانہ گیا تھا وہاں بعض اعزہ ہیں جو بڑے پابند رسم ہیں انہیں بھی کارڈ لکھا تھا میں ان سے بھی ملا حالانکہ وہ بہت ہی دنیا دار ہیں مگر انہوں نے بے تکلف کہا کہ تم نے ہم کو تکلیف سے بچا لیا ہم اگر آتے تو واقعی تمہارے ڈر کے مارے آتے جب تم ہی نے لکھ دیا تو ہم کیوں آتے اور کہا بڑی راحت ہوئی۔ جو سب میں زیادہ رسم پرست ہیں ان کا یہ حال ہے میں نے عورتوں سے آ کر کہا تو چپ رہ گئیں۔ میری تو یہ رائے ہے کہ اگر کوئی مرے تو گھر والوں کو چاہئے کہ اپنے ہی گھر سے کہیں چل دے اگر دس پندرہ جگہ ایسا ہو تو آنا موقوف کر دیں کیونکہ آنے والے خوب پریشان ہوں آ کر کوئی سرائے میں جائیں کوئی کہیں کوئی کہیں جب یہ طوفان بے تمیزی ختم ہو جائے (یعنی لوگوں کا آنا جانا بند) تو پھر اپنے گھر آ جائیں۔ میں نے یہ غضب دیکھا ہے کہ ایک قصبہ میں چار بھائی تھے، مختلف جگہ ان کے تعلقات ملازمت تھے۔

اتفاق سے چاروں بھائی جمع ہو گئے ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا۔ سب رخصت منگا کر مکان پر رہے اس لئے کہ اگر کوئی آئے گا تو کس کے پاس آئے گا۔ لوگ خود دقت میں پڑتے ہیں فلاں صاحب لکھنوی نے ہمت کی خود تقریب ختنہ کی کسی کو بھی نہیں بلایا۔ ان کے ایک عزیز کے یہاں تقریب تھی وہاں بھی نہیں گئے۔ یہ علی گڑھ کالج کے پڑھے ہوئے ہیں مگر جب ہی سے نیک ہیں اور بیعت بھی پہلے ہی سے ہیں کالج کے زمانہ سے بیعت ہیں۔

یہ اصل میں ماں باپ کی برکت ہے جو نشو و نما دینداری کی حالت میں ہوتی ہے یہ اس کا نتیجہ ہے ان کی باپ سے اچھی حالت ہے یہ بڑے فہیم آدمی ہیں محبت کے آدمی ہیں کل آئے تھے مجھے دس روپیہ دینے لگے میں نے کہا انہیں کہ ابھی تو

آپ نے دئیے ہی تھے (حضرت والا کو پہلے سفر میں دیئے تھے جس کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا) یہ تو ٹیکس ہوگیا۔ (کہ جب آؤں جب ہی لوں) نہیم ہیں میرا عذر قبول کرلیا اور دینے پر اصرار نہیں کیا فقط۔

بیرنگ خط کی باتوں کا جواب نہ دینا

واقعہ: ایک خط بیرنگ آیا اور اس میں جواب کے لئے ٹکٹ بھی تھا۔ ایک صاحب نے ایک آنہ دے کر وہ خط لے لیا مگر حضرت نہ لیتے۔ انہوں نے جو باتیں دریافت کی تھیں ان کا جواب بھی نہیں دیا گیا مگر چونکہ اس میں ٹکٹ بھی تھا اس لئے کچھ تو جواب دینا ضروری تھا۔ حضرت نے اتنا لکھ دیا کہ بیرنگ خط سے کلفت ہوئی اس لئے آپ کی باتوں کا جواب نہیں دیا گیا۔ پھر فرمایا:

ارشاد: یہ تعلیم ہے تاکہ آئندہ احتیاط رکھیں وہ پھر لکھیں گے تو ایک آنہ صرف ہوگا۔ اس سے خوب یاد رہے گا۔ گو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی آدمی کو خط ڈالنے کے لئے دیا ہو اس نے حماقت کی ہو کہ ٹکٹ نہ لگایا ہو اور اس طرح اس میں ان کا قصور نہ ہوگا مگر اس کا بھی انسداد ہوسکتا تھا کیوں نہیں خیال کیا۔ یعنی ایسے غیر معتمد کو کیوں دیا جائے۔ پھر حضرت نے فرمایا یہ سب تعلیمات ہیں۔ فقط۔

ہر کام طریقہ سے ہونا چاہئے

واقعہ: ایک بڑے میاں بیعت ہونے کو آئے ایک پرچہ دیا بیعت تو نہیں کیا۔ مگر اصلاح الرسوم اور بہشتی زیور دیکھنے کو فرمایا اور بیعت کے بارہ میں فرمایا۔

ارشاد: یہ تو خدمت ہے دین کی اس سے عذر نہیں مگر ہر کام طریقہ سے ہوتا ہے۔ ایسا کیجئے کہ جو بتلایا جائے اس پر عمل رکھئے اور خط و کتابت رکھئے اس کے بعد جو رائے ہوگی اس کی رعایت کی جائے گی۔ آپ اول خط بھیجئے اور اس خط میں یہ پرچہ رکھ دیجئے۔ بیعت اس وقت مناسب ہے جب پوری مناسبت ہوجائے بیعت

میں تعجیل مناسب نہیں ۔ بعض حضرات جوش و خروش میں بیعت ہو جاتے ہیں بعد میں اپنے حالات کے متعلق نہ خط نہ ہی کتابت نہ کچھ اس لئے میں تاوقتیکہ اچھی طرح کام میں لگا ہوا نہ دیکھ لوں بیعت نہیں کرتا۔ اور اس توقف میں میرا کوئی نفع نہیں بلکہ میرے تو بیعت کرنے میں ذرائع بڑھتے ہیں آمدنی کے ۔مگر وہ کام کرنا چاہئے جس میں دوسرے کی مصلحت ہو۔

ایک خواب کی عجیب تعبیر

ارشاد: مجھ کو مناسبت نہیں خواب سے لیکن حقیقت میں جو خواب ہوتا ہے اس کی تعبیر اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈال دیتے ہیں۔ ایک صاحب نے ایک مرتبہ خواب میں یہ دیکھا تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ تشریف رکھتے ہیں اور جو اسلام سے قبل حالت تھی اس حالت میں ہیں اور اسلام کی خوبی پر تقریر فرما رہے ہیں حیرانی ہوئی کہ کہاں یہ حالت اور کہاں یہ تقریر مگر سمجھ میں آ گیا۔ اس خواب کے معنی یہ ظاہر بات ہے کہ صدیق اکبرؓ ہر حال میں جاں نثار تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قبل اسلام بھی دوستی تھی آپ سے اور بعد اسلام بھی مگر فرق اتنا تھا کہ قبل اسلام جان نثار تھے طبعاً اور بعد اسلام جان نثار ہوئے ہیں دیناً۔ اس خواب میں اشارہ اس طرف ہے کہ بہت سے لوگ جن پر گمان صدیق ہونے کا ہے وہ اسلام کی حمایت و نصرت کر رہے ہیں مگر وہ ایسی نصرت ہے جیسے حضرت صدیق اکبرؓ کی اسلام سے قبل یعنی طبعی طور پر اور دین کے اصول پر منطبق نہیں وہ صاحب پھڑک گئے اس کو سن کر کیونکہ وہ خود اس میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ذہن میں بات ڈال دی۔ میں ہمیشہ سے کہا کرتا تھا کہ لوگوں میں جوش بہت ہے بڑی بڑی کارروائیاں کرتے ہیں مگر نیت نہیں دین کی اگر ان کا مبنی دین ہوتا تو دین کے اور بھی تو اجزا ہیں وہ کہاں گئے ان کو کیوں عمل میں نہیں لایا جاتا۔

واقعہ: ایک عورت کو وسواس بہت پیش آتے تھے بلکہ بوجہ مرض کے جب

بیہوشی ہوتی تھی تو ایسے کلمات زبان سے نکلتے تھے جو ہندوؤں کی زبان سے نکلتے ہیں ان کے شوہر غمگین تھے اور حضرت والا سے آ کر اس حالت کو عرض کیا۔ اس پر فرمایا

ارشاد: شیطان سے ڈرنا نہ چاہئے اگر اس کو معلوم ہوگا کہ ڈرتا ہے تو وہ زیادہ دلیر ہو جائے گا اگر کسی شخص کا اس حالت میں انتقال ہو گیا تو یہ چونکہ غیر اختیاری حالت ہے۔ اس سے حرج کیا ہوا۔ ایک شخص شاہ جہانپور میں کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے مکررات کو خواب میں پیشاب و پاخانہ دیکھتے۔ مجھ سے یہ حال کہا میں نے کہا کہ بدمعاش شیطان اس طرح شرارت کرتا ہے تاکہ درود شریف چھوڑ دیں تم اس سے یہ کہو کہ تو اس سے زیادہ گندی چیزیں بھی دکھائے تب بھی میں نہ چھوڑوں گا اور پڑھوں گا۔ پھر وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ رات خوب اچھے اچھے خواب دیکھے۔ بات یہ ہے کہ اگر شیطان کو اطلاع ہو کہ یہ میرے وسواس سے حزیں ہوتا ہے تو اور دق کرتا ہے اور جو جانتا ہے کہ اس کو فرحت ہوتی ہے تو چھوڑ دیتا ہے۔ یہ لکھا ہے بزرگوں نے تصریحاً کہ وسواس سے خوش ہونا چاہئے مگر اس قصد سے خوش نہ ہو کہ یہ وسوسے کے دفعہ کی تدبیر ہے بلکہ التفات ہی نہ کرے اس دفعہ کرنے کی طرف بس پھر بالکل نجات ہو جائے گی ان صاحب کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ قریب تھا کہ درود شریف چھوڑ دیں یوں سمجھتے تھے کہ مجھ میں درود شریف پڑھنے کی قابلیت نہیں۔ یہ شیطان ہر وقت پیچھے پڑا رہتا ہے۔ حدیث میں ایک خواب کی قسم تحزین من الشیطان آئی ہے کہ شیطان رنجیدہ کرتا ہے۔ فقط

ارشاد: واقعی یہ ہے کہ مثنوی بلا کلید مثنوی کے (حضرت نے مثنوی کی شرح لکھی ہے اس کا نام کلید مثنوی ہے) اب تک پوری حل نہیں ہوئی تھی۔ اگرچہ یہ دعویٰ تو بڑا ہے پہلے شارحین کے سامنے مگر ہر زمانہ کی حالت کا ایک اقتضا ہوتا ہے۔ انہوں نے زیادہ توضیح کی حاجت نہیں سمجھی تھی۔ ہمارے زمانہ میں اہل فہم ہیں بہت کم اب ضرورت تھی۔ بہت صاف شرح کی۔

واقعہ: مرزا قادیانی کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس پر فرمایا:

ارشاد: اہل باطل چالاکی سے کام چلاتے ہیں معلوم ہوا کہ 25 ہزار روپیہ سالانہ ان کے یہاں مذہب کی اشاعت میں صرف ہوتا ہے اسی سے یہ ترقی ہے ورنہ خود مرزا ہی بیچارہ کیا چیز تھا۔ ایک خواندہ جاہل آدمی تھا حدیث میں جو ہے **یقتلہ بباب لدِّ** ① لُد کی تفسیر میں آپ لکھتے ہیں لدھیانہ جو لوگ قرآن شریف کی تحریف کرتے ہیں (تعلیم جدید والے) وہ لوگ زیادہ مائل ہو گئے ان کی طرف کیونکہ (**الجنس الی الجنس یمیل**) قادیانی کی پیشین گوئیاں جھوٹی ہیں اس کے پیر وتاویلیں کرتے ہیں جب قادیانی کی پیشگوئیاں غلط ہوئیں تو اخیر تاویل اس نے یہ کی کہ رسول کی پیشینگوئی بھی تو غلط ہوئی غضب ہی کیا۔

واقعہ: دیوبند کے مدرسہ کا ذکر تھا اس پر فرمایا:

ارشاد: تہذیب وہاں کے رہنے والے طلبہ کا حصہ ہے میں نے کہیں کے طلبہ ایسے مؤدب نہیں دیکھے گو اس کی وہاں عملی تعلیم نہیں ہوتی۔ مگر وہاں کا یہ اثر ہے جو وہاں کے بزرگوں کا طرز ہے وہ موروث سا ہو گیا ہے برکت چلی آتی ہے وہاں کے تعلیم یافتوں کے انداز سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ وہاں کے تعلیم یافتہ ہیں عرفی نے کہا ہے ۔

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر درآمد گرمرغ کباب ست کہ بابال وپر آید

وہاں کی خاصیت ہی ہے مجھے اگر حضرت حاجی صاحبؒ کا حکم تھانہ بھون رہنے کا نہ ہوتا تو میں دیوبند رہتا مگر یہ ضرور ہے کہ وہاں تنہائی میسر نہ ہوتی قصبہ (تھانہ بھون) کے لوگ معتقد تو نہیں محب ہیں اس لئے لوگ مجھ کو لپٹتے نہیں دیوبند میں یہ میسر نہ ہوتا۔

واقعہ: ایک اجازت یافتہ کے زاہد محنتی مخلص ہونیکا ذکر تھا اسپر حضرت والا نے فرمایا۔

ارشاد: وہ تو دوا نہیں کرتے نعمتیں نہیں کھاتے مگر ہمارا مسلک یہ ہے کہ انڈا کھاؤ مرغی کھاؤ مرغن کھانے کھاؤ اور کام کرو۔ شرارت کے قصد سے مت کھاؤ۔ خدا کی نعمت کو برتو اگر سامان دے استعمال کرو۔ خدائے تعالیٰ کی نعمت برتنے سے منعم کی

محبت بڑھتی ہے۔ ہمیں راحت پہنچتی ہے تو محبت ہوتی ہے۔ اگر راحت برت کر محبت ہو۔ اور اس کے بعد کلفت بھی ہو تو اس میں بھی راحت ہوتی ہے۔

خوب کھاؤ پیو جتنا خدائے تعالیٰ دے مگر کھانے پینے کے بندے نہ بنو اس فکر میں مت رہو کہ پشاور سے چاول آنے چاہئیں۔ فلاں جگہ سے یہ چیز آنی چاہئے لیکن اگر خدائے تعالیٰ دے تو کیوں نہ استعمال کرے کیوں احتراز کرے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کم کھا کر ضعیف ہو جائیے گا ویسے تندرست ہیں مگر ان کی صحت اچھی نہیں ہے مگر ہیں بڑے مستعد برکت بھی ہے ان کے وقت میں محنتی ہیں کسی کام سے انکار ہی نہیں ہے اچھے آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ مجھ پر انعام ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے وہ نعمت یہ ہے کہ میرے سب احباب مجھ سے افضل ہیں۔

ورنہ مستفیدین کم درجہ میں ہوتے ہیں مستفاد منہ سے میرے یہاں مستفیدین بڑھے ہوئے ہیں افضل ہو کر پھر اتباع کرتے ہیں یہ بڑی بات ہے جیسا حضرت مرزا جان جاناںؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ سے قیامت میں سوال ہوا کہ دنیا سے کیا لائے ہو تو میں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب کو پیش کر دوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ میں اپنے مستفیدین کو پیش کر دوں گا۔ فقط۔

بے فائدہ سوال سے کیا نتیجہ

واقعہ: ایک شخص کا خط آیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومن تھے یا کافر اور جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں اس پر جواب فرمایا۔

ارشاد: اس کی تحقیق سے تمہیں کیا فائدہ (پھر حضرت نے فرمایا) اس پر لوگ مجھے بد اخلاق کہتے ہیں پھر میرے جواب بھیجنے کے بعد خطوط آتے ہیں کہ صاحب آپ نے جواب نہیں دیا۔ بہت خط آتے ہیں ایسے (جن میں فضول باتیں دریافت کی جاتی ہیں) میں سب کا یہی جواب دیتا ہوں۔

واقعہ: ایک طالب علم کا خط آیا کہ مدرسہ میں جو چندہ آتا ہے اس سے خوراک دینا اور مدرسین کی تنخواہ دینا کیسا ہے۔ اس پر حضرت والا نے یہ جواب لکھا۔

ارشاد: مہتممین سے کہئے کہ یہ مسئلہ وہ پوچھیں تم طالب علم ہو تو تم کیوں پوچھتے ہو (اس کے بعد حضرت نے حاضرین سے فرمایا) کہ ایسے جواب پر بعض کے نہایت شکریہ کے خط آتے ہیں کہ ہمیں غلطی سے بچا دیا اور بعض گالیاں اور برا بھلا لکھتے ہیں (کہ جواب بھی نہ دیا) فقط۔

واقعہ: ایک صاحب نے لکھا تھا کہ جب نماز پڑھتا ہوں آپ کی صورت سامنے آجاتی ہے یہاں تک کہ آپ کی آواز تک محسوس ہوتی ہے اس پر حضرت والا نے فرمایا۔

ارشاد: آج کل کے مشائخ تو اس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ کمال نہیں اور خط کا جواب یہ لکھا کہ قابل التفات نہیں ہے کام میں لگے رہئے ہرگز التفات نہ کیجئے۔ رہزن ہے یہ خیال۔ فقط۔

واقعہ: ایک شخص نے بہت لمبا چوڑا خط لکھا تھا۔ حضرت نے اس کا جواب یہ لکھا اور حاضرین کو سنایا۔

ارشاد: خواب کے پیچھے نہ پڑ جانا چاہئے انسان کو بیداری کی حالت کی طرف توجہ نہیں رہتی جب خواب کے پیچھے پڑتا ہے۔ فقط۔

ارشاد: محض تدبیر ہی کو سب کچھ سمجھنا محض غلط ہے رزق کے متعلق محض تدابیر کافی نہیں ہے جتنے لوگوں کو ترقی ہوئی ہے۔ اگر ان کے اسباب ترقی کو تحقیق کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ ان سب اسباب سے ترقی کیسے ہوگئی۔ اور اس کا امتحان بہت آسان ہے ایک ترقی یافتہ شخص کو لے لیجئے۔ جس نے مختلف اسباب ترقی بہم پہنچائے ہوں اور پھر دوسرا وہی اسباب جمع کر کے دیکھ لے کہ اس کو ترقی نہیں ہوتی۔

اور یہ شخص ویسا نہیں ہوسکتا تو وہ تاثیر تدبیر کی یہاں کہاں گئی بلکہ اکثر مسببات کی یہی حالت ہے کہ خدائے تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہیں۔ کبھی ایسی صورت سے سبب پیدا

ہو جاتا ہے کہ گمان بھی نہیں ہوتا۔ایک شخص بیان کرتے تھے کہ غدر کے زمانہ میں ایک شخص کی کنپٹی پہ ایسی حالت میں گولی لگی کہ اس کا زور گھٹ چکا تھا اس لئے پار نہ ہو سکی۔ دماغ میں بیٹھ گئی، نور کی آمد بند ہوگئی وہ شخص اندھا ہو گیا۔

ایک مصیبت یہ کہ گولی بیٹھ گئی دوسرے اندھا ہو گیا۔عقلاء حیران تھے کہ کونسا اوزار ہے جس سے گولی نکالیں کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔سخت تکلیف تھی اس شخص کو کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔تھوڑی دیر میں ایک گولی اور آئی اور اسی جگہ لگی مگر زور میں آئی اور اس کو لے کر دوسری طرف نکل گئی۔اب صرف زخم ہی زخم رہ گیا۔اس کا علاج ہو گیا۔ کوئی یہ تدبیر نہ سوچ سکتا تھا کہ لاؤ اس کے ایک اور گولی ماریں حق تعالیٰ کی شان ہے اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں۔بلکہ زیادہ واقعات دنیا میں عجیب ہی ہیں۔

دعائے قنوت کا مسئلہ

واقعہ: ایک صاحب نے سوال کیا کہ رمضان شریف میں وتر کی جماعت میں ایک شخص تیسری رکعت میں شریک ہوا اور امام کے ساتھ دعائے قنوت بھی پڑھی۔ پھر وہ جو اپنی رکعات پورے گا تو اس میں دعائے قنوت پڑھے یا نہیں۔شبہ یہ ہے کہ امام کے ساتھ جو دعائے قنوت پڑھی ہے اس پر ارشاد فرمایا۔

ارشاد: مسئلہ یہ ہے کہ پھر نہ پڑھے یعنی جب اپنی نماز پوری کرے تو اس میں نہ پڑھے۔فقط

ارشاد: ایک جنٹ صاحب کے ساتھ ایک بیرسٹر صاحب ملنے آئے اور مذہب میں گفتگو کرنے لگے میں نے کہا کہ اگر آپ کو شبہات دور کرنے ہیں تو آپ کسی شخص کے پاس برائے چندے رہئے اس کی صحبت سے شبہات دور ہو جائیں گے۔ انہوں نے اس پر یہ شبہ کیا کہ اگر اس سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو کیا ہوگا۔

میں نے کہا کہ آپ نے بیرسٹری پاس کرنے کی کوشش میں یہ خیال نہ کیا تھا کہ

کامیابی نہ ہوئی تو کیا ہوگا۔ پھر میں نے کہا کہ ناکامی ہوگی تو ہم اور تدبیر بتلائیں گے وہ جنٹ صاحب بولے کہ ان کو میں جواب دوں گا۔

پھر اس نے کہا کہ جواب سنو وہ جواب یہ ہے کہ اگر کامیابی نہ ہو تو یوں سمجھیں گے تمہاری قسمت پھوٹی ہوئی ہے۔ ابوجہل کو کامیابی نہ ہوئی تو اس کی قسمت پھوٹی ہوئی تھی۔ میں نے کہا کہ ایسا نہ کیجئے یہ صاحب نہایت سلیم الطبع ہیں باوجود اس کے کہ نئے تعلیم یافتہ ہیں مگر وہ مذہب کے بارے میں کہا کرتے ہیں کہ ہم مذہب کے ماہر نہیں ہیں جو کچھ علماء کہیں اتباع کرنا چاہئے وہ اپنے عزیز اور دوستوں کو ہمیشہ روکتے ہیں گفتگو کرنے سے مذہب میں کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہی نہیں۔ اس لئے جو علماء بتلائیں اس پر عمل کریں ہاں ان امور میں ہم کہہ سکتے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں۔ فقط

مسئلہ: جس شخص کے ذمہ سجدہ سہو ہو اور وہ سلام پھیر دے اور بعد میں یاد آئے کہ مجھ پر سجدہ بھی ہے تو اس سلام سے صلوٰۃ قطع نہیں ہوئی جب سجدہ یاد آئے کر لے۔ فقط

مسئلہ: کوئی شخص سجدہ سہو کر چکا پھر اس کے بعد اور سہو ہو گیا تو پھر کیا کرے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سجدہ کافی ہے جو قبل اس سہو کے کر چکا۔ فقہاء کو حق تعالیٰ جزائے خیر دے انہوں نے کس قدر تحقیق کی ہے سوچ سوچ کر مسائل لکھے ظلم کرتے ہیں وہ لوگ جو ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جیسے سجدہ سہو مقدم سہو کے لئے کافی ہے اسی طرح موخر سہو کے لئے بھی کافی ہے۔ فقط

ارشاد: سہو سے نماز میں بولنا مفسد صلوٰۃ ہے اور روزہ میں سہواً کھا لینا مفسد صوم نہیں۔ فقہاء نے کس قدر تحقیق سے فرق دونوں میں سمجھا ہے۔ واقعی یہ ہے کہ اسرار فہمی انہی کا کام تھا وہ فرق یہ کہ روزہ میں کوئی بات مذکر نہیں کہ میرا روزہ ہے اس لئے معذور ہوگا بخلاف نماز کے کہ اس کی ہیئت بتلا رہی ہے کہ میں یہ کر رہا ہوں فقط۔

واقعہ: ایک صاحب نے بعد ظہر رقعہ پیش کیا جس میں بیعت کی درخواست کی تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ کل صبح کی نماز کے بعد آنا میرے پاس انہوں نے کہا کہ

میرے پاس لڑکی سوتی ہے اس وقت میں نہیں آ سکتا۔ اس پر حضرت نے فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے طلب کامل نہیں بیعت کی پھر وہ صاحب کہنے لگے کہ صبح ہی کو آؤں گا۔ اس پر فرمایا بس معلوم ہو گیا کہ چاہت نہیں خواہش نہیں سچی اب تک عذر کیسے جاتا رہا۔

ارشاد: معلوم ہوا کہ مقدم دنیا ہی ہے تو میں ایسا سبق کیوں پڑھاتا میرے یہاں تو قدر اس کا نام ہے کہتے ہیں کہ سلطنت ایک طرف ہو اور یہ ایک طرف پھر سلطنت کی پروانہ کرے تب تو وہ خدائے تعالیٰ کا چاہنے والا ہے ورنہ نہیں۔

کسی کی سو اشرفیاں کھوئی جائیں اور وہ ڈھونڈتا پھرے ایک شخص کہے کہ ہم تم کو بتلا دیں گے آدھی رات کو تو سارے عذر جاتے رہیں چولہے میں جائے لڑکی اور لڑکی کا سونا، چار آدمیوں سے انصاف کرا لیجئے کہ خواہش کی یہی علامت ہے یا نہیں۔ جیسے بے کلی کہتے ہیں وہ اور ہی چیز ہے جب تک یہ نہ ہو بیکار ہے یوں تو کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے دیکھو اور عمل کرو جو تم چاہتے ہو وہ تو جب ہی مل سکتا ہے کہ سلطنت کی بھی پروانہ ہو (جب وہ صاحب چلے گئے تو حضرت نے حاضرین سے فرمایا) یہ ایسا عذر ہے کہ یہ اس کو خود بھی قوی نہیں سمجھتے اگر قوی عذر تھا تو اب کیسے ضعیف ہو گیا۔ بات یہ ہے کہ وقعت نہیں مطلوب کی مجھے لوگ بدنام کرتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں ایسا کرتے ہیں۔ واقعہ جب ہو تو اس کی حقیقت دیکھنا چاہئے لوگ صرف صورت دیکھتے ہیں اور دیکھنا چاہئے حقیقت فقط۔

واقعہ: ایک صاحب نے چار آنہ کے ٹکٹ بھیجے خدمت والا میں اس پر فرمایا۔

ارشاد: یہ ہدیہ اچھا معلوم ہوتا ہے نہ بار دینے میں نہ لینے میں یہ خلوص کی بات ہے متکبر ہو تو یوں کہے کہ چار آنہ کیا بھیجیں۔

واقعہ: ایک صاحب حضرت کی خدمت میں آئے اور تھے وہ طالب علم مگر معلوم نہیں ہوا۔ حضرت ان کو دیہاتی سمجھے۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا کہ کیوں بیعت ہوتے ہو انہوں نے کہا تا کہ خیالات ٹھیک ہو جائیں اس پر فرمایا۔

بیعت سے غلط اغراض

ارشاد: بیعت سے خیالات ٹھیک نہیں ہوتے۔ یہ تمہارا خیال غلط ہے، بیعت میں کوئی اثر نہیں اس کے متعلق لوگ بیعت کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے۔ بعض لوگ اس خیال میں ہیں کہ بیعت ہو جائیں گے تو ٹھیک ہو جائیں گے ان کے نزدیک بیعت ہونا ہی کافی ہے۔ اسی طرح کے بہت غلط عقیدے ہو رہے ہیں بیعت کے متعلق بعض لوگ پیر کی توجہ پر بس کرتے ہیں کہ پیر کی توجہ سے سب کچھ ہو جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی طرف توجہ فرماتے تھے یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مرنے کے وقت کوشش میں رہے ہیں یہاں تک فرمایا کہ کلمہ میرے کان ہی میں پڑھ لو پھر رسول سے زیادہ کس کی توجہ ہوگی پھر اثر کیوں نہیں ہوتا۔

اب بتلایئے توجہ سے کچھ ہوتا ہے۔ یہ پیرزادوں کی خرابی ہے۔ یہ پیرزادہ سب کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ایسے غلط خیالات پھیلا دیئے کہ سب کا ان ہی پر مدار ہے (پھر ان سے حضرت نے فرمایا) بھائی جب تک طریق کے فائدہ کا فیصلہ نہ ہو میں آگے نہیں چلوں گا۔ پھر ان صاحب نے فرمایا کہ قلب صاف ہو جائے اس پر فرمایا۔

یہ لوگوں کو عمدہ عمدہ الفاظ یاد ہیں (پھر حضرت نے فرمایا کہ قلب کا صاف ہونا کسے کہتے ہیں وہ صاحب خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا) تمہیں ضرورت ہے کہ ایک مہینہ میرے پاس رہو۔ خطاب کے قابل اس وقت ہو گے تم نے تو میری ایک بات بھی نہیں سمجھی اور جب کوئی سمجھانا چاہتا ہے تو سمجھنے کا قصد کرتے نہیں۔ ترمذی پڑھ کر یہ حالت ہے مجھے اس کی کیا خبر تھی کہ آپ طالب علم ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ درسی کتابیں ختم کر کے آپ اس طرف توجہ کریں دو کام نہیں ہو سکتے میں تو آپ کو گاؤں کا شخص سمجھا تھا اس سے تو ہماری طرف کے دیہاتی لوگ ہی فہیم ہیں۔

بات یہ ہے کہ وہ اپنے کو سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں جانتے اور یہ طلبہ سمجھتے ہیں کہ ہم

سمجھتے ہیں اس لئے سمجھنے کا قصد ہی نہیں کرتے بعضے لوگ دوسری غلطی میں ہیں کہ وہ اس کے درپے ہوتے کہ کام کر کے کچھ معلوم بھی ہوا۔

ایک بزرگ شیخ نے ایک میرے دوست سے پوچھا کہ تم اتنے روز سے کام کرتے ہو کچھ نظر بھی آتا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ بڑی ضرورت پاس رہنے کی ہے بدون پاس رہے حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ بعضے لوگ پیروں کی نظر کو کافی سمجھتے ہیں اور سب کچھ ان کے قبضے میں سمجھتے ہیں۔ خود کوئی پیروں ہی سے پوچھے کہ ان کو کیسے حاصل ہوا کیا صرف نگاہ سے حاصل ہوا یا چکی پیسنے سے ایسے لوگ مقصود سے کوسوں دور ہیں۔

کوئی وظیفوں کے درپے ہو گیا ہے۔ بعض خاندانوں میں درویشی اسی کا نام ہے کہ حزب البحر پڑھ لے۔ بعض کیفیات کو اصلی مقصود سمجھتے ہیں بعض اشغال کو اصلی مقصود سمجھتے ہیں۔ گفتگو اس میں ہے کہ یہ چیزیں ماہیت میں داخل ہیں درویشی کی یا عوارض میں سے ہیں۔ میں ان کا انکار نہیں کرتا۔ مگر گفتگو اس میں ہے کہ جز و ماہیت ہیں یا نہیں توجہ و خیال رکھنے پر ایک اپنی حکایت یاد آئی کہ میں نے ایک درویش سے کہا تھا کہ ذرا خیال رکھئے گا تو جواب دیا کہ میرے خیال سے تم کو کوئی نفع نہیں ہے تم خیال رکھو گے تو کچھ ہوگا۔ یہ جو خواہش کی جاتی ہے کہ فلانے کا خیال رکھیں تو گویا وہ ٹکٹکی لگائے سب کو دیکھتے رہا کریں عجیب وغریب مذاق کے لوگ ہیں بعضے لوگ تمام بار پیر ہی پر سمجھتے ہیں۔ ایک صاحب نے میرے پاس لکھا کہ یہ کیا وجہ ہے کہ ہم خط نہ بھیجیں تو آپ بھی نہ بھیجیں آپ کو ہمارا خیال نہیں ہے۔ میں نے جواب میں لکھا:

مہربانی سے آپ مجھ کو چھوڑ یئے کوئی دوسرا پیر تلاش کیجئے جو آپ کی خوشامد کرتا پھرے۔ بعد میں انہوں نے عذر لکھا کہ میں نے جواب میں لکھا کہ اس سے مرض تو رفع نہ ہوا۔ آ کر رہیئے اس لئے میں رائے دیا کرتا ہوں کہ آ کر رہو اور میں یہ نہیں کہتا کہ پاس رہنے میں بزرگ ہو جاؤ گے بھائی بزرگ تو اللہ تعالیٰ کے بنانے سے ہوتا ہے مگر غلطی تو رفع ہو جائے گی ایک شخص ایک ہزار سے تعلق رکھے تو سب کی طرف ایک

آدمی کیسے توجہ کرے۔ یہ توجہ تو مرید کے اختیار میں ہے۔ حالات کی اطلاع کرتا رہے پھر تعلیم کا اتباع کرے اس کی طرف توجہ خواہ مخواہ ہو جاتی ہے۔ حالت یہ ہے کہ برسوں تک تو اطلاع نہیں دیتے پھر توجہ کا حکم فرماتے ہیں۔

میں نے ایک صاحب سے جو کسی معاملہ میں پریشان تھے پوچھا کہ پریشانی دور ہوئی تو جواب دیا کہ کیسے دور ہوتی جب آپ متوجہ نہیں بس الفاظ یاد کر لئے ہیں لوگوں کا عقیدہ شرک تک پہنچ گیا ہے (یوں سمجھتے ہیں کہ پیر کو ہمارے حال کی خبر بھی ہے اور ان کی قدرت میں بھی ہے) اور جو ان امور کی صحیح تحقیق ظاہر کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ بزرگوں سے منکر ہیں اور ان جہالتوں کو دیکھ کر بعض کی یہ حالت ہوگئی کہ اس طریق ہی کا انکار کر بیٹھے اب ایک طرف ان کی اصلاح کی ضرورت دوسری طرف ان کی اصلاح کی ضرورت تکشف میں نے اس لئے لکھی تھی تا کہ حقیقت معلوم ہو جائے اس فن کی۔

واقعہ: ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ایسی بات بتلاؤ کہ نماز میں جی لگے خیالات نہ آئیں اس پر فرمایا۔

ارشاد: اپنی طرف سے خیالات مت لاؤ نماز کی طرف توجہ رکھو پھر بھی خیال آئیں تو پرواہ مت کرو۔ ایسی نماز کا ثواب زیادہ ملتا ہے جس میں جی لگے پھر بھی پڑھے اس نماز سے جس میں جی بھی لگے اس فکر میں پڑو ہی مت کام کئے جاؤ۔ ایک مولوی صاحب نے ایک شخص سے کہا تھا کہ تمہیں روزہ کی نیت بھی یاد ہے۔ اس نے کہا نہیں! انہوں نے کہا کہ یوں کہہ لیا کرو وبصوم غدٍ نویت اگلے دن دیکھا تو بیٹھا ہوا حقہ پی رہا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا یہ کیا تو کہا کہ ابھی نیت یاد نہیں ہوئی۔ یاد ہونے پر رکھوں گا (پھر حضرت نے فرمایا) کہ غیر ضروریات میں پڑنے کا یہ نتیجہ ہے کہ واجبات تک ترک ہونے لگے ہیں۔

واقعہ: سفر میں ایک چیک آیا تھا۔ حضرت نے ڈاکخانہ بھیجا روپیہ لینے کے لئے وہاں سے جواب آیا کہ اس کا روپیہ تھانہ بھون سے مل سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ

میں کل اس کو تھانہ بھون بھیجوں گا۔ ایک صاحب نے کہا کہ ابھی جلدی ہی کیا ہے۔ وہاں جا کر وصول کر لیجئے گا۔ یہاں سے رجسٹری کا خرچ پڑے گا۔ اس پر فرمایا

ارشاد: جو کام ہے میں اس سے فارغ ہونا چاہا کرتا ہوں۔ خواہ خرچ ہو لوگ مجھ کو مسرف کہتے ہیں (پھر فرمایا) اسراف اس خرچ کو کہتے ہیں جس میں کوئی مصلحت نہ ہو۔ مجھے برا معلوم ہوتا ہے کاموں کا جمع کرنا، میری طبیعت متحمل نہیں ہے کہ کاموں کو جمع کروں میں خرچ کی پرواہ نہیں کرتا۔ راحت کے مقابلہ میں ایسے موقع پر تو مجھے لوگ مسرف کہتے ہیں اور جہاں خرچ کا موقع نہیں ہوتا وہاں کوڑی خرچ نہیں کرتا ایسے موقع پر لوگ مجھے بخیل بھی کہتے ہیں۔ فقط۔

ارشاد: تھانہ بھون میں رہنے کا جو مشورہ دیا کرتا ہوں اس سے زیادہ غرض یہ ہے کہ انسانیت پیدا ہو جائے اگر بزرگ نہ ہو تو اصول صحیحہ تو معلوم ہو جائیں، بولنے، کھانے پینے کے میں کہا کرتا ہوں اور جگہ بزرگی حاصل ہوتی ہے اور یہاں آدمیت فقط۔

ارشاد: (وسوسہ کے متعلق ذکر تھا اس پر فرمایا) وسوسہ پر التفات نہ ہونا چاہئے۔ سوائے اس کے کوئی علاج نہیں تھوڑی ہمت سے کام لیا جائے۔ جس احتیاط کا انجام بے احتیاطی ہو وہ ناجائز اور جس کا انجام احتیاط ہو وہ واجب (مطلب یہ ہے کہ کسی کو وسواس آتے ہیں اور وہ پریشان ہے)۔

یہاں تک کہ بعض نماز بھی ترک کر دیتے ہیں کہ کیا نماز پڑھیں جب وسوسے آتے ہیں ان کے رفع کرنے کی فکر میں لگ گئے اور انتظار ہے کہ رفع ہونے پر پڑھیں گے۔ کی تو تھی احتیاط وسوسہ سے انجام یہ ہوا کہ نماز بھی چھوڑ بیٹھے کم ہمت آدمی کو ضعیف چیز قوی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے وسوسہ سے گھبرا جاتا ہے اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ ضرورت ہے پاس رہنے کی بعض دفعہ خود تنہا کو ہمت نہیں ہوتی اور جو پاس ہو تو ہمت ہوتی ہے۔ نیز بدون پاس رہے طریق سے مناسبت نہیں ہوتی مگر اس کا اہتمام ہی نہیں لوگوں میں موٹی سی بات ہے کہ مریض طبیب سے دور ہو اور جو نزدیک ہو

دونوں میں بڑا فرق ہے۔ بہت نازک حالت ہے اس مریض کی جو طبیب سے دور ہو۔ پاس رہنے سے برسوں کے مریض الجھے ہوئے سلجھ گئے مگر خالی الذہن ہو کر رہنا چاہئے۔ صاحب الرائے ہو کر نہیں کہ یہ مضر ہے۔

ایک شخص کا سوال جو کہ عیسائی سے مسلمان ہوا تھا

واقعہ: ایک شخص عیسائی سے مسلمان ہوا تھا وہ آیا اور عرض کیا کہ مجھے کچھ دیجئے، حضرت نے وعدہ فرمالیا دو چار آنے دینے کا اس نے کہا کہ دو حرف تصدیق کے لئے بھی لکھ دیجئے کہ یہ شخص عیسائی سے مسلمان ہوا، اس پر فرمایا۔

ارشاد: ہمارے یہاں تعلیم ہے کہ جو خوشی سے کلمہ پڑھ دے۔ بس وہ مسلمان ہو گیا اس لئے جہاں لوگ شبہ کریں آپ کلمہ پڑھ دیجئے۔

واقعہ: ایک صاحب مقیم مدرسہ تھانہ بھون کا ذکر ہوا کہ وہ تداوی نہیں کرتے، اس پر فرمایا۔

ارشاد: میں نے ان سے کہا کہ کیا دلیل ہے آپ کے پاس ترک تداوی پر انہوں نے اس کا کوئی شافی جواب نہیں دیا میں نے کہا کہ اس میں (تداوی میں) اظہار عبدیت ہے حق تعالیٰ کے سامنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور آپ کی عادت مستمرہ تداوی ہی تھی۔ کسی عارض کی وجہ سے ترک ہوا تو وہ اور بات ہے اور وہ صاحب بے حد مجاہدہ کرتے تھے۔ غذا دونوں وقت نہیں کھاتے میں کہتا ہوں خوب کھائیے دونوں وقت نہ کھانے کے کیا معنی۔ نفس مزدور ہے خوب دو۔ اور خوب کام لو۔ ہاں اگر شیخ کسی حالت میں تجویز کرے تو اور بات ہے۔

گفتگو یہ ہے کہ اصل طریقہ کیا ہے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ کسی کے کم کھانے سے کیا بہت جمع ہو جائے گا۔ خدا کے یہاں اور کیا وہ خیر خواہوں میں شمار ہونے لگے گا۔ بات یہ ہے کہ معاملہ خدا کے ساتھ درست ہونا چاہئے۔ خوب کھایا کرو پیا کرو ان

باتوں سے ضعف ہو جاتا ہے اور ایک طرح کا دعویٰ پیدا ہو جاتا ہے۔ بڑی خرابی ہے بعض دفعہ یوں سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم بڑے عابد ہیں۔ بڑے بزرگ ہیں۔ فقط۔

ارشاد: مجھ کو تعبیر میں گو دخل نہیں مگر جو در حقیقت منجاب اللہ خواب ہی ہوتا ہے اس کی تعبیر اکثر ذہن میں آ ہی جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خواب ہے خواب کی شان ہی دوسری ہے وہ ایک شعبہ اور جزو ہے اجزائے نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز صبح دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے رات کو جیسا کہ حدیث میں ہے وہ خواب تھے آپ خیالات کو نہ پوچھتے تھے۔ خدائے تعالیٰ نے صحابہؓ کو تقویٰ طہارت دیا تھا۔ ان کے خواب ہوتے تھے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہوتے تو ہم سے تھوڑا ہی پوچھتے۔ ہمارے خواب ہی کیا ہیں پھر مناسبت پر اس کا مدار ہے۔ بزرگی کی دلیل نہیں۔ مولانا ظفر حسین صاحبؒ کو ساری عمر آرزو ہی رہی کہ زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوں۔ بعض کی معمولی حالت ہوتی ہے مگر ان کو کثرت سے زیارت ہوتی ہے۔ مناسبت کی بات ہے اس پر مدار قرب کا تھوڑا ہی ہے۔

ایک دفعہ مولوی ظفر حسین صاحبؒ اس زیارت نہ ہونے پر رنجیدہ ہونے لگے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے۔ **یراھا المسلم او تری لہ** یا تو خود دیکھے یا اس کے بارہ میں دوسرا دیکھے۔ جناب نے اگر نہیں دیکھا مگر اوروں نے تو آپ کے بارے میں دیکھا ہے یہ سن کر نہایت ہی خوش ہوئے اس حدیث کی طرف ان کا ذہن نہ گیا تھا اور حالانکہ وہ عالم تھے۔

پاس رہنے کا فائدہ اور مناظرہ کا ذکر

واقعہ: حضرت نے پاس رہنے کا فائدہ بیان کیا اور مناظرہ کا بھی ذکر تھا اس کے متعلق فرمایا۔

ارشاد: صحبت سے ایسا نفع ہوا کہ ایک ایک جلسہ میں بیس بیس شبہات دفع ہو گئے ہیں پاس رہنے سے یہ ہوا کہ مادہ پیدا ہو گیا قبول حق کا یوں تو کتابیں موجود ہیں مگر

پھر بھی ان سے تسلی نہیں ہوتی۔ اگر کتابیں کافی ہوتیں تو مرجیہ قدریہ کیوں ہوتے۔ حق بیشک اس قدر واضح ہے کہ مخفی نہیں رہ سکتا۔ مگر جو کوئی ڈھونڈے ہی نہیں تو اس کا کیا علاج پھر ڈھونڈنا بھی وہ ہے جو طریقہ سے ہو وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ہر کام کا طریقہ بھی اس کا دروازہ ہے۔ اب آتے ہیں پچھواڑے سے گھر کے اس لئے نفع نہیں ہوتا اور اس طریقہ کی اصل صحبت ہے علماء ظاہری اور صوفیاء میں بھی طریقہ ہی کا تو فرق ہے علماء کے مناظرہ میں اِدھر یا اُدھر سکوت تو ہو جاتا ہے مگر شفا نہیں ہوتی۔ صوفیاء کے یہاں شفا ہو جاتی ہے وہ حقیقت بتلاتے ہیں قرآن شریف میں مناظرہ کا بھی طرز ہے۔ کفار کا جو رد کیا ہے وہ ظاہر میں مسکت رد نہیں معلوم ہوتا۔ متعارف استدلال کا جو طرز ہے وہ زیادہ اہتمام سے نہیں مگر مؤثر طریقہ سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک طریق یہ ہے کہ ایک بات قرآن شریف میں پچاس پچاس جگہ ہوگی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے حق تعالیٰ کا صرفنا فی ھذا القرآن یعنی اس کو مکرر کرتے ہیں حق کے اندر خاصیت ہے کہ جب بار بار کان میں پڑتا ہے تو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ چنانچہ لیذکروا کا بھی حاصل ہے۔

بس قرآن شریف میں یہی طرز لیا ہے اور متعارف طرز نہیں مناظرہ کا پس جو طرز وہ سکھائے وہ مقبول ہے اور کہیں کہیں یہ بھی ہے کہ مخالفین کا قول نقل کر کے یہ بھی فرما دیا ہے کہ آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ عنقریب معلوم کرو گے یہ بھی ایک قسم کا جواب ہے۔ کہیں یوں ہے کہ کیوں ان کے پیچھے پڑے چھوڑیئے بھی۔ یہ بھی ایک جواب ہے ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ سارے طریقے نافع ہوتے ہیں۔ چنانچہ کہیں خشونت بھی نافع ہوتی ہے وہاں ان کا استعمال کرنا چاہئے۔ لوگ میری شکایت کرتے ہیں کہ خشونت کرتا ہے مگر میں بعض موقع پر خشونت میں نفع دیکھتا ہوں۔ تو جو خشونت نافع ہو وہ محمود ہے خشونت منہی عنہ وہ ہے جو مضر ہو۔ میں اس کے نافع ہونے کا ایک قصہ بیان کرتا ہوں ایک طالب جو کہ ذاکر تھے وسواس کی ہمیشہ شکایت کرتے تھے جب آتے یہی شکایت میں نے خیال کیا کہ اہل علم کے طرز پر دلائل سے کوئی جواب دوں تو کوئی نفع نہ ہوگا اور یہ کیفیت ہوگی ۔

گفت ہردارد کہ ایشاں کردہ اند آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

چنانچہ تجربہ ہے کہ وسواس کا جتنا جواب دیا جائے اور شبہات ہی بڑھتے ہیں صوفیہ کے یہاں یہ علاج ہے کہ التفات مت کرو علماء ظاہر کے یہاں دفع کیا جاتا ہے اور چونکہ وہ بھی التفات ہے اس لئے نافع نہیں ہوتا۔ ان وسواس کی مثال ایسی ہے جیسے تار بجلی کا۔ اگر تم اسے پکڑو جب مضر اور اگر اسے ہٹاؤ تب مضر۔

بس وسوسوں کی طرف ہٹانے کی نیت سے بھی رخ نہ کرو علاج یہ ہے وہ طالب ہمیشہ آتے اور یہی شکایت کرتے میں نے ان کو راحت کی بات بتائی کہ جاؤ پرواہ نہ کرو اس میں بڑی راحت ہے مگر بعض آدمی کم فہمی سے راحت کی بات کو قبول نہیں کرتے جیسے بعض آدمیوں کو بدون بدن دبوائے چین نہیں آتا اسی طرح بعض کو وسوسہ آنے میں مزہ آتا ہے بس یہاں تک ان کی نوبت پہنچی کہ ایک روز کہنے لگے کہ اب تو یوں وسوسہ آتا ہے کہ عیسائی ہو جاؤں میں نے یہ سن کر ایک دھول لگائی اور ڈانٹ پلائی اور کہا کہ چل دور ہو اسلام کو ایسے ناپاک کی کچھ حاجت نہیں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ وقت تالیف قلب کا ہے اس وقت ان کی دلجوئی کرنی چاہئے تھی۔ بس کام کرنے والا ہی سمجھتا ہے موقع کو۔ واقعی دوسرے کو مزاحمت کا حق نہیں، اگر کوئی مزاحمت کرے تو ہم اس کی سپرد کر دیں گے کہ تم لے جاؤ علاج کرو۔ میں نے ان کے دھول دی اور میں نے پاس سے اٹھا دیا اور کہا کہ رات ہی کو عیسائی ہو جانا۔ بس یہ ہوا کہ پھر ان کو کبھی کوئی وسوسہ نہیں ہوا۔

ایک شخص اور تھے وہ ذکر کرتے میں اٹھتے تھے اور بھاگے بھاگے پھرتے تھے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ یہ ایسا کرتے ہیں اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے میں ایک شب خانقاہ میں رہا اور میں نے ان سے کہا کہ میرے پاس بیٹھ کر ذکر کرو جب ان کی یہ کیفیت ہوئی تو اٹھ کر چلے تو میں نے تعاقب کر کے ہاتھ پکڑ کر ایک دھول رسید کی اور ڈانٹ پلائی۔ بس ٹھیک ہو گئے اور اس کے بعد بے حد جوش ہوتا ہے مگر حرکت نہیں کرتے۔

ایک اور شخص تھے انہوں نے ایک طومار شبہات کا لکھ کر بھیج دیا اور حالت یہ تھی کہ میزان

بھی نہ پڑھی تھی۔ میں نے ان کو لکھا کہ یہاں آجاؤ اس پر بھی شبہات کئے لکھا کہ ایک شخص نوکر ہے اس کا حرج ہوتا ہے وہ کیسے آئے۔ میں نے لکھا مت آؤ اور لکھا کہ میاں اگر کسی بیماری میں مبتلا ہو جاؤ اور ڈاکٹر کہے رخصت لو اہل وعیال کو چھوڑ و تو پھر کہاں سے فرصت ہو جائے گی۔ سو یہ بھی مضر ہے دو تین برس کے بعد ان کو موقع ملا آنے کا۔ آنے سے قبل ایک خط لکھا کہ آتا ہوں مگر چند شرطیں ہیں۔ تمہارا ایک تو کھانا نہ کھاؤں گا۔ کیونکہ پھر لپٹنا پڑے گا۔ دوسرے یہ کہ غل نہ مچانا کبھی آپ غل مچا کر مجھ کو دبا لیں۔

میں نے لکھا کہ منظور ہیں سب شرطیں غرض وہ آگئے۔ میں نے کہا کہ عصر سے مغرب تک آپ کے لئے وقت تجویز ہوا ہے دوسرے وقت میں مجھ سے نہ بولنا۔ پریشان مت کرنا وقت پر جو جی چاہے پوچھو اور میں نے کہا کہ میں شرط واپس لیتا ہوں وہ یہ کہ کبھی ضرورت تیز بولنے کی بھی ہوتی ہے۔ جہاں اس کی ضرورت دیکھوں گا تیز بولوں گا اس شرط کی واپسی میں اگر آپ کو کرایہ کا خیال ہو تو کرایہ مجھ سے لے لیجئے اور جایئے۔ کہنے لگے بہت اچھا پھر کھانے کی شرط انہوں نے واپس لے لی انہوں نے مختلف مذاہب کی کتابیں دیکھی تھیں اور خود علم تھا نہیں اس لئے ان کو شبہات پڑ گئے تھے۔ میں نے عصر کے بعد ان کو بلایا اور کہا کہ جواب کے قبل ایک مقدمہ عرض کرتا ہوں۔

چنانچہ میں نے ایک مقدمہ بیان کیا پھر میں نے کہا کہ اب ایک ایک اعتراض کا جواب لو وہ اعتراض کرتے گئے اور میں ایک ایک کا جواب اس مقدمہ سے دیتا گیا اب تو وہ جو بھی اعتراض کرتے اس سے جواب ہو جاتا۔ قاصر ہو کر خاموش ہوئے مگر تردد رفع نہیں ہوا۔ میں نے کہا کہ میں آگے اس وقت گفتگو کروں گا کہ آپ اس میں ذرا غور کیجئے سمجھ لیجئے۔ ایک جلسہ میں خاتمہ نہیں ہوا کرتا جو دن میں سنئے اسے رات کو سوچئے۔ دوسرے روز آ کر کہنے لگے کہ میں نے سوچا اب تو سب شبہات رفع ہو گئے پھر میں نے کہا یہ بات دور سے کہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ میں مشورہ دیتا ہوں کہ مختلف مذاہب کی کتابیں دیکھنی چھوڑ دیجئے۔ ہاں جو کتابیں ہم کہیں ان کو دیکھئے

بڑی بات یہ ہے کہ طلب ہو اور طلب طریقہ سے ہو۔ اب مناظرہ میں یہ بات نہیں رہی اب تو یہ طریقہ ہے کہ دس منٹ ایک نے تقریر کرلی وہ بیٹھ گیا پھر دوسرے نے تقریر کرلی وہ بیٹھ گیا۔ بس یہ جلسے تفریح کے لئے ہوتے ہیں فضولیات میں وقت صرف ہو جاتا ہے۔ مآل کچھ بھی نہیں ہے اور نہ اس سے طلب حق مقصود ہے۔ فقط۔

معاشرت کا عجیب بیان

ارشاد: لوگ حسن معاشرت کو دین نہیں سمجھتے وجہ یہ ہے کہ نماز روزہ کی تو شکل بھی دین کی ہے اس لئے اس کو دین سمجھتے ہیں۔ اور معاشرت کی صورت ہے دنیا کی سی اس لئے اس کو دین نہیں سمجھتے۔ ایک مولوی صاحب میرے یہاں مہمان ہوئے ان کو کھانا بھیجا گیا۔ انہوں نے ایک کو اور شریک کرلیا اور وہ حضرت بھی بیٹھ گئے حالانکہ وہ بھی مولوی تھے (نیاز اور عبدالستار ملازمان حضرت والا) ہیں تو سیدھے مگر ہیں بہت متقی ان کو ناگوار ہوا۔ وہاں تو کچھ نہیں کہا مجھ سے آکر کہا میں نے کہا کہ نہ میری طرف سے کہنا نہ اپنے نام سے کہنا تم اتنا کہنا کہ ہم نے مولانا سے یوں سنا ہے کہ دوسرے کو شریک کرنا جائز نہیں ہے۔ فتویٰ میری طرف سے ہو جائے گا اور خطاب تمہاری طرف سے۔ چنانچہ انہوں نے اسی طرح سے کہا حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کو کہنے پر بھی تنبیہ نہ ہوئی کہنے لگے کہ میں خود گفتگو کرلوں گا۔ عوام کا تو مضائقہ نہیں تعجب اس لئے ہوا کہ وہ مولوی تھے بے تکلفی ہو تو بھی خیر وہ تو محض مسافر شخص تھے اجنبی۔ میں منتظر رہا کہ اب پوچھیں گے اور خود ذکر کرنا میں نے مناسب نہ سمجھا کیونکہ کھانے کے قصے میں بات کرنے میں حجاب ہوتا ہے۔ عین رخصت کے وقت انہوں نے پوچھا اور وہ ملاقات کے لئے آئے تھے۔ اصلاح کی غرض سے نہیں آئے تھے۔ ورنہ میں خود تنبیہ کرتا خیر انہوں نے پوچھا میں نے کہا یہ تو ظاہر ہے آپ تو عالم ہیں مدرس ہیں۔ یہ تو اباحت ہے تملیک نہیں اور اباحت میں ایسا تصرف جائز نہیں۔

انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سمجھا کھانا زیادہ ہے دوسرے کے لئے بھی اجازت

ہوگی۔ میں نے کہا کہ یہ تو دلیل اجازت نہیں زیادہ کھانا مہمان کے لئے اس لئے نہیں بھیجتے کہ دوسرے کو شریک کرے بلکہ گھر والے مہمان کو اپنے سے مقدم سمجھتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ کمی نہ رہے پھر جو اس سے بچے تو گھر والے اس کے مالک ہیں جو بچتا ہے گھر میں خرچ ہو جاتا ہے بزرگوں کے سامنے کا خود بھی کھالیتے ہیں۔ ورنہ نوکر چاکر کھالیتے ہیں۔

فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر دو جگہ دستر خوان ہوں۔ تو ایک کا کھانا دوسرے پر دینا جائز نہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ اگر شریعت کا حکم بھی نہ ہوتا تب بھی طبع سلیم کہاں جائز رکھتی ہے۔ ہاں اگر کہیں بے تکلفی ہو کہ ایسے تصرف سے مالک کا جی خوش ہوتا ہو کھانے سے وہاں مضائقہ نہیں ہے۔

ایک صحابی ہیں ابوالہیثمؓ ان کے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے لئے تشریف لے گئے اور ایک موقع اور تھا وہاں آپ تشریف لے گئے اور ایک شخص آپ کے ساتھ چلے گئے وہاں آپ نے مطلع کیا صاحب خانہ کو کہ یہ بلا اجازت آئے ہیں اس نے اجازت دے دی جب بٹھایا۔ بعض کو ایک شبہ ہو جاتا ہے وہ یہ کہ لازمی عادت ہے کہ کوئی بڑا آدمی ایسی بات کے لئے پوچھتا ہے تو کہہ ہی دیتے ہیں ممکن ہے کہ اس نے بوجہ وجاہت اجازت دی ہو نہ بطیب خاطر۔

مگر ایک دوسری حدیث سے یہ شبہ رفع ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دب کر اجازت نہیں دی۔ وہ حدیث مسلم میں ہے۔ ایک فارسی تھے جو شوربا اچھا پکاتے تھے ایک بار انہوں نے شوربا اچھا پکایا ان کا جی چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھائیں۔ انہوں نے آکر عرض کیا کہ آپ تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر عائشہ کی بھی دعوت ہو تو میں چلوں (اور یہ اختیار ہے مہمان کو کہ کوئی شرط لگائے میزبان سے) وہ شخص جواب میں کہتے ہیں کہ عائشہؓ نہیں آپ نے فرمایا کہ ہم بھی نہیں وہ شخص واپس چلے، پھر راستہ سے لوٹے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ بھی، انہوں نے کہا کہ

عائشہؓ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ہم بھی نہیں پھر وہ واپس چلے پھر لوٹے اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہؓ بھی انہوں نے کہا کہ اچھا عائشہؓ بھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع اماں عائشہؓ کے تشریف لے گئے۔ اس وقت تک حجاب نازل نہیں ہوا تھا اور اس شخص کے اس فعل کی یہ وجہ تھی کہ وہ شوربا اتنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوب اچھی طرح کھالیں۔ اور اگر دو آدمی کھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح پیٹ بھر کر نہیں مل سکتا تھا اس لئے وہ عائشہؓ کا جانا نہیں چاہتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اپنا کھانا کم گوارا فرماتے ہیں تو انہوں نے اجازت دے دی اور وہ پہلے محبت کی وجہ سے چاہتے تھے کہ اور کوئی نہ کھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی خوب سیر ہو کر کھالیں۔

غرض اس قصہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے پوری آزادی پیدا کردی تھی۔ یہ حالت تھی کہ جہاں اجازت خوشی سے دینا ہوئی دے دی اور جو منع کرنا ہوا منع کردیا، پس ثابت ہوا کہ اجازت دب کر نہ ہوئی تھی۔ سوایک جگہ تو اس قدر احتیاط کہ اجازت لی اور ابوالہیثمؓ کے یہاں خود تشریف لے گئے اور وہ تھے بھی نہیں جب وہ آئے تو بڑے خوش ہوئے تو اس کی وجہ وہی بے تکلفی ہے بس ہر ایک کے ساتھ جدا برتاؤ ہے۔ فقط

واقعہ: تواضع کا ذکر تھا اس پر فرمایا۔

ارشاد: میرے نزدیک سب اعمال سے زیادہ ضروری کبر کا نکل جانا ہے۔ اسی کبر سے ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اسی واسطے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ **وَعِبَادُالرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا** کہ اس میں تواضع کی تعلیم ہے **وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا** اس میں نماز کی فضیلت ہے **وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَااصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ. اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا** اس میں عذاب جہنم سے خشیت ہے۔ **وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ**

یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا اس میں اتفاق کا طریقہ ہے۔
وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ الخ۔ اس میں توحید کی تعلیم ہے۔

غرض سب سے پہلے تواضع کی تعلیم ہے تمام باتوں سے پہلے تواضع کا ذکر کیا جس کا تقدم تمام چیزوں سے معلوم ہوا صوفیہ سمجھتے ہیں اس کی ترتیب کی حکمت کو وہ یہ کہ علاج ازالہ سبب سے ہوتا ہے اور سب ذمائم کا سبب کبر ہے۔

چنانچہ کبر ہی کا یہ اثر ہے کہ قبول حق سے آدمی رکتا ہے یہ چونکہ تمام مفاسد کی جڑ ہے اور تواضع کبر کی ضد ہے۔ اس کے اختیار کرنے سے کبر کا ازالہ ہوتا ہے اس لئے حق تعالیٰ نے تعلیم میں تواضع کو مقدم فرمایا۔ مگر اس طرف کسی کو توجہ ہی نہیں اور یہ کبر ہمارے اندر بھی ہے گو چھپا ہوا ہے۔ جیسے دیا سلائی میں مصالحہ موجود ہے صرف رگڑ کی دیر ہے۔ رگڑ پہنچی اور آگ نکلی۔ فرعون وغیرہ میں رگڑ پہنچ گئی تھی تو واقع میں ہے بڑے خطرہ کا مقام اس لئے اس مادہ ہی کو نکالنا چاہئے۔ خدا جانے کیا آفت نازل ہو جائے اور قریب قریب یہ مرض سب ہی میں ہے۔ یہاں تک کہ علماء بھی سب متواضع نہیں اور ہم میں جو تواضع ہے وہ بھی ایک قسم کا کبر ہی ہے۔ چنانچہ ہم لوگ تواضع اس لئے کرتے ہیں کہ وہ محبوب عندالناس اور سبب جاہ ہے۔ تواضع حقیقت میں وہ ہے کہ دل میں سمجھے کہ میں سب سے کمتر ہوں۔ ایک محقق لکھتے ہیں کہ یوں سمجھے کہ میں کافر فرنگ سے بھی کمتر ہوں۔ یعنی باعتبار احتمال مآل کتے سے بھی بدتر ہوں کیونکہ کتا کافر تو نہیں ہوسکتا یہ تو باعتبار قواعد علمیہ کے ہے اور بعض پر فنا کا غلبہ ہوتا ہے کہ وہ فرعون سے بھی اپنے کو کمتر سمجھتے ہیں۔ عقلاً اور اعتقاداً نہیں بلکہ حالاً دیکھئے۔ اس حالت سے کتنی تربیت ہوتی ہوگی اس شخص کی اب یہاں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ ادھر تو یہ حکم ہے کہ فرعون کو برا سمجھو اور وہ تھا ہی برا۔ ادھر یہ کہ اپنے کو سب سے بدتر سمجھو ان دونوں اعتقادوں کا اجتماع کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کے حل کے لئے امام غزالیؒ نے ایک مثال عجیب لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا اجتماع ہوسکتا ہے۔

لکھتے ہیں کہ کوئی شہزادہ جرم کرے اور بادشاہ بھنگی کو حکم دے اس کے بید لگانے گا۔ اور وہ بھنگی اس کے بید لگاتا ہے مگر اپنے کو اس سے کمتر سمجھتا ہے یہ نہیں کہ اپنے کو شہزادہ سے افضل سمجھتا۔ اسی طرح ایک شخص ہے کہ وہ خدا کے حکم کی وجہ سے فرعون کو مبغوض اور برا سمجھتا ہے مگر تواضعاً اپنے کو کمتر جانتا ہے بس دونوں حالتوں کا اجتماع ہوسکتا ہے اور یہ بھی نہ ہو تو یہ بہت آسانی سے ہوسکتا ہے کہ کسی کافر کو حالت موجودہ کے اعتبار سے تو برا سمجھیں لیکن اپنے سے اچھا اس لئے جانے کہ شاید مرنے کے وقت اس میں کوئی بات اچھی ایسی ہو جائے جو ہم میں نہ ہو یہ (یعنی صوفیہ کرام) ان کی حقیقت سمجھتے ہیں کنز و ہدایہ میں یہ باتیں کہاں ملیں گی۔ لیکن وہ بھی ضروری ہیں کنز و ہدایہ وضو ہے اور یہ نماز ہے اور وضو چونکہ شرط ہے نماز کے لئے۔ اس لئے وضو کی بھی ضرورت نماز کی بھی ضرورت کوئی یہ نہ سمجھے کہ کنز و ہدایہ کی ضرورت نہیں مگر صرف یہ باتیں یاد کرنا کافی نہیں تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اخلاق کی درستی خود نہیں ہوسکتی بیمار خود اپنا علاج نہیں کرسکتا۔ طبیب کی ضرورت ہے اسی طرح طریق میں شیخ کی ضرورت ہے۔ مگر اس سے انتفاع کی شرط اس کے سامنے فنا ہو جانا ہے۔

اب لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ایسا شیخ تلاش کرتے ہیں جن کے یہاں اپنی قدر بھی ہو جب اتنا کبر ہے تو کیا اصلاح ہوسکتی ہے۔ اور بعض لوگ تو خدائے تعالیٰ کے ساتھ بھی تکبر کرتے ہیں چنانچہ نماز سے عار دعا سے عار انا للہ۔

الفتوح

فیما یتعلق بالروح

حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العلوم القرآنیۃ، واقف الاسرار الفرقانیۃ،
رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الاسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ
مولانا محمد اشرف علی التھانوی
نور اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ

الفتوح فیما یتعلق بالروح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد حمد وصلوٰۃ جاننا چاہئے کہ روح انسانی کے باب میں ایک قول تو حکماء وصوفیہ مکاشفین کا ہے کہ وہ ایک جوہر مجرد مدبر بدن ہے اور دوسرا قول اکثر اہل کلام وعلماء ظاہر کا ہے کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جو تمام بدن میں نفوذ کئے ہوئے ہے اور اسی سے حیات ہے اور تیسرا قول اطباء کا ہے کہ وہ ایک بخار ہے جو غذا سے پیدا ہوتا ہے اور باختلاف محل افعال مختلفہ کا مصدر ہوتا ہے چنانچہ قلب میں اس کے متعلق ابقاء حیات ہے اور اس اعتبار سے وہ روح حیوانی سے مسمّی ہے اور کبد میں اس کے متعلق ہضم ہے اور اس اعتبار سے اس کا نام روح طبعی ہے اور دماغ میں اس کے متعلق احساس و ادراک ہے اور اس مرتبہ میں اس کا لقب روح نفسانی ہے پھر خود حکماء وصوفیہ میں باہم یہ اختلاف ہے کہ صوفیاء اس کو حادث قبل حدوث البدن مانتے ہیں اور قدماء حکماء اس کو قدیم مانتے ہیں اور متاخرین حکماء اس کو حادث بعد حدوث البدن سمجھتے ہیں اور حکماء اپنی اصطلاح میں اس کو نفس ناطقہ کہتے ہیں اسی طرح قول دوم وسوم میں گو جسم ماننا دونوں میں مشترک ہے لیکن قول دوم میں اکثر نے تو اس جسم کے عنصری وغیر عنصری ہونے سے سکوت کیا ہے اور بعض نے تصریح کردی ہے کہ وہ جسم عنصری نہیں ہے چنانچہ ہمارے علماء میں سے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے سورہ الم سجدہ کی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے انسان کی جان غیب سے آئی ہے مٹی پانی سے نہیں بنی الخ اور قول سوم میں اس کا جسم عنصری ہونا مصرح ہے کیونکہ بخار مرکب عنصری ہے پس یہ کل مذاہب

پانچ ہوئے ایک حکماء متقدمین کا کہ جوہر مجرد قدیم ہے دوسرا حکماء متاخرین کا کہ جوہر مجرد حادث بعد البدن ہے تیسرا صوفیہ مکاشفین کا کہ جوہر مجرد حادث قبل البدن ہے چوتھا علماء متکلمین کا کہ جسم غیر عنصری ہے پانچواں اطباء کا کہ جسم عنصری ہے اور گو اقوال اور بہت سے ہیں مگر قابل بحث یہی پانچ ہیں منجملہ ان کے قول اول و دوم کا مبنی محض دلائل عقلیہ ہیں۔ سو اولاً سب ممنوع و مخدوش ہیں جیسا کتب کلامیہ میں مبسوط ہے اور ثانیاً مذہب اول اس لئے باطل ہے کہ قدم خود دلیل عقلی سے باطل ہے جس کی تقریر بوجوہ شتی ہوسکتی ہے یہاں ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ اگر ارواح یا باصطلاح مشہور نفوس قدیم ہوں تو کسی خاص ایسے مسئلہ عقلیہ یا نقلیہ کے اعتبار سے جس کا علم اس کو بعد تعلق بدن کے اکتساباً حادث ہوا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ قبل تعلق بدن اس روح کو اس مسئلہ کا علم قدیم تھا یا اس کا جہل قدیم تھا یا دونوں حادث تھے اس طرح سے کہ ہر علم سے پہلے جہل تھا اور اس جہل سے پہلے علم شق اول پر جب وہ علم قدیم تھا اور قدیم پر طریان زوال و عدم کا محال ہے تو بعد تعلق بدن کے وہ علم کیسے زائل ہوگیا جس میں اکتساب جدید کی احتیاج ہوئی اور شق ثانی پر جہل قدیم ہے اور قدیم پر طریان زوال کا محال ہے تو اس اکتساب جدید سے وہ جہل کیسے منعدم ہوگیا اور شق ثالث پر جب ہر ہر فرد علم اور جہل سے حادث ہے تو مجموعہ علوم و جہالات بھی حادث ہے کیونکہ اس مجموعہ کے اجزاء یہی افراد ہیں اور حدوث اجزاء مستلزم حدوث مجموع کو ہے جب دونوں مجموعے حادث ہیں اور حادث مسبوق بالعدم ہوتا ہے تو جبکہ دونوں مجموعے معدوم تھے وہ روح اس مسئلہ کے علم اور جہل دونوں سے خالی تھی اور یہ ارتفاع نقیضین ہے اور محال۔ پس قدم ارواح جو مستلزم محال کو ہوا وہ باطل ہے پس حدوث حق ہے پس مذہب اول یقیناً باطل ہوا اور مذہب دوم میں حدوث کا حکم تو صحیح ہے اور اس حدوث کا بعد البدن ہونا فی نفسہ ممکن تھا لیکن وقوع یا عدم وقوع اس کا محتاج دلیل ہے سو وقوع جو مدعا ہے حکماء کا اس پر گو انہوں نے دلیل عقلی قائم کی ہے لیکن اس کے مقدمات محض

مخدوش ہیں جیسا درایۃ العصمۃ میں مذکور ہے اور عدم وقوع پر گو کوئی عقلی دلیل قائم نہیں لیکن دلیل نقلی اس حدوث بعد البدن کے وقوع کا ابطال کرتی ہے چنانچہ حدیث مرفوع میں ہے الارواح جنود مجندۃ رواہ البخاری جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حالت میں سب مجتمع تھیں اور ظاہر ہے کہ بعد تعلق بالبدن کے یہ اجتماع جمیع ارواح کا کسی موطن میں اب تک واقع نہیں ہوا پس لامحالہ یہ اجتماع قبل تعلق بالابدان تھا جس سے ثابت ہوا کہ قبل تعلق بالابدان کے موجود ہو چکی تھیں پس حدوث بعد البدن باطل ہوا چنانچہ حاشیہ لمعات میں بھی اس حدیث سے حدوث قبل البدن پر استدلال کیا ہے غرض مذہب اول و ثانی باطل ٹھہرے اب باقی رہ گئے تین مذہب اخیر یعنی تیسرا اور چوتھا اور پانچواں سو تیسرے مذہب کی دلیل کشف ہے جس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی دلیل شرعی کے مخالف نہ ہو تو صحت کو محتمل ہے ورنہ نہیں اور یہ کشف مخالف نہیں ہے کسی دلیل شرعی کے جیسا عنقریب واضح ہوتا ہے پس محتمل صحۃ ہوا اور پانچویں مذہب کی دلیل مشاہدہ ہے جو کہ شرعاً حجۃ ہے اور اگر وہ کسی دلیل شرعی کے ظاہراً مخالف ہو تو دلیل شرعی میں تاویل واجب ہوتی ہے لیکن یہاں یہ مخالفت نہیں ہے جیسا عنقریب نیز واضح ہوتا ہے اور چوتھے مذہب کی دلیل ظاہر نصوص شرعیہ ہیں چنانچہ سورہ سجدہ میں ہے ثم سواہ ونفخ فیه من روحه اس سے معلوم ہوا کہ روح منفوخ ہے اور منفوخ کا جسم ہونا ضروری ہے لیکن وہ غیر ہے مسوّیٰ کا اور مسوّیٰ جسم عنصری ہے پس جسم عنصری کا غیر ہوا اور جسم ہونا منفوخ ہونے سے ابھی ثابت ہوا پس جسم غیر عنصری ہوا اور یہ معنی مغائرت کے ظاہری ہیں ورنہ فی نفسہ احتمال یہ بھی ہے کہ باوجود عنصری ہونے کے مغائرت محض مصداق میں ہو مگر ظاہر ہونا اس کا اس وجہ سے ہے کہ اگر یہ عنصری ہوتا تو تسویہ کا متعلق اس کو بھی ٹھہرانا ظاہراً مناسب تھا پس آیت اس مدعا میں ظنی الدلالۃ ہوئی جو مسئلہ ظنیہ میں دلیل کافی ہے اور سورہ مؤمنون میں بعد علقہ و مضغہ و کسوۃ عظام باللحم کے فرمایا ثم انشاناہ خلقا آخر جس سے مراد یقیناً نفخ روح ہے اور علقہ

وغیرہ عنصری ہوگا اور جسم ہونا اوپر ثابت ہو چکا پس جسم غیر عنصری ہونا ثابت ہوگیا اور نیز دوسری مخلوقات کے بارے میں ارشاد ہوا ہے واللہ خلق کل دابة من ماء اور فرمایا ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین اور فرمایا خلق الجان من مارج من نار اور ملئکہ کو حدیث میں مخلوق من النور فرمایا رواہ مسلم پس ان نصوص میں ان مخلوقات کا مادہ باوجود کسی کے نہ پوچھنے کے بتلایا ہے اور روح کے بارے میں باوجود سوال کئے جانے کے فرمایا قل الروح من امر ربی جس سے عندالتامل معلوم ہوتا ہے کہ اگر روح عنصر سے مکون ہوتی تو جواب میں من الهواء یا اس کے مثل فرمادیتے اس سے معلوم ہوا کہ وہ کسی عنصر سے مکون نہیں اور جسم ہونا اوپر ثابت ہو چکا تو اس کا قوام کسی ایسے لطیف مادہ سے ہے جس کو من نور بھی نہ فرمادیا اور نیز احادیث میں ہے اذا خرجت روح المومن اور انطلقوا به الی آخر الاجل اور یعاد روحه اور ارواح المومنین فی طیر خضر تعلق بشجر الجنة وغیر ذلک اور خروج اور انطلاق اور عود اور دخول فی قوالب الطیور یہ سب خواص اجسام سے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ جسم ہے اور غیر عنصری ہونا پہلے ثابت ہو چکا پس جسم غیر عنصری ہوا اگر کہا جائے کہ یہ امور خواص اجسام سے نہیں بلکہ خواص مادہ سے ہیں اور مادی ہونے کو جسم ہونا لازم نہیں ممکن ہے کہ جوہر فرد ہو جواب اس کا بعد تسلیم ثبوت جوہر فرد کے یہ ہے کہ ایک حدیث میں روح کافر کے باب میں آیا ہے فتفرق فی جسده رواہ احمد اس سے ظاہراً انقسام معلوم ہوتا ہے پس وہ جوہر فرد نہ ہوئی اور حدیثوں میں اسی کا نام نفس اور نسمہ بھی آیا ہے اور کتاب وسنت میں زیادہ بحث اسی روح سے کی گئی ہے اور قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا سے احکام مذکورہ کے غیر معلوم ہونے کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ مقصود اس سے نفی علم بالکنہ کی ہے اور جو مذکور ہوا اس سے علم بالوجہ کا اثبات ہوتا ہے فلا منافاة چنانچہ جواب میں من امر ربی فرمانا اسی بنا پر ہے کہ اس جسم کی حقیقت مبین نہیں ہوئی جو کہ نور سے بھی الطف ہے۔ اب سمجھنا چاہئے کہ جب مذہب رابع کا

مدلول نصوص ہونا ثابت ہوا اور مذہب ثالث وخامس اس کے معارض ہے تو بظاہر یہ متوہم ہوتا ہے کہ ثالث تو باطل ہوگا اور خامس چونکہ مشاہد ہے اس کی وجہ سے نصوص مذکورہ میں تاویل واجب ہوگی سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ تعارض اس وقت ہوتا کہ جب ایک دوسرے کی نفی کرتا اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ انسان کے ساتھ تین چیزیں متعلق ہیں اور ایک ایک دلیل نے ایک ایک امر کا اثبات کیا ہے اور اپنی اپنی اصطلاح میں اس کا نام روح رکھا ہے اور اس نے دوسرے سے تعرض نہیں کیا نہ اثباتاً نہ نفیاً تو اس میں کچھ اشکال نہ رہے گا اور چونکہ اکثر محققین کے کلام سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اس لئے مظنون یہ ہے کہ بدن انسانی کے ساتھ تینوں متعلق ہیں اس طرح سے کہ روح بمعنی جوہر مجرد کا تعلق بدن سے بواسطہ روح بمعنی جسم غیر عنصری کے ہے اور روح بمعنی جسم غیر عنصری کا تعلق بواسطہ روح طبی بمعنی جسم عنصری کے ہے اول کا فعل بدن میں بواسطہ ثانی کے ہے اور ثانی کا فعل بواسطہ ثالث کے ہے موت کے وقت جب ثالث کا تعلق منقطع ہوتا ہے اور وہ بدن سے نکل جاتی ہے ثانی بھی نکل جاتی ہے اور اس ثانی کے نکلنے سے اول کا فعل اور تصرف بھی مفارق ہو جاتا ہے اور بعد خروج یہ ثالث عناصر میں مل جاتی ہے جیسا کہ اصل میں جزء عناصر ہے اور ثانی عالم برزخ میں باقی رہتی ہے جو کہ ایک مکان ہے جس کا بیان آگے آتا ہے جیسا قبل تعلق بدن بھی وہاں ہی تھی اور اول چونکہ مجرد ہے اس لئے وہ کسی مکان میں نہیں کیونکہ مکان خواص مادہ و مادیات سے ہے اور قبل تعلق بالبدن بھی اسی طرح وہ مکان میں نہ تھی اس لئے اس کو لامکانی کہتے ہیں اور مجازاً یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ لامکان میں رہتی ہے اور صوفیہ نے لطائف کی بحث میں اس کی نسبت اسی معنی کو کہا ہے کہ فوق العرش ہے جس کے معنی یہ نہیں کہ عرش کے اوپر رہتی ہے بلکہ چونکہ عرش منتہی ہے امکنہ ثابتہ بالدلیل کا اور یہ امکنہ سے مجرد ہے اس لئے فوق العرش کنایہ ہے غیر مکانی ہونے سے اور اسی لامکان کا لقب حدیثوں سے عماء بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس سوال پر کہ این کان ربنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فی عماء فرمایا اور یہ ظاہر ہے کہ مکان ذات باری تعالیٰ سے منفی ہے پس عماء لامکان[1] ہی کو فرمایا پس معنی جواب کے یہ ہوئے کہ وہ قبل خلق خلق بھی منزہ مکان سے تھا جیسا کہ اب منزہ ہے فہوالآن کما کان پس سوال ہی این سے باعتبار معنی ظاہری کے صحیح[2] نہیں اور یہ معنی نہیں کہ لامکان کسی مکان کا نام ہے جیسا عوام سمجھتے ہیں اور چونکہ محدود ہونا خواص مکان سے ہے اور اس لئے لامکان محدود نہیں ہوسکتا لہٰذا اس کے غیر محدود ہونے کو مافوقہ ہوا وماتحتہ ہواء سے تعبیر فرمایا یہاں ہواء بمعنی خلاء کے ہے جیسا قرآن میں ہے افئدتھم ھواء تو یہ لفظ بھی عماء سے متقارب المعنی ہے پس یہ کلام اس قوت میں ہوا فی لامکان فوقہ لامکان وتحتہ لامکان لا بمعنی ان اللامکان اسم شی موجود بل بمعنی ان لیس فوقہ مکان ولاتحتہ[1] مکان اور اس کو فوق اور تحت کہنا باعتبار صورت عنوان کے مجازاً ہے جیسا عماء کا ظرف ہونا بھی جو کہ مدلول فی کا ہے ایسا ہی ہے اور باعتبار حقیقت معنون کے معنے مقصود نفی ہے فوق وتحت[2] کی اور ہر چند کہ اکثر متکلمین نے ممکنات میں مجرد کے پائے جانے سے انکار کیا ہے بلکہ بعض نے قائلین بوجود المجرد کی تکفیر تک کی ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ نفس تجرد کے ابطال پر کوئی دلیل نہیں البتہ مجرد کا قدم یہ بیشک باطل ہے عقلاً بھی نقلاً بھی اور تجرد کے ابطال کی دلیل جو انہوں نے بیان کی ہے کہ تجرد اخص صفات باری تعالیٰ سے ہے اس لئے اس میں دوسرا مشارک نہیں ہوسکتا اور اسی بناء پر تکفیر بھی کی ہے سو خود یہ مقدمہ ممنوع ہے بلکہ ممکن ہے اور واقع میں صحیح بھی ہے کہ اخص صفات صرف وجوب بالذات اور قدم مطلق ہے پس اگر کوئی کسی ایسے مجرد کا قائل ہو جو ممکن اور حادث بمعنی مسبوق بالعدم الواقعی ہو تو اس میں کیا حرج ہے پس معلوم ہوا کہ ان تینوں مذاہب میں تعارض ثابت نہیں اور اگر کوئی حکیم یا طبیب تعارض کا قائل ہوا گر مدلول نصوص کی نفی کرے تو اس پر واجب ہوگا کہ تعارض یا نفی پر دلیل قائم کرے جس پر قیامت تک بھی قادر نہ ہوگا رہی یہ بات کہ ثواب وعقاب کس روح کو ہوگا قبر میں بھی اور آخرت میں بھی سو روح طبی تو

اوپر معلوم ہو چکا کہ وہ عناصر میں مل گئی اور اس پر عقاب وثواب گو ممکن ہے مگر کہیں مذکور نہیں اس واسطے قائل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ مورد ثواب و عقاب نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مستحیل ہو کر پھر غذا بنے پھر اس غذا سے کسی دوسرے متغذی کے بدن میں بخار لطیف پیدا ہوا اور اس شخص کے اعمال پہلے شخص کے خلاف ہوں پھر یہ مر جائے تو لازم آئے گا روح واحد کا معذب و متنعم ہونا اور یہ باطل ہے نیز اس روح کا ہمیشہ گھٹنا بڑھنا حرکت سے تحلیل ہونا مشاہدہ سے ثابت ہے اور روح مذکور فی الشرع کا (جس پر عذاب وثواب کا ذکر آیا ہے) بقا نصوص سے معلوم ہوتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ بخار مورد ہے عذاب نہیں ثواب نیز یہ بخار یہاں ہی رہ جاتا ہے اور روح شرعی کو ملائکہ کا لے جانا وارد ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے گو یہ احتمال بعید باقی ہے کہ اس بخار میں کا کوئی ذرہ یا چند ذرات اول سے آخر تک بدن انسانی میں باقی رہتے ہوں اور روح غیر عنصری کے ساتھ ملائکہ اس کو بھی لے جاتے ہوں اور اس وجہ سے یہ ذرات دوسرے بدن میں نہ پہنچ سکتے ہوں لیکن بلا دلیل ہم نہ اس کے معتقد ہوں گے اور نہ اس نفی کو مدلول شرعی قطعی کہیں گے واللہ اعلم البتہ ظاہر یہ ہے کہ یہ مورد نہیں اب دو روحیں باقی رہ گئیں ایک غیر عنصری دوسری مجرد سو ایسا مظنون ہوتا ہے کہ دونوں مثاب و معاقب ہیں لیکن غیر عنصری کو تو ثواب و عقاب حسی ہوتا ہے اور مجرد کو ثواب و عقاب عقلی ہوتا ہے قبر میں بھی اور آخرت میں بھی اور غالباً اب یعنی دنیا میں بھی کسی راحت و کلفت پہنچنے کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے کہ دونوں متالم و متنعم ہوتی ہیں واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اب رہی یہ بات کہ ان دونوں روحوں کا تالم و تنعم بواسطہ تعلق بدن کے ہے یا بلا واسطہ سو ممکن تو دونوں امر ہیں لیکن نصوص سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بعد موت کے اس روح بمعنی جسم غیر عنصری کا تعلق بدن کے ساتھ رہتا ہے اب یہ کہ وہ کونسا بدن ہے آیا یہی بدن دنیوی یا اور کوئی بدن تو اس کی کوئی ایسی تصریح وارد نہیں جس میں احتمال

مخالف کا نہ رہے لیکن مظنون یہ ہے کہ وہ دوسرا بدن ہے جیسا حدیثوں میں اجواف طیر خضر وغیرہ آیا ہے اس بدن کو اہل کشف بدن مثالی[1] کہتے یعنی وہ بدن اسی بدن کی مثل یعنی خاص خاص صفات و کیفیات میں اس کے مشابہ ہے اور بعض حدیثوں سے اس کا زیادہ پتہ لگتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کو ان کے پیدا کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے مٹھی کھول کر دکھلائی فاذا فیھا آدم[1] و ذریتہ رواہ الترمذی اور ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام عالم حس میں موجود تھے پھر مٹھی میں کونسے آدم تھے اس سے معلوم ہوا کہ اس بدن کے علاوہ کوئی دوسری چیز بھی ہے اور اس دوسری چیز کو آدم کہا جس سے متبادر بدن مع الروح ہے سو بدن تو یقیناً متعدد ہوا رہی روح سو ممکن ہے کہ ایک ہی روح دونوں بدن سے متعلق ہو چنانچہ حدیث معراج سے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو آپ نے متعدد جگہ دیکھا ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابدان مختلفہ تھے اور ایک روح سب کی مربی تھی اسی وجہ سے دوسرے بدن کو بھی اسی نام سے مسمی کیا گیا رہا یہ کہ ایک روح دو بدن کے ساتھ کس طرح متعلق تھی سو اس کے چند طرق ہو سکتے ہیں ممکن ہے کہ ایک میں ساری و نافذ ہو اور دوسرے میں روحانی قوت سے متصرف ہو اور ممکن ہے کہ دونوں میں روح غیر عنصری کے کچھ کچھ اجزا ہوں اور ان دونوں میں روح مجرد تصرف کرتی ہو کہ کبھی ان کو جمع کر دے کبھی متفرق نیز بعض اولیاء کو ایسے واقعات حیات دنیا میں بھی پیش آئے ہیں پس جب بدن متعدد ہوا بدن مثالی کا وجود ثابت ہو گیا اور کیا عجب کہ میثاق کے وقت یہی ابدان ہوں البتہ بعض احادیث میں رد روح الی الارض وعود فی الجسد آیا ہے جس سے اسی بدن دنیوی کے ساتھ تعلق اور بدن مثالی سے عدم تعلق متبادر ہوتا ہے سو ممکن ہے کہ سوال کے وقت وہ روح بدن مثالی کے اندر ہو کر ارض کی طرف بھیجی جاتی ہو اور اس بدن عنصری کے ساتھ اس مجموعہ کو ایک گونہ متعلق کر کے سوال اسی روح و بدن مثالی سے ہوتا ہو مگر یہ تعلق عادۃً کسی حکمت سے اسی وقت شرط ہو جبکہ جسد عنصری باقی ہو اور اگر وہ متفرق و متلاشی ہو گیا ہو تو

سوال وغیرہ اسی مجموعہ روح وبدن مثالی سے ہوجاتا ہوخواہ ارض میں یا غیر ارض میں پھر بعد سوال اس روح کا پھر آسمان کی طرف لے جایا جانا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سب ارواح ملتی ہے کیونکہ آخران سے بھی یقیناً کبھی سوال ہوا تھا اور برزخ مؤمنین کا یہی مکان ہے چونکہ آسمان پر ہے مسمّی بہ علیین جیسا کہ برزخ کفار کا ارض سفلی میں ہے مسمّی بہ سجین کما رواہ السیوطی فی شرح الصدور وبشری الکئیب عن **روایات کثیرة منها قول کعب جوابالسوال ابن عباس اما علیون فالسماء السابعة فیها ارواح المومنین واما سجین فالارض السابعة السفلی فیها ارواح الکفار** احادیث نم کنومة العروس جس سے لظاہر کون الروح فی القبر متوہم ہوتا ہے سو عند التامل اس قول کے فی القبر ہونے سے نوم کا فی القبر ہونا لازم نہیں آتا کہ معارض عروج الی علیین کے ہوگو من وجہ قبر سے بھی تعلق رہتا ہو اور نوم کہ عبارة ہے راحت سے نیز منافی لقاء وکلام کے نہیں اب رہا قصہ آخرت کا سو نصوص میں تصریح ہے کہ یہی بدن عنصری زندہ کیا جائے گا چنانچہ ارشاد ہوا ہے **کما بدأنا اول خلق نعیده** ومثلہ فی الاحادیث اور اس بدن کے ساتھ وہ روح بمعنی جسم غیر عنصری تو ضروری ہی متعلق ہوگی لیکن یہ روح عنصری ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی متعلق ہو کیونکہ یہ بھی اجزاء بدن سے ہے پس حشر میں یہ بھی شریک ہوگا اور یہ اشکال کہ اس بدن کو کسی نے کھالیا ہو اور وہ اس کا جزو بدن ہوگیا ہو یا یہ بخارات کسی اور کے جزو بدن ہوگئے ہوں پھر یہ کیسے اعادہ کئے جائیں گے بایں وجہ مدفوع ہے کہ ان میں سے کچھ اجزاء اصلیہ ایسے ہوں کہ وہ اس دستبرد سے محفوظ رہتے ہوں وہ سب اعادہ کئے جائیں رہا روح مجرد کا تعلق سو مظنون یہ ہے کہ قبر اور آخرت دونوں میں وہ مثل تعلق دنیوی کے ہو دلیل ذلک کلہ ظاہر قولہ تعالے **کمابدأانا اول خلق نعیده** کیونکہ تشبیہ کا تام ہونا جیسا کہ ظاہراً تشبیہ کا مدلول ہے اسی کو مقتضی ہے پھر جنت و دوزخ میں بھی یہی بدن جائے گا اور اس کے واسطہ سے روح کو الم یا لذت ہوگی جیسا

کہ اوپر بیان ہوا کہ روح مجرد کو عقاب وثواب عقلی ہوگا اور روح مادی کو حسی واللہ اعلم۔

تنبیہ: اور جاننا چاہئے کہ ایک روح کا علی سبیل التعاقب بدن عنصری پھر بدن مثالی کے ساتھ متعلق ہونا خواہ وہ بدن برزخ میں رہے جیسا کہ عادت غالبہ اس کے لئے یہی ہے خواہ اس عالم میں بھی کبھی اس کا ظہور ہو جائے یا یہ ظہور روح کا کسی بدن عنصری کے ساتھ ہو جو بعد حصول مقصود فوراً مضمحل و منحل ہو جائے۔

جیسا بعض اولیاء یا شہداء سے منقول ہے اس میں سے کوئی صورت مستلزم تناسخ نہیں کیونکہ تناسخ کی حقیقت ہے کہ دوسرا بدن جو مثل بدن اول کے ہو حدوثاً و بقاء وفناء اس کے ساتھ روح اول کا متعلق ہونا بغرض جزا وسزا کے اور یہ قیود یہاں مفقود ہیں یہ تمثل کہلاتا ہے جیسا ملائکہ کو ہوتا ہے جبکہ اس عالم میں نظر آتے ہیں قال اللہ تعالیٰ **فتمثل لها بشرا سويا** اور تناسخ گو عقلاً متساوی الوجود والعدم ہے کیونکہ نہ اس کے وجوب پر کوئی عقلی دلیل قائم ہے نہ اس کے امتناع پر لیکن نقلاً منفی ہے لقولہ تعالےٰ **قالوا ربنا امتنا اثنتين** الخ **فلو صح التناسخ لما صح كون الاماتة اثنتين والا الاحياء اثنتين فافهم۔**

خلاصہ تمام تر تقریر کا یہ امور ہوئے بعضے قطعاً بعضے ظناً بعضے امکاناً۔

امر اول: مذہب روح کے بارہ میں پانچ ہیں نمبر ۱۔ قول حکماء متقدمین کا کہ جوہر مجرد وقدیم ہے نمبر ۲۔ قول حکماء متاخرین کا کہ جوہر مجرد حادث بعد البدن ہے۔ نمبر ۳۔ قول صوفیہ مکاشفین کا کہ جوہر مجرد حادث قبل البدن ہے۔ نمبر ۴۔ قول علماء متکلمین کا کہ جسم غیر عنصری ہے۔ نمبر ۵۔ قول اطباء کا کہ جسم عنصری ہے۔

امر دوم: باطل ان مذاہب میں یہ ہیں قول نمبر ۱ قول نمبر ۲۔

امر سوم: حق ان مذاہب میں یہ ہیں قول نمبر ۳ قول نمبر ۴ قول نمبر ۵

امر چہارم: اقوال نمبر ۳ و نمبر ۴ و نمبر ۵ میں روح کے جو تین مصداق ہیں تینوں حادث ہیں۔

امر پنجم: یہ تینوں بدن انسانی کے متعلق ہیں نمبر۳ بواسطہ نمبر۴ کے اور نمبر۴ بواسطہ نمبر۵ کے۔

امر ششم: نمبر۴ ونمبر۵ جسم اور مکانی ہیں اور نمبر۳ مجرد اور غیر مکانی ہے۔

امر ہفتم: بعد موت کے نمبر۵ عناصر میں مل جاتی ہے اور نمبر۴ برزخ میں رہتی ہے اور نمبر۳ بحالہ غیر متمکن ہے۔

امر ہشتم: مثاب ومعاقب برزخ میں نمبر۳ ونمبر۴ ہیں۔

امر نہم: ان کا تالم وتلذذ برزخ میں بواسطہ بدن مثالی کے ہوتا ہے۔

امر دہم: آخرت میں تینوں روحیں نمبر۳ ونمبر۴ ونمبر۵ بدن عنصری سے متعلق ہوں گی۔ واللہ اعلم۔

الحمدللہ کہ تبییض رسالہ ہذا کی ۲۴ محرم ۱۳۲۷ ہجری کو مقام علی گڑھ میں ختم ہوئی اور تسوید اس کی رسالہ قصد السبیل کے ساتھ ہوئی تھی اتفاقات وقت سے تبییض میں اس قدر توقف ہوا والخیر فیما وقع۔

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

(ماخوذ از التکشف صفحہ 99)

خطبات الاحکام لجمعات العام

حضرت حکیمُ الاُمت مُجدد الملت جامع الکمالات منبع الحسنات ماہر العُلوم القرآنیۃ، واقف الأسرار الفرقانیۃ،
رأس المفسرین مقدام الراسخین صاحب الشریعۃ والطریقۃ، بحر المعرفۃ والحقیقۃ کاشف الأسرار الخفی منہا والجلی اعنی بہ

مولانا محمد اشرف علی التھانوی

نور اللہ مرقدہٗ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ جمعہ وعیدین واستقاء ونکاح کے پچاس خطبوں کا مجموعہ ہے۔ نہایت سلیس عربی زبان میں مرتب فرمایا ہے۔ ترغیب وترہیب کے مضامین کے علاوہ عقائد واعمال واخلاق کے مضامین بھی درج فرمائے ہیں جو اور خطبوں میں نہیں پائے جاتے اور خطبہ چونکہ عربی زبان میں ہوتا ہے اس لیے ان کا ترجمہ آخر میں لاحق کر دیا گیا ہے تاکہ حسب ضرورت امام مسجد بعد نماز جمعہ لوگوں کو سنا دے۔

خطبہ کے مختصر فضائل احکام

از مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

۱۔ خطبہ جمعہ شرط نماز ہے بغیر خطبہ کے نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی اور یہ شرط صرف ذکر اللہ سے ادا ہو جاتی ہے۔

۲۔ خطبہ جمعہ وعیدین وغیرہ کا عربی میں ہونا سنت ہے اور اس کے خلاف دوسری زبانوں میں پڑھنا بدعت ہے۔ (مصفٰی شرح موطا للشاہ ولی اللہ و کتاب الاذکار للنووی و دُرِ مختار شروط الصلوٰۃ، شرح الاحیاء)

۳۔ اسی طرح عربی میں خطبہ جمعہ پڑھ کر اسکا ترجمہ ملکی زبان میں قبل از نماز سنانا بھی بدعت ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ البتہ نماز کے بعد ترجمہ سنا دیں تو مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

۴۔ البتہ خطبہ عیدین وغیرہ میں اگر خطبہ کے بعد ہی ترجمہ سنا دیا جائے تو مضائقہ نہیں اور اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ منبر سے علیحدہ ہو کر ترجمہ سنا دیں تا کہ امتیاز ہو جائے۔ (کما صرح بہ فی تقریظ الرسالۃ الاعجوبۃ بناءً علیٰ حدیث مسلم)

۵۔ سنت ہے کہ خطبہ باوضو پڑھا جائے بلا وضو پڑھنا مکروہ ہے۔

۶۔ سنت ہے کہ خطبہ کھڑے ہو کر پڑھا جائے بیٹھ کر مکروہ ہے۔ (عالمگیری و بحر)

۷۔ سنت ہے کہ قوم کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ پڑھیں روبقبلہ یا کسی دوسری جانب کھڑے ہو کر پڑھنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری و بحرالرائق)

۸۔ سنت ہے کہ خطبہ سے پہلے آہستہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ط پڑھا جائے۔ (علی قول ابی یوسف کذافی البحر)

۹۔ سنت ہے کہ خطبہ بلند آواز سے پڑھا جائے تاکہ لوگ سنیں' آہستہ پڑھنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

۱۰۔ سنت ہے کہ خطبہ مختصر پڑھا جائے زیادہ طویل نہ ہو اور حد اس کی یہ ہے کہ طوال مفصل کی سورتوں میں سے کسی سورت کے برابر ہو۔ اس سے زیادہ طویل پڑھنا مکروہ ہے۔ (شامی' عالمگیری' بحر)

۱۱۔ سنت ہے کہ خطبہ دس چیزوں پر مشتمل ہو۔ اول حمد سے شروع کرنا' دوم اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا' سوم کلمہ شہادتین پڑھنا' چہارم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود بھیجنا' پنجم وعظ و نصیحت کے کلمات کہنا' ششم کوئی آیت قرآن شریف کی پڑھنا' ہفتم دونوں خطبوں کے درمیان تھوڑا سا بیٹھنا' ہشتم تمام مسلمان مرد و عورت کے لیے دعا مانگنا' نہم دوسرے خطبہ میں دوبارہ الحمدللہ اور ثناء اور دُرود پڑھنا' دہم دونوں خطبوں کو مختصر کرنا اس طرح کہ طوال مفصل کی سورتوں سے نہ بڑھے۔ (عالمگیری' بحر)

العبد الضعیف

محمد شفیع غفرلہ صدر دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبعد الحمد والصلوة فهذه خطب منبريه موزعة على كل واحد واحد من جمعات العام. مع خطبة العيدين واستسقاء الغمام. لا طول فيها حسب ماوردت به سنة خير الانام. عليه الصلوة والتحية والسلام. منبئة عن جوامع الشرائع والاحكام. الظاهرة منها والباطنة مما ذكره الفقهاء الفخام. والصوفية العظام. منها ما يختص بالاوقات ومنها ما هو عام. اكثرا وائلها كا كثر ترتيبها ماخوذ من الاحياءِ للغزالى حجة الاسلام. والبعض من عبدالحى السورتى واللكنوى من الاعلام. وما بعدها من الأيات والسنن واٰثار السلف الكرام. الا بعض الكلمات والعبارات فمن هذا الغريق فى الاٰثام. والحق بها بعض ما لغير الجمعة والخطبة الاخيرة المشتركة بين جميعها تكميلا للمرام. وهو اعادة لما بدأت فيه فى سالف الايام. ثم اعتراه الفتور فلم يبلغ التمام. فكان هذا العود كما قيل. شعر

عدت يا عيدى الينا مرحبا نعم ماروحت ياريح الصبا

نسئل الله تعالٰى حسن الختام. وهو السميع البصير العلام. القادر المفضال المنعام.

كتبه اشرف على — للنصف من ربيع الاول

اِفادة العوام

بترجمه نصوص

خطبات الاحکام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعدالحمد و الصلوٰۃ! احقر عبدالکریم گمتھلوی عفی عنہ عرض رسا ہے کہ ایسے خطبات بہت جمع کیے گئے ہیں جس میں سال بھر کے جمعوں کے واسطے الگ الگ خطبہ ہے۔ لیکن ''خطبات الاحکام لجمعات العام'' جو سیدی و مرشدی حکیم الامت سراج الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کی تازہ ترین تالیف سے ہے۔ علاوہ دیگر ظاہری و باطنی خوبیوں کے ایک ممتاز شان یہ رکھتا ہے کہ وہ بکثرت آیات و احادیث پر مشتمل اور احکام ظاہرہ و باطنہ کو جامع ہے چونکہ ہر شخص عربی نہیں سمجھتا اس لیے اِن عجیب و غریب خطبوں کے مضامین سے عام شائقین کے منتفع ہونے کی غرض سے اِن خطبوں کی آیات و احادیث کا ترجمہ کرنا مع ضروری فوائد کے مناسب معلوم ہوا۔ لیکن خطبہ کے ساتھ ترجمہ ﴿بہترین صورت یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد اطلاع کر دی جائے جو شائقین ٹھہر جاویں ان کو بجائے وعظ کے ترجمہ سنا دیا جائے۔ بعض لوگ خطبہ سے قبل وعظ وغیرہ شروع کر دیتے ہیں اس سے بھی اکثر نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس واسطے ایسا نہ کرنا چاہیے۔ الا بضرورۃ و بعد فراغ المصلین من السنن ۱۲﴾ پڑھنا

خلاف سنت ہے اس لیے مستقل طور سے ترجمہ کر کے اخیر میں ملحق کر دیا گیا تا کہ سب مصالح کی رعایت ہو جاوے اور چونکہ ہر خطبہ خاص خاص قسم کے احکام پر مشتمل ہے۔ لہٰذا ہر خطبہ کا الگ عنوان لکھ کر اُس کی آیات واحادیث کا اُس کے ذیل میں ترجمہ لکھا گیا ہے تا کہ ناظرین جس خطبہ کے متعلق ترجمہ دیکھنا چاہیں وہ بآسانی مل سکے اور توضیح کے لیے کہیں کہیں ضروری فوائد بھی لکھ دیئے ہیں اور حضرت حکیم الامت مدفیوضہم مؤلف خطبات نے اصل مسودہ میں کچھ روایات ایسی تحریر فرمائی تھیں جن کو نظر ثانی کے وقت بغرضِ اختصار حذف فرما دیا۔

ترجمہ میں اُن کو بھی فوائد ﴿ان حذف شدہ روایات کا ترجمہ درمیان ہی میں لکھا گیا تھا اور ابتداء میں ف: اور ختم پر ۱۲ منہ لکھ دیا گیا تھا تا کہ امتیاز رہے مگر طبع ثانی کے وقت نظر ثانی کا اتفاق ہوا تو کامل امتیاز کی غرض سے ان حذف شدہ روایات کو بالکل جدا کر دیا ہے۔ یعنی اوّل خطبہ کی موجودہ روایات کا ترجمہ درج کیا گیا اور اخیر میں اضافہ کا عنوان قائم کر کے حذف شدہ کا ۱۲ منہ﴾ کے ذیل میں لے لیا گیا ہے اور اِن خصوصیات کے لحاظ سے اِس کا لقب ''افادۃ العوام بترجمہ نصوص خطبات الاحکام'' رکھا گیا ہے۔ حق تعالیٰ حضرت مولانا موصوف مدفیوضہم کی برکت سے اِس کو بھی قبول فرماوے آمین ثم آمین۔

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۲۱ ربیع الاوّل ۱۳۴۸ھ

خطبہ

علم دین کی فضیلت اور تاکید

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الْاَكْرَمِ. اَلَّذِىْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَكَرَّمَ. وَعَلَّمَهٗ مِنَ الْبَيَانِ مَالَمْ يَعْلَمْ. فَسُبْحَانَ الَّذِىْ لَايُحْصَى امْتِنَانُهٗ بِاللِّسَانِ وَلَا بِالْقَلَمِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْٓ اُوْتِىَ جَوَامِعَ الْكَلِمِ. وَكَرَآئِمَ الْحِكَمِ. وَمَكَارِمَ الشِّيَمِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الطَّرِيْقِ الْاُمَمِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ عِلْمَ الشَّرَآئِعِ وَالْاَحْكَامِ. هُوَاَعْظَمُ فَرَآئِضِ الْاِسْلَامِ. وَمِنْ ثَمَّ اُمِرَبِهٖ وَحُضَّ عَلَيْهِ تَعْلِيْمًا وَّتَعَلُّمًا. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّىْ وَلَوْاٰيَةً. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ والسَّلَامُ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَّلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقاً اِلَى الْجَنَّةِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِى الدِّيْنِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْعُلَمآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ. وَاِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلاَ دِرْهَمًا. وَاِنَّمَا وَرَّثُواالْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهٗ ثُمَّ كَتَمَهٗ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلَجَامٍ مِّنْ نَّارٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِّمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لاَ يَتَعَلَّمُهٗٓ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَعْنِىْ رِيْحَهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَعَلَّمُوا الْفَرَآئِضَ وَالْقُرْاٰنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَاِنِّىْ مَقْبُوْضٌ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ. قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لاَ يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ.

علم دین کی فضیلت اور تاکید

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف سے (احکام شریعت کو) پہنچاؤ۔ اگرچہ ایک ہی آیت (یعنی تھوڑی سی بات اور چھوٹا سا جملہ) ہو۔'' (بخاری)

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ایسے راستے میں چلے کہ جس میں وہ علم (دین) کی جستجو کرتا ہو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دے گا۔'' (مسلم)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُس کو دین کی سمجھ فرما دیتا ہے۔'' (متفق علیہ)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علماء نبیوں کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے درہم و دینار کی میراث نہیں چھوڑی فقط علم کی میراث چھوڑی ہے۔ پس جس شخص نے علم کو لے لیا اس نے بہت بڑا حصہ (میراث انبیاء علیہم السلام کا حاصل کر لیا)۔'' (احمد، ترمذی وابوداؤد، ابن ماجہ ودارمی)

حدیث پنجم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' (ابن ماجہ)

فائدہ: یہ حکم دوسرے احکام کثیرہ کی طرح مرد و عورت دونوں کے لیے ہے جیسا کہ بعض روایات میں مسلمۃ کا لفظ بھی آیا ہے۔ پس ہر ایک عورت و مرد پر اپنی اپنی ضروریات کے مسائل کا سیکھنا لازم ہے اور علم سے دین کا علم مراد ہے۔ پس جو لوگ اس حدیث

شریف کو دنیوی علم حاصل کرنے کے لیے پڑھ دیتے ہیں وہ سخت غلطی اور تحریف دین کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس پر کوئی دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔ لیکن مزید حجت قائم کرنے کے واسطے حدیث نمبر۲ونمبر۷ ملاحظہ کرلی جائے۔

حدیث ششم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص سے (دین کی) کوئی ایسی بات دریافت کی گئی جس کو وہ جانتا ہو پھر بھی اس نے نہیں بتلائی تو قیامت کے دن اُس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔'' (احمد وابوداؤد ترمذی)

ف: اگر سائل کی کسی مصلحت یا کسی عذر کی وجہ سے جواب نہ دیا جائے تو وہ اس وعید سے مستثنیٰ ہے۔

حدیث ہفتم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص ایسے علوم میں سے جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جاتی ہے کچھ علم صرف اس واسطے سیکھے کہ اس کے ذریعے سے دنیا کا سامان حاصل کیا جائے وہ شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔'' (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

حدیث ہشتم: ''فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم فرائض (فرائض سے مراد کل فرائض ہیں یا علم فرائض ہے والاول اقرب ۱۲منہ) اور قرآن شریف سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ کیونکہ میری (ایک دن) وفات ہونے والی ہے۔'' (ترمذی)

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے آیا وہ شخص (بہتر ہے) جو اوقات شب میں سجدہ وقیام کرتے ہوئے عبادت میں لگا ہوا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید کررہا ہو (یا وہ جو کہ نافرمان ہے آپ کہہ دیجئے کہ کیا) علم والے اور بے علم والے برابر ہوسکتے ہیں، وہی لوگ غور کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔''

ف: اس آیت مبارکہ سے علم کی اور اس میں غور کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

خطبہ

عقائد درست کرنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيمِ الْخَبِيرِ. اَلْمُتْقِنِ نِظَامَ الْعَالَمِ بِلاَ مُعِيْنٍ وَّنَصِيْرٍ. فَسُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِىْ حِكْمَتُهٗ بَالِغَةٌ وَّعِلْمُهٗ عَزِيْزٌ. وَنِعَمُهٗ وَاصِلَةٌ اِلٰى كُلِّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ فِىْ نَقِيْرٍ وَّلاَ قِطْمِيْرٍ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ هَدَانَا بِكِتَابٍ مُّنِيْرٍ. وَدَعَانَآ اِلَى اللّٰهِ بِالْاِنْذَارِ وَالتَّبْشِيْرِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ مَادَامَتِ الْكَوَاكِبُ تَسِيرُ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ تَرْجَمَةَ عَقِيْدَةِ اَهْلِ السُّنَّةِ فِىْ كَلِمَتَيِ الشَّهَادَةِ الَّتِىْ هِىَ اِحْدٰى مَبَانِى الْاِسْلاَمِ فَمَعْنَى الْكَلِمَةِ الْاُوْلٰى اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى هُوَالْمُبْدِعُ لِلْعَالَمِ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْقَدِيْمُ اَلْحَيُّ الْقَادِرُ الْعَلِيْمُ. اَلسَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. اَلشَّاكِرُ الْمُرِيْدُ الْكَاتِبُ لِلْمَقَادِيْرِ. لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَىْ ءٌ. وَلاَ يُخْرُجُ مِنْ عِلْمِهٖ وَقُدْرَتِهٖ شَىْءٌ. وَهُوَالْخَالِقُ الرَّازِقُ الْمُحْيِي الْمُمِيْتُ وَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ وَمَعْنَى الْكَلِمَةِ الثَّانِيَةِ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّهٗ صَادِقٌ فِىْ جَمِيْعِ مَاجَآءَ بِهٖ مِنَ الْاَخْبَارِ وَالْاَحْكَامِ. وَاَنَّ الْقُرْاٰنَ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى. وَكُلٌّ مِّنَ الْكُتُبِ وَالرُّسُلِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ حَقٌّ وَّالْمِعْرَاجُ حَقٌّ وَّكَرَامَاتُ الْاَوْلِيَآءِ حَقٌّ. وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ وَّاَفْضَلُهُمُ الْاَرْبَعَةُ الْخُلَفَآءُ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْخِلاَ فَةِ. وَسُوَالُ الْقَبْرِ حَقٌّ وَّالْبَعْثُ حَقٌّ وَّالْوَزْنُ حَقٌّ وَّالْكِتَابُ حَقٌّ وَّالْحِسَابُ حَقٌّ وَّالْحَوْضُ حَقٌّ وَّالصِّرَاطُ حَقٌّ وَّالشَّفَاعَةُ حَقٌّ وَّرُؤْيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى حَقٌّ. وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَّالنَّارُ

حَقٌّ وَّھُمَا بَاقِیَتَانِ لَاتَفْنَیَانِ وَلَایَفْنٰی اَھْلُھُمَا. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا.

عقائد درست کرنے کے بیان میں

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے اے مومنو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی اور اس کتاب پر جو اس سے پہلے نازل فرمائی تھی اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن کا انکار کرے (یا انکار کے مرادف کسی قول وفعل کا مرتکب ہو) بیشک وہ راہِ ہدایت سے بہت دور جا پڑا۔''

ف: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی وحدانیت کا اور دوسری سب صفات کمال کا اعتقاد رکھے یعنی یہ سمجھے کہ وہ ایک ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے' وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا تمام جہان کو اُسی نے پیدا کیا ہے' وہ بڑی قدرت والا ہے وہ اپنے بندوں کے نیک کام کی بہت قدر کرتا ہے (یعنی اس پر خوب ثواب دیتا ہے) اور اپنے ارادے سے جو چاہتا ہے کرتا ہے' تمام عالم میں جو کچھ ہونے والا تھا اس نے سب پہلے ہی سے لکھ دیا تھا (اس کو تقدیر کہتے ہیں) اس جیسی کوئی چیز نہیں' اس کے علم اور قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہوسکتی وہی سب کا خالق اور رازق ہے وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا ہے' وہ غالب ہے حکمت والا ہے (یہ سب صفات قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور ان کے سوا اور بہت سی خوبیاں جن کی تفصیل دوسری کتابوں سے معلوم ہوسکتی ہے۔ ۱۲ منہ) اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں' یعنی ہدایت خلق کے واسطے

ان کو خدا نے بھیجا ہے اور وہ سچے ہیں جو احکام اور خبریں انہوں نے پہنچائی ہیں وہ برحق ہیں اور رسول پر اتاری ہوئی کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ وہ خدائے قدوس کا کلام ہے۔ جبریل علیہ السلام اس کو لائے ہیں (اور سب پیغمبروں پر وحی لے کر بھی آیا کرتے تھے) اور پہلی کتابوں پر بھی یقین رکھتے کہ بیشک حق تعالیٰ نے توریت' انجیل' زبور وغیرہ نازل فرمائی تھی (لیکن اب ان کو یہود و نصاریٰ نے بدل دیا اور وہ منسوخ ہو چکی اب قیامت تک قرآن شریف ہی کا حکم جاری رہے گا اور قرآن شریف میں نہ کوئی تغیر و تبدل ہو سکا نہ آئندہ ہو سکے' یہ ہمیشہ محفوظ رہے گا' خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے) اور جو فرشتوں کے وجود کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے اور آخرت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے یعنی یہ اعتقاد رکھے کہ مرنے کے بعد قبر میں (اور دفن نہ ہوا تو جس حال میں ہو اسی حال میں) سوال ضرور ہوگا اور قبروں سے قیامت کے دن اٹھایا جاوے گا اور نامہ اعمال تولے جاویں گے اور سب اعمال کا حساب ہوگا اور نیک بندوں کو حوض کوثر سے پانی پلایا جائے گا' دوزخ پر پل صراط رکھا جائے گا (جو بال سے باریک تلوار سے تیز ہوگا' جنتی لوگ اس پر سے پار ہو کر جنت میں پہنچیں گے اور دوزخی کٹ کٹ کر گر پڑیں گے) اور قیامت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت بھی کریں گے' جنت والوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی ہوگا (جو سب نعمتوں سے افضل ہے) اور جنت دوزخ ہمیشہ رہے گی نہ وہ کبھی فنا ہوں گی نہ ان میں رہنے والے مریں گے اس کے علاوہ اور بھی ضروری عقیدے ہیں۔ مثلاً تمام صحابہؓ کو عادل یقین کرنا اور ان سب سے چاروں خلفائے راشدین کو ترتیب وار افضل جاننا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کو برحق ماننا اور اولیاء اُمت کی کرامتوں کا قائل ہونا وغیرہ۔ غرض مسلمانوں کو عقائد کا سنوارنا نہایت ضروری ہے۔ زیادہ تفصیل اور کتابوں سے معلوم کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام پر قائم رکھے اور ایمان پر خاتمہ کرے اور ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رکھے اور جنت نصیب فرماوے۔ (آمین ثم آمین)

خطبہ

پاکی کی فضیلت میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ تَلَطَّفَ بِعِبَادِہٖ فَتَعَبَّدَ ھُمْ بِالنَّظَافَۃِ. وَاَفَاضَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ تَزْکِیَۃً لِّسَرَآئِرِھِمْ اَنْوَارَہٗ وَاَلْطَافَہٗ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الْمُسْتَغْرِقُ بِنُوْرِہِ الْھُدٰی اَطْرَافِ الْعَالَمِ وَاَکْنَافَہٗ. وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَصَحْبِہِ الطَّاھِرِیْنَ صَلاۃً تُنْجِیْنَا بَرَکَاتُھَا یَوْمَ الْمُخَافَۃِ. وَتَنْتَصِبُ جُنَّۃً بَیْنَنَا وَبَیْنَ کُلِّ اٰفَۃٍ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ. فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَہٗ فَلْیَفْعَلْ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَبْلُغُ الْحِلْیَۃُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ یَبْلُغُ الْوُضُوْءُ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ الصَّلٰوۃُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ تَرَکَ مَوْضِعَ شَعْرَۃٍ مِّنْ جَنَابَۃٍ لَّمْ یَغْسِلْھَا فُعِلَ بِھَا کَذَا وَکَذَا مِنَ النَّارِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حِیْنَ مَرَّبِقَبْرَیْنِ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ. وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّآ اَحَدُ ھُمَا فَکَانَ لاَ یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّایَسْتَنْزِہُ مِنَ الْبَوْلِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِذَآاَتَیْتُمُ الْغَآئِطَ فَلاَ تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ وَلاَ تَسْتَدْبِرُوْھَا. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. لَاتَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا. لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ. فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَھَّرُوْا. وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ.

پاکی کی فضیلت میں

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پاکی نصف ایمان ہے۔'' (مسلم)

حدیث دوم: ''اور نیز ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کے لوگ قیامت کے روز اس حال میں بلائے جائیں گے کہ وضو کے نشانات کی وجہ سے ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے۔ پس جو شخص تم میں سے اپنی چمک کو بڑھالے وہ بڑھالے۔'' (متفق علیہ)

ف: یعنی جہاں تک منہ اور ہاتھ پاؤں دھونا فرض ہے اس سے زیادہ دھولیا کرے اور یہ اخیر کا جملہ ''پس جو شخص'' سے اکثر محققین کے نزدیک ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے۔ واللہ اعلم

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔'' (مسلم)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی پاکی ہے۔''

ف: یعنی جنابت اور حدث سے غسل اور وضو کر کے پاک ہونا۔

حدیث پنجم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے ایک بال کی جگہ (غسل) جنابت سے بغیر دھوئے چھوڑ دی اس کے ساتھ (جہنم) کی آگ میں اس طرح (عذاب) کیا جاوے گا۔'' (ابوداؤد، احمد، دارمی)

حدیث ششم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ آپ کا دو قبروں پر گزر ہوا کہ بیشک ان کو عذاب دیا جارہا ہے اور کسی بڑی وجہ سے عذاب نہیں دیا

جارہا بلکہ ایک تو ان میں سے پیشاب سے نہیں چھپتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔'' (متفق علیہ) اور ایک روایت ہے کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔'' (مسلم)

حدیث ہفتم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم رفع حاجت کی جگہ پر پہنچو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ اس کی پشت کرو۔'' (متفق علیہ)

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے (اے رسولؐ) آپ اس (مسجد ضرار) میں ہرگز نہ کھڑے ہوجیۓ البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں (اس سے مراد مسجد قبا ہے) اس مسجد میں ایسے آدمی ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

ف: اضافہ: (الف): حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا والوں سے دریافت فرمایا کہ تم کیا پاکی کیا کرتے ہو جس پر تمہاری تعریف (قرآن شریف میں) کی گئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی استنجا کرتے ہیں' فرمایا یہی بات (قابل تعریف) ہے۔

(ب): اگر نجاست مقدار درہم اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی ہو تب تو استنجا کرنا فرض ہے اور اگر کم پھیلی ہو تو سنت اور اگر بالکل بھی نہ پھیلی ہو تو مستحب ہے اور زیادہ پاکی کی یہی بات ہے کہ باوجود نجاست نہ پھیلنے کے پانی سے استنجا کیا جاوے۔

❀❀❀

خطبہ

نماز کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَمَرَ الْعِبَادَ بِلَطَآئِفِهٖ. وَعَمَّرَ قُلُوْبَهُمْ بِاَنْوَارِ اللِّیْنِ وَوَظَآئِفِهٖ. فَسُبْحَانَهٗ. مَآ اَعْظَمَ شَانَهٗ. وَاَقْوٰی سُلْطَانَهٗ. وَاَتَمَّ لُطْفَهٗ وَاَعَمَّ اِحْسَانَهٗ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ اَفَاضَ عَلَی النُّفُوْسِ ذَوَارِفَ عَوَارِفِهٖ. وَاَبْرَزَ عَلَی الْقَرَآئِحِ حَقَآئِقَ مَعَارِفِهٖ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَفَاتِیْحِ الْهُدٰی وَمَصَابِیْحِ الدُّجٰی وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الصَّلٰوۃَ عِمَادُ الدِّیْنِ. وَعِصَامُ الْیَقِیْنِ. وَرَاْسُ الْقُرُبَاتِ وَغُرَّۃُ الطَّاعَاتِ. وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ خَمْسُ صَلَوَاتٍ نِ افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْٓءَ هُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُکُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ کَانَ لَهٗ عَلَی اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ یَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَلَیْسَ لَهٗ عَلَی اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَآءَ غَفَرَلَهٗ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِحَطَبٍ فَیُحْطَبُ ثُمَّ اٰمُرَ بِالصَّلٰوۃِ فَیُؤَذَّنُ لَهَا ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلاً فَیَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰی رِجَالٍ لَّا یَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوۃَ فَاُحَرِّقُ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ. اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ. ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ.

نماز کے بیان میں

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (وہ پانچ یہ ہیں) اس بات کی شہادت دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا (یعنی ہمیشہ پابندی کے ساتھ پڑھنا) اور زکوۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔'' (متفق علیہ)

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس شخص نے وضو اچھی طرح کیا اور ان کو ان کے وقت پر پڑھا اور ان کے رکوع اور خشوع کو پورا کیا' اللہ تعالیٰ پر اس کے واسطے یہ عہد ہے کہ اس کو بخشے گا اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس کے واسطے اللہ پر عہد نہیں ہے۔ اگر چاہے بخشے اور اگر چاہے عذاب کرے۔'' (احمد وابوداؤد)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم اُس (خدا) کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ لکڑیوں کے واسطے حکم دوں' پس وہ جمع کی جاویں پھر نماز کا حکم دوں۔

پس اُس کے لیے اذان کہی جاوے پھر کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاوے' پھر میں پیچھے رہ جاؤں' ایسے لوگوں کی طرف جو کہ نماز میں حاضر نہ ہوں'

پس میں ان کے گھروں کو جلا دوں۔‘‘

ف: مگر آپ نے ایسا کیا نہیں کہ آپ کو بچوں کا خیال آ گیا۔

آیت مبارکہ: ’’ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور (اے رسولؐ) آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیک کام مٹا دیتے ہیں، برے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے، ماننے والوں کے لیے۔‘‘

اضافہ: ’’نیز ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کی حفاظت کرے اس کے واسطے قیامت کے دن نور اور دلیل اور نجات بن جائے گی اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی اس کے واسطے نہ نور ہوگا نہ دلیل نہ نجات اور وہ شخص قیامت کے روز فرعون اور ہامان کے ساتھ محشور ہوگا۔‘‘ (احمد، دارمی، بیہقی)

خطبہ

زکوٰۃ کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَسْعَدَ وَاَشْقٰی. وَاَمَاتَ وَاَحْیٰ. وَاَضْحَکَ وَاَبْکٰی. وَاَوْجَدَ وَاَفْنٰی وَاَفْقَرَ وَاَغْنٰی. وَاَضَرَّوَاَقْنٰی. ثُمَّ خَصَّصَ بَعْضَ عِبَادِهٖ بِالْیُسْرِ وَالْغِنٰی. ثُمَّ جَعَلَ الزَّکٰوةَ لِلدِّیْنِ اَسَاسًا وَّمَبْنًی. وَبَیَّنَ اَنَّ بِفَضْلِهٖ تَزَکّٰی. وَمَنْ غِنَاهُ زَکّٰی مَالَهٗ مَنْ تَزَکّٰی مِنْ عِبَادِهٖ مَنْ تَزَکّٰی. وَ مَنْ غِنَاهُ زَکّٰی مَالَهٗ مَنْ زَکّٰی. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ هُوَ الْمُصْطَفٰی. وَسَیِّدُ الْوَرٰی. وَشَمْسُ الْهُدٰی. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهِ الْمَخْصُوْصِیْنَ بِالْعِلْمِ وَالتُّقٰی. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ الزَّکٰوةَ اِحْدٰی مَبَانِی الْاِسْلَامِ. وَاَرْدَفَ بِذِکْرِهَا الصَّلٰوةَ الَّتِیْ هِیَ اَعْلَی الْاَعْلَامِ. فَقَالَ تَعَالٰی وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ. وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ. وَشَدَّدَ الْوَعِیْدَ عَلَی الْمُقَصِّرِیْنَ فِیْهَا. فَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً وَّلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِهْزِ مَتَیْهِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُکَ اَنَا کَنْزُکَ ثُمَّ تَلاَ وَلاَ یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الْاٰیَةَ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَ مُ لِرَجُلٍ تُخْرِجُ الزَّکٰوةَ مِنْ مَّالِکَ فَاِنَّهَا طُهْرَةٌ تُطَهِّرُکَ وَتَصِلُ اَقْرِبَآءَ کَ وَتَعْرِفُ حَقَّ الْمِسْکِیْنِ وَالْجَارِ وَالسَّآئِلِ. اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ.

زکوٰۃ کے بیان میں

حدیث اول: زکوٰۃ بھی اسلام کے پانچ رکنوں میں سے ہے۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کا مال قیامت کے دن اُس کے لیے گنجے سانپ کی شکل بنایا جاوے گا۔ (گنجا سانپ زیادہ زہریلا ہوتا ہے) اور اُس سانپ کی آنکھ پر دو سیاہ نقطے ہوں گے (نقطے بھی زیادہ زہریلے کی آنکھ پر ہوتے ہیں) وہ سانپ اس کے گلے میں ڈالا جاوے گا' پھر وہ سانپ اُس (شخص) کے دونوں جبڑے پکڑے گا پھر (اس سے) کہے گا میں تیرا مال ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں' پھر (اس ارشاد کے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ'' اخیر تک تلاوت فرمائی۔'' (بخاری)

ف: اس آیت میں یہی مضمون ہے کہ بخیل کا مال اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

حدیث سوم: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک (ایسے) شخص کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا (جس نے اپنے لیے حکم دریافت کیا تھا) تو اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالا کرے کیونکہ وہ پاکی ہے تجھ کو وہ پاک کر دے گی اور عطیہ دیوے تو اپنے رشتہ داروں کو اور پہچانے تو مسکین اور پڑوسی اور سائل کے حق کو۔'' (عین ترغیب عن احمد)

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے قائم کرو تم نماز کو اور ادا کرو زکوٰۃ اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔''

محترم بھائیو اور دوستو! آج خطبہ جمعہ کا عنوان ادائیگی زکوٰۃ کی تاکید میں ہے۔

قرآن حکیم میں نماز کے بعد جس اہم عبادت کی تاکید کی گئی ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ایک حدیث مبارکہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز‘ روزہ‘ حج سب کرتا ہو مگر زکوٰۃ نہ دیتا ہو‘ یہ اس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔

زکوٰۃ کی دراصل حکمت یہ ہے کہ بندہ جب نماز کے لیے خود حاضر ہو گیا تو اسے چاہیے اس دربار میں اپنا مال و دولت بھی پیش کرے تاکہ یہ نہ ہو کہ

گر جاں طلبی مضائقہ نیست زرمے طلبی سخن دریں است

(اگر جان مانگو تو حاضر ہے اگر رقم طلب کرو تو کلام اسی میں ہے)

مگر اسلام کا مقصود یہ ہے کہ اپنا سب کچھ بارگاہ الٰہی میں پیش کر دے۔

مال و زر دل و جگر کر دے سبھی کو وقف در زندگی بقیہ سر تنگ ہے بندگی نہیں

سال بھر میں ایک مرتبہ زکوٰۃ فرض ہونے میں حکمت یہ ہے کہ انسانی خصوصیتیں‘ ہمدردی اور شفقت ہاتھ سے نہ جانے پائیں اور ایک سال گزرنے کے بعد ایک قلیل حصہ زکوٰۃ میں نکالنے سے بخل وغیرہ کے عیب سے لوگوں کے نفس پاکیزہ رہیں۔

قرآن حکیم میں اکثر مقامات پر تاکید نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر بھی ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ ادا کرنے کی ازحد تائید فرمائی ہے۔ذخیرہ احادیث سے چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں تاکہ ادائیگی زکوٰۃ کے فضائل کا علم ہو کر زکوٰۃ ادا کرنے کا ذوق وشوق پیدا ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وعیدیں سن کر عذاب کے خوف کو مستحضر رکھ کر توفیق ادائیگی زکوٰۃ نصیب ہو۔ (اَللّٰھُمَّ آمین)

(۱) حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ اسلام کا پل ہے یا بلند عمارت ہے۔اگر زکوٰۃ نہ دے تو اسلام پر چل نہیں سکتا یا اسلام کے نیچے درجے میں رہا۔

(طبرانی اوسط و کبیر)

اس سے زکوٰۃ کا کتنا بڑا درجہ ثابت ہوا اور اس کے نہ دینے سے مسلمانی میں کتنا

بڑا نقصان معلوم ہوا۔.......... (۲) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی اس کی برائی جاتی رہی یعنی زکوٰۃ نہ دینے سے جو اس مال میں نحوست اور گندگی آجاتی ہے وہ نہیں رہی۔ (طبرانی اوسط ابن خزیمہ صحیح)

معلوم ہوا کہ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے اس میں برکت نہیں رہتی۔ اس کی کچھ تفصیل حدیث تیرہ و چودہ میں آگے آرہی ہے۔

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔ (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہ دینے سے ایمان میں کمی رہتی ہے۔

(۴) عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو کرے گا' ایمان کا ذائقہ چکھے گا' صرف اللہ کی عبادت کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ہر سال اس طرح دے کہ اس کا نفس اس پر خوش ہو اور اس پر آمادہ کرتا ہو۔ یعنی کسی کو زکوٰۃ دیتے وقت اس کا دل دکھتا نہ ہو۔

زکوٰۃ کا مرتبہ تو اس سے ظاہر ہوا کہ اس کو توحید کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس کا اثر اس سے ظاہر ہوا کہ اس سے ایمان کا مزہ بڑھ جاتا ہے۔

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص سونے کا رکھنے والا اور چاندی کا رکھنے والا ایسا نہیں جو اس کا حق یعنی زکوٰۃ نہ دیتا ہو مگر اس کا یہ حال ہوگا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اس شخص کے عذاب کے لیے اس سونے چاندی کی تختیاں بنائی جائیں گی۔ پھر ان تختیوں کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے اس کے پہلو اور پیشانی اور پشت کو داغ دیا جائے

گا۔ جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہونے لگیں گی تو دوبارہ ان کو تپایا جائے گا اور یہ اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی یعنی قیامت کے دن۔ (بخاری ومسلم)

(۶) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان مال داروں پر ان کے مال میں اتنا حق یعنی زکوٰۃ کو فرض کیا ہے جو ان کے غریبوں کے لیے کافی ہو جائے اور غریبوں کو بھوکے ننگے ہونے کی جب کبھی تکلیف ہوتی ہے تو مال داروں ہی کی اس کرتوت کی بدولت ہوتی ہے کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ان سے اس پر سخت حساب لینے والا اور ان کو دردناک عذاب دینے والا ہے۔ (طبرانی اوسط وصغیر)

ایک حدیث میں اس کی تفصیل میں یہ بھی ارشاد ہے کہ محتاج لوگ قیامت میں اللہ تعالیٰ سے یہ شکایت کریں گے کہ ہمارے حقوق جو آپ نے ان پر فرض کیے تھے انہوں نے ہم کو نہیں پہنچائے' اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا' اپنی عزت وجلال کی قسم میں تم کو مقرب بناؤں گا اور ان کو دور کر دوں گا۔ (طبرانی صغیر واوسط وابوالشیخ کتاب الثواب)

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم کو نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی مقبول نہیں ہوتی۔ (طبرانی واصبہانی)

اور ایک روایت میں اُن کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرے اور زکوٰۃ نہ دے وہ پورا مسلمان نہیں کہ اس کا نیک عمل اس کو نفع نہ دے گا۔ (اصبہانی)

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگ نماز بھی چھوڑ دیں' اگر ایسا کریں گے تو اس کا عذاب الگ ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ بھی دینے لگیں۔

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو پھر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے' قیامت کے روز وہ مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں بنا دیا جائے گا جس کی دونوں آنکھوں

کے اوپر دو نقطے ہوں گے۔ ایسا سانپ بہت زہریلا ہوتا ہے اور اس کے گلے میں طوق یعنی ہنسلی کی طرح ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیری جمع ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق میں یہ آیت پڑھی "وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ" (الآیہ) اس آیت میں مال کے طوق بنائے جانے کا ذکر ہے۔ (بخاری ونسائی)

(۹) عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علاوہ "لا إلہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" پر ایمان لانے کے اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں اور فرض کی ہیں پس جو شخص ان میں سے تین کو ادا کرے تو وہ اس کو پورا کام نہ دیں گی۔ جب تک سب کو ادا نہ کرے یعنی نماز زکوٰۃ رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔ (احمد)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نماز و روزہ و حج سب کرتا ہو مگر زکوٰۃ نہ دیتا ہو وہ سب بھی اس کی نجات کے لیے کافی نہیں۔

(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زکوٰۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا۔ (طبرانی صغیر)

(۱۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز تو سب کے سامنے ظاہر ہونے والی چیز ہے اس کو تو قبول کر لیا اور زکوٰۃ پوشیدہ چیز ہے اس کو خود کھالیا حقداروں کو نہ دیا ایسے لوگ منافق ہیں۔" (بزار)

یعنی بعضے لوگ نماز اس لیے پڑھتے ہیں کہ نہ پڑھیں گے تو سب کو خبر ہوگی اور زکوٰۃ اس لیے نہیں دیتے کہ اس کی کسی کو خبر نہیں ہوتی اور منافق ایسا ہی کرتے تھے ورنہ خدا کے حکم تو دونوں ہیں۔

(۱۲) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس قوم نے زکوٰۃ دینا بند کر لیا اللہ تعالیٰ ان کو قحط میں مبتلا کرتا ہے اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اللہ

تعالیٰ ان سے بارش کو روک دیتا ہے۔ (طبرانی وحاکم بیہقی)

(۱۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس مال میں زکوٰۃ ملی ہوئی رہی وہ اس کو برباد کر دیتی ہے۔ (بزار وبیہقی)

زکوٰۃ ملنا یہ کہ اس میں زکوٰۃ فرض ہو جائے اور نہ نکالی جائے اور برباد ہونا یہ کہ وہ مال جاتا رہے یا اس کی برکت جاتی رہے۔ جیسا کہ اگلی حدیث میں مذکور ہے۔

(۱۴) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مال خشکی میں دریا میں تلف ہوتا ہے' زکوٰۃ نہ دینے سے ہوتا ہے۔ (طبرانی)

اور اگر باوجود زکوٰۃ دینے کے شاذ و نادر تلف ہو جائے تو وہ حقیقت میں تلف نہیں ہے کیونکہ اس کا اجر آخرت میں ملے گا اور زکوٰۃ نہ دینے سے جو تلف ہو وہ سزا ہے اس پر اجر کا وعدہ نہیں۔

(۱۵) حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ میں اور میری خالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ ہم سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو اس سے ڈر نہیں لگتا کہ تم کو اللہ تعالیٰ آگ کے کنگن پہنا دے اس کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ (احمد بسند حسن)

خطبه

تعلیم قرآن اور اس پر عمل کرنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ امْتَنَّ عَلٰی عِبَادِہٖ بِنَبِیِّہِ الْمُرْسَلِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکِتَابِہِ الْمُنَزَّلِ. حَتّٰی اتَّسَعَ عَلٰی اَھْلِ الْاَفْکَارِ. طَرِیْقُ الْاِعْتِبَارِ. بِمَافِیْہِ مِنَ الْقَصَصِ وَالْاَخْبَارِ. وَاتَّضَحَ بِہٖ سُلُوْکُ الْمَنْھَجِ الْقَوِیْمِ. وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ. بِمَا فَصَّلَ فِیْہِ مِنَ الْاَحْکَامِ. وَفَرَّقَ بَیْنَ الْحَلاَ لِ وَالْحَرَامِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَیْہِ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہِ الَّذِیْنَ تَذَکَّرُوْا بِالْقُرْاٰنِ وَذَکَّرُوْابِہِ النَّاسَ تَذْکِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ یُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا فَاِنَّ مَنْزِلَکَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰیَۃٍ تَقْرَأُھَا. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ حَسَنَۃٌ وَّالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ مَنْ قَرَ أَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْھَرَہٗ فَاَحَلَّ حَلاَلَہٗ وَحَرَّمَ حَرَامَہٗ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ وَشَفَّعَہٗ فِیْ عَشْرَۃٍ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ کُلُّھُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَہُ النَّارُ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ. وَاِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ. اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ. فِیْ کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍ. لَّا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ.

تعلیم قرآن اور اس پر عمل کرنے کے بیان میں

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔'' (بخاری)

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (قیامت کے دن) قرآن (پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والے) کو کہا جاوے گا کہ پڑھ اور درجہ حاصل کر اور سنوار کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں پڑھا کرتا تھا کیونکہ تیرا درجہ اس آیت کے ختم پر ہے جس کو تو پڑھے۔'' (احمد' ترمذی' نسائی)

ف: پس جس قدر آیات کی وہ تلاوت کرے گا اُسی قدر اُس کو درجات عطا فرمائے جائیں گے جو لوگ دنیوی ترقی کے واسطے تعلیم دنیا میں مصروف و مشغول ہو کر قرآن شریف کی تعلیم مبارک سے غافل ہو رہے ہیں۔ وہ لوگ غور کریں کہ کس قدر دولت سے اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ فہم سلیم عطا فرمادے۔

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک وہ شخص کہ جس کے جوف (قلب) میں قرآن شریف بالکل نہ ہو وہ اُجڑے ہوئے گھر جیسا ہے۔''

(ترمذی و دارمی)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے قرآن شریف کا ایک حرف پڑھا اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس گنی ہوتی ہے۔ (پس فی حرف دس نیکیاں ملتی ہیں)۔''

حدیث پنجم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قرآن

شریف پڑھا اور اُس کو یاد کیا اور اُس کے حلال (بتلائے ہوئے) کو حلال اور اُس کے حرام (بتلائے ہوئے) کو حرام سمجھا (یعنی اس پر عمل کیا) تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں داخل کرے گا اور اُس کے گھر کے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کرے گا جن کے لیے دوزخ ضروری ہو چکی ہو۔" (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

ف: یعنی جو گناہ گار بدون توبہ کیے مرجانے کی وجہ سے دوزخ میں جانے کے مستحق ہو گئے ہوں ان کی نجات ہو جائے گی کیوں کہ کفر و شرک کرنے والے کی کسی طرح نجات نہ ہوگی۔

آیت مبارکہ

"ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے سو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے کہ یہ قرآن کریم محفوظ کتاب میں درج ہے۔ اُس کو بجز پاک لوگوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔"

"یاالٰہی ہمیں عامل قرآن کر دے۔ اس نئی پود کو پھر نئے سرے سے مسلمان کر دے۔ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جسے سرتاج رسل کہتے ہیں اس کی اُمت کو پھر تابع فرماں کر دے۔"

خطبه

ذکر اللہ اور دعا کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الشَّامِلَةِ رَأْفَتُهٗ. اَلْعَامَّةِ رَحْمَتُهٗ. اَلَّذِیْ جَازٰی عِبَادَهٗ عَنْ ذِكْرِهِمْ بِذِكْرِهٖ. فَقَالَ تَعَالٰی فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَرَغَّبَهُمْ فِی السُّؤَالِ وَالدُّعَآءِ بِاَمْرِهٖ. فَقَالَ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. فَاَطْمَعَ الْمُطِیْعَ وَالْعَاصِیَ. وَالدَّانِیَ وَالْقَاصِیَ. فِیْ رَفْعِ الْحَاجَاتِ وَالْاَمَانِیْ. بِقَوْلِهٖ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَا نَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَسَیِّدُ اَنْبِیَآئِهٖ .صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ خِیَرَةِ اَصْفِیَآءِهٖ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ ذِكْرَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَرَفْعَ الْحَاجَاتِ اِلَیْهِ تَعَالٰی اَفْضَلُ عِبَادَةٍ تُؤَدّٰی بِاللِّسَانِ. بَعْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْكُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَایَذْكُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَیْسَ شَیْءٌ اَكْرَمَ عَلَی اللّٰهِ مِنَ الدُّعَآءِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الدُّعَآءَ یَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ یَنْزِلْ فَعَلَیْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِالدُّعَآءِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ لَّمْ یَسْئَلِ اللّٰهَ یَغْضَبْ عَلَیْهِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلاً.

ذکر اللہ اور دعا کے بیان میں

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں بیٹھتی کوئی جماعت جو اللہ کا ذکر کرتی ہو مگر گھیر لیتے ہیں ان کو فرشتے اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت اور نازل ہوتی ہے ان پر راحت اور تسلی اور خدائے تعالیٰ اپنے پاس والوں سے اُن کا ذکر کرتا ہے۔'' (مسلم)

فائدہ: یعنی ملائکہ مقربین سے ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے جو ذکر خداوندی میں مشغول ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

آسماں سجدہ کند بہر زمینے کہ درو   یکدو کس یکدو نفس بہرِ خدا بنشیند

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ (یعنی ذاکر زندہ اور غافل مردہ ہے)۔'' (متفق علیہ)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔'' (ترمذی)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک دُعا سے زیادہ کوئی چیز پسند نہیں ہے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث پنجم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک دعا نفع دیتی ہے اس (بلا اور مصیبت) سے جو نازل ہو چکی اور اس سے جو ابھی نازل نہیں ہوئی (یعنی دعا سے نازل شدہ بلا دور ہو جاتی ہے اور جو آئندہ آنے والی تھی وہ

بھی ٹل جاتی ہے) پس اے بندگان خدا تمہارے ذمہ (ہر حال میں) دعا کرنا ضروری ہے (کیونکہ) اگر اس وقت کسی آفت میں مبتلا نہیں تو کیا خبر کہ آئندہ بھی کوئی آفت آنے والی نہیں ہے۔'' (ترمذی)

حدیث ششم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے دُعا نہیں مانگتا' خدا تعالیٰ اُس پر ناراض ہوتا ہے۔ (اللہ اللہ کیا ٹھکانہ ہے کرم کا)۔'' (ترمذی)

آیت مبارکہ

''حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ کی یاد خوب کثرت سے کیا کرو اور صبح و شام (یعنی ہر وقت) اس کی تسبیح (اور پاکی) بیان کرو۔''

اضافہ: (الف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جب تم جنت کی کیاریوں میں گزرو تو (ان میں سے) خوب کھاؤ۔ صحابہؓ نے عرض کیا جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر کے حلقے۔'' (ترمذی)

(ب) ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ''شیطان انسان کے دل پر بیٹھا ہوا ہے جب وہ خدا کو یاد کرتا ہے تو شیطان غائب ہو جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔'' (بخاری)

(ج) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں دُعا مانگا کرو کہ قبول کا یقین رکھتے ہو اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ قلب غافل سے دُعا قبول نہیں کرتا۔'' (ترمذی)

خطبه

نوافل کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰىٓ اٰلَآئِهٖ حَمْدًا كَثِيْرًا. وَنَذْكُرُهٗ ذِكْرًا لَّا يُغَادِرُ فِى الْقَلْبِ اسْتِكْبَارًا وَّلَا نُفُوْرًا. وَنَشْكُرُهٗ اِذْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الْاَكْرَمِيْنَ الَّذِيْنَ اجْتَهَدُوْا فِىْ عِبَادَةِ اللّٰهِ غُدْوَةً وَّعَشِيًّا وَّبُكْرَةً وَّاَصِيْلًا. حَتّٰى اَصْبَحَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فِى الدِّيْنِ هَادِيًا وَّسِرَاجًا مُّنِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَا يَزَالُ عَبْدِىْ يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰٓى اُحِبَّهٗ اَلْحَدِيْث. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ الَّيْلِ فَاِنَّهٗ دَاْبُ الصّٰلِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ وَمُكَفِّرَةٌ لِّلسَّيِّاٰتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَكُنْ مِّثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ الَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ الَّيْلِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَّلَنْ يُّشَآدَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَهٗ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغُدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَىْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ نَّامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْعَنْ شَىْءٍ مِّنْهُ فَقَرَاَهٗ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهٗ مِنَ الَّيْلِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ.

نوافل کے بیان میں

حدیث اول: ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا بندہ میرا قرب نوافل کے ساتھ حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اُس کو محبوب بنالیتا ہوں۔'' (بخاری)

ف: اس سے بڑھ کر کیا دولت ہو سکتی ہے۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے اوپر رات کے قیام (یعنی تہجد) کو لازم پکڑلو کیوں کہ وہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ (چلا آتا) ہے اور تم کو تمہارے رب سے قریب کرنے والا ہے اور گناہوں کو مٹاتا ہے اور بری بات سے روکتا ہے۔'' (ترمذی)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عبداللہ! (یہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ہیں) فلاں شخص جیسا نہ ہونا کہ وہ رات کو اُٹھتا تھا' پھر اُس کو ترک کر دیا بلکہ ہمیشہ پابندی سے تہجد پڑھتے رہو۔'' (متفق علیہ)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دین آسان ہے اور نہیں مبالغہ کرتا کوئی شخص دین میں مگر اس پر دین غالب آتا ہے (یعنی جو شخص مبالغہ کرتا ہے وہ تھک کر رہ جاتا ہے) پس تم میانہ روی اختیار کرو اور اعتدال پر رہو اور خوش رہو اور مدد چاہو صبح و شام اور کچھ اخیر رات کی اندھیری میں (یعنی ان تین اوقات میں نفل عبادت کرلیا کرو اس سے بہت زیادہ نفع ہوتا ہے۔)'' (بخاری)

ف: کس قدر سہولت فرمادی گئی ہے۔ پھر بھی کوئی ہمت نہ کرے تو اس کا کیا علاج۔

حدیث پنجم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنے وظیفے سے سوتا رہ جاوے یا اُس میں سے کچھ رہ جاوے پھر اُس کو فجر اور ظہر کے درمیان کسی وقت پڑھ لے تو اس کے واسطے اتنا ہی ثواب لکھا جاتا ہے کہ گویا اس نے رات ہی کو پڑھا۔''
(مسلم)

ف: ضعیف العمر پر کتنی رحمت ہے۔

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے ذکر کر اپنے رب کا (خواہ) اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور (خواہ) پکار سے کم (یعنی معتدل آواز کے ساتھ) صبح اور شام کے وقت اور غافلوں میں سے مت ہو۔''

ف: اس میں ذکر جہر مفرط (یعنی حد سے زیادہ) ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے اور ذکر جہر میں اس کی رعایت بھی ضروری ہے کہ کسی کو تکلیف و تشویش نہ ہو اور ایسے وقت اور ایسی جگہ کرے کہ کسی کا حرج نہ ہو۔

اضافہ: اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ (یہ قیامت کے حساب کا ذکر ہے اور قبر میں سب سے پیشتر پیشاب کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس سے بچاؤ کیا تھا یا نہیں) پس اگر وہ (یعنی نماز) ٹھیک رہی تو کامیاب اور بامراد ہوگیا اور اس میں کمی رہے گی تو وہ ناکام اور بے مراد رہے گا اور اگر اس کے فرضوں میں کچھ کمی رہ جائے گی تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماوے گا کہ دیکھو! کیا میرے بندے کے واسطے کوئی نفل ہے۔ پس (اگر نفل ہوئے تو) ان کے ساتھ وہ کمی پوری کی جاوے گی جو فرضوں میں رہ گئی ہو پھر اسی طرح اُس کے سب اعمال کا حساب کیا جاوے گا (کہ نفل سے فرضوں کی کمی کو زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ میں بھی پورا کیا جاوے گا۔) (ابوداؤد)

خطبہ

کھانے پینے میں میانہ روی کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْسَنَ تَدْبِیْرَ الْکَآئِنَاتِ. فَخَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ. وَاَنْزَلَ الْمَآءَ الْفُرَاتَ مِنَ الْمُعْصِرَاتِ. فَاَخْرَجَ بِهِ الْحَبَّ وَالنَّبَاتَ. وَقَدَّرَ الْاَرْزَاقَ وَالْاَقْوَاتَ. وَحَفِظَ بِالْمَاْ کُوْلاَتِ قُوَی الْحَیْوَانَاتِ. وَاَعَانَ عَلَی الطَّاعَاتِ وَالْاَعْمَالِ الصَّالِحَاتِ بِاَکْلِ الطَّیِّبَاتِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَ نَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُؤَیَّدُ بِالْمُعْجِزَاتِ الْبَاهِرَاتِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ صَلٰوةً تَتَوَالیٰ عَلیٰ مَمَرِّالْاَوْقَاتِ. وَتَتَضَاعَفُ بِتَعَاقُبِ السَّاعَاتِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ کُلُوْا وَشْرَبُوْا وَلاَ تُسْرِفُوْا. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلزَّهَادَةُ فِی الدُّنْیَالَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلاَلِ وَلَآاِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّهَادَةَ فِی الدُّنْیَآ اَنْ لَّاتَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْکَ اَوْثَقَ مِمَّا فِیْ یَدَیِ اللّٰهِ اَلْحدِیث وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْٓ اَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَهَآ اَلاَ فَاتَّقُوااللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ وَلاَ یَحْمِلَنَّکُمْ اسْتِبْطَآءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِی اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لاَ یُدْرَکُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلاً اَتَی اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اِذَآاَکَلْتُ اللَّحْمَ انْتَشَرْتُ وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ اللَّحْمَ فَنَزَلَتْ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْالاَ تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآاَحَلَّ

اللّٰہُ لَکُمْ وَلاَ تَعْتَدُوْا. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرُ کَالصَّآئِمِ الصَّابِرِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. وَلاَ تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا حَلاَلٌ وَّھٰذا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ. اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لاَ یُفْلِحُوْنَ.

کھانے پینے میں میانہ روی کے بیان میں

آیت مبارکہ

''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کھاؤ پیو اور اسراف مت کرو۔''

ف: اسراف اس کو کہتے ہیں کہ گناہ کے کاموں میں خرچ کیا جاوے اور اُسی میں وہ خرچ بھی داخل ہے جو بلاضرورت شدید طاقت سے زیادہ جائز کاموں میں خرچ کیا جاوے کیونکہ اس کا انجام بے صبری اور حرص و بدنیتی ہوتی ہے۔

حدیث اول

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ زُہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی) حلال کو حرام قرار دینا نہیں ہے اور نہ مال کو ضائع کرنا ہے ولیکن زُہد یہ ہے کہ جو تیرے پاس موجود ہے اُس سے بے رغبتی اُس سے زیادہ نہ ہو جو اللہ جل شانہ کے پاس ہے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

ف: مطلب یہ ہے کہ جو سمجھے گا کہ خدا تعالیٰ سب کاموں کا بنانے والا ہے تو دنیا میں اُس کا قلب مشغول نہ ہوگا۔ اصل زُہد یہ ہے کہ اور جو لوگ حلال چیزوں کا استعمال ترک کر دیتے ہیں یا مال کو ویسے ہی اُڑا دیتے ہیں اُس کا نام زُہد نہیں ہے۔

حدیث دوم

''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روح امین (یعنی جبریلؑ) نے میرے دل میں یہ القا کیا کہ کوئی جاندار نہیں مرے گا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ

کر لے۔ خبر دار! بس اللہ سے ڈرو اور طلب معاش میں میانہ روی اختیار کرو اور رزق میں دیر ہونا تم کو اس بات پر ہرگز برانگیختہ نہ کرے کہ اُس کو اللہ کی نافرمانیوں کے ذریعہ طلب کرنے لگو کیونکہ جو اللہ کے پاس ہے وہ حاصل نہیں کیا جاتا مگر اُس کی فرمانبرداری کے ذریعہ سے۔'' (شرح السنۃ وبیہقی)

ف: اور اگر نافرمانی کی حالت میں روزی ملے تو وہ نعمت نہیں بلکہ وہ دو جہاں میں وبال جان ہے یہاں تو اُس کی وجہ سے چین نہیں مل سکتا اور آخرت میں نافرمانی پر عذاب ہوگا۔

حدیث سوم

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! تحقیق جب گوشت کھاتا ہوں مجھے (نفسانی) اشتعال ہو جاتا ہے اور (اِسی لیے) میں نے گوشت کو (اپنے اُوپر) حرام کر لیا ہے۔ اِس پر آیت نازل ہوئی: **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتُحَرِّمُوْا الآیۃ** (یعنی اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراوَ اُن پاک چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے اُوپر حلال کی ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو)۔''

(عین کمالین عن الترمذی)

فائدہ: اس میں اس کی ممانعت ہے کہ حلال چیز کے ساتھ اعتقاداً یا عملاً حرام کا برتاوَ کیا جاوے یعنی اُس کو حرام سمجھنے لگے۔ البتہ اگر کسی وجہ سے مثلاً بیماری یا ریاضت و مجاہدہ وغیرہ کے باعث حلال چیز کا استعمال ترک کر دیا جائے اور اس ترک کو ثواب نہ سمجھے بلکہ نفس کا علاج سمجھے تو مضائقہ نہیں۔

حدیث چہارم

''فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شکر کرنے والا مثل روزہ دار صابر کے ہے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

آیت مبارکہ

''ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ شانہ نے کہ جن چیزوں کے بارے میں تمہارا جھوٹا دعویٰ ہے ان کی نسبت اپنی زبانوں کے جھوٹ بنانے سے یوں مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹ باندھ بیٹھو گے۔ بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔''

اضافہ: (الف) نیز حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا الآیۃ (یعنی اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں اُن میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے) اور ارشاد فرمایا: وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ الآیۃ (یعنی اور وہی اللہ ہے جس نے باغات پیدا کیے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں (جیسے انگور) اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی میں کھانے کی مختلف طور کی چیزیں ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور (کبھی) نہیں بھی ہوتے۔ اُن سب کا پھل کھاؤ جب وہ نکل آوے اور اس میں جو حق (شرع سے واجب ہے) وہ اس کے کاٹنے اور توڑنے کے دن ادا کر دیا کرو اور حد سے مت گزرنا۔ یقیناً حد سے گزرنے والوں کو وہ یعنی اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

(ب) اور سورہ فرقان میں ہے: وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا الآیۃ (یعنی وہ اللہ کے خاص بندے جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ زیادتی کرتے ہیں نہ تنگی اور (بلکہ اُن کا خرچ) اس کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

(ج) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالیقین اللہ تعالیٰ بندے سے خوش ہوتا ہے اس بات پر کہ وہ لقمہ کھاتا ہے تو اس پر شکر کرتا ہے اور (پانی) کا گھونٹ پیتا ہے تب اُس پر شکر کرتا ہے۔ (مسلم)

خطبه

حقوق نکاح کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا. وَسَلَّطَ عَلَى الْخَلْقِ مَيْلاً نِ اضْطَرَّهُمْ بِهٖٓ اِلَى الْحِرَاثَةِ جَبْرًا. وَاسْتَبْقٰى بِهٖ نَسْلَهُمْ قَهْرًا وَّقَسْرًا. ثُمَّ عَظَّمَ اَمْرَالْاَنْسَابِ وَجَعَلَ لَهَا قَدْرًا. فَحَرَّمَ لِسَبَبِهَا السِّفَاحَ وَبَالَغَ فِیْ تَقْبِيْحِهٖ رَدْعًا وَّزَجْرًا. وَنَدَبَ اِلَى النِّكَاحِ وَحَثَّ عَلَيْهِ اسْتِحْبَاباً وَّاَمْرًا. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمَبْعُوْثُ بِالْاِنْذَارِ وَ الْبُشْرٰى. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ صَلٰوةً لَّا يَسْتَطِيْعُ لَهَا الْحِسَابُ عَدًّا اوَّلاَ حَصْرًا وَّسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُم اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَآءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَآءٌ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهٗ مَؤُنَةً. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامُ اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مَّنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامُ مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهٗ وَاَدَبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلٰٓى اَبِيْهِ. اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَاَنْكِحُواالْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ.

حقوق نکاح کے بیان میں

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور بیشک ہم نے آپ سے پیشتر رسول بھیجے ہیں ان کے لیے بیویاں اور اولاد بنائی ہیں۔''

حدیث اول: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جوانوں کے گروہ جو شخص تم میں سے نکاح کی طاقت رکھے پس اُسے چاہیے کہ نکاح کر لے کیونکہ وہ آنکھوں کو (بدنگاہی سے) زیادہ بند کرنے والا ہے اور شرم گاہ کو زیادہ بچانے والا ہے اور جو طاقت نہ رکھے (نان نفقہ پر قادر نہ ہونے وغیرہ کی وجہ سے) پس اُس پر (بکثرت) روزہ رکھنا لازم ہے۔ بیشک وہ اُس کے لیے ایک قسم کا خَصّی ہونا ہے۔'' (متفق علیہ)

ف: کیونکہ زیادہ روزہ رکھنے سے ضعف بڑھ جاتا ہے اور شہوت نہیں رہتی اور خَصّی ہونے سے یہی مقصود ہوتا ہے کہ شہوت نہ رہے بلکہ خصی ہونے میں یہ خرابی ہے کہ اگر پھر کسی وقت وسعت ہو جانے پر نکاح کرنا چاہے تو شہوت کا لوٹنا ممکن نہیں اِسی واسطے خصی ہونے کی ممانعت آئی ہے اور روزہ سے جو ضعف ہو جاتا ہے وہ بوقت ضرورت عمدہ غذا یا دوا کے استعمال سے دور ہو سکتا ہے۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے بڑھ کر برکت کے اعتبار سے وہ نکاح ہے جس میں خرچ کم ہو۔ (بیہقی) یعنی مہر وغیرہ کم ہو۔'' افسوس ہے کہ آج لوگ زیادہ خرچ کرنے کو فخر سمجھتے ہیں اور کم خرچ کرنے والے نکاح کو معیوب خیال کرتے ہیں۔ (فالی اللہ المشتکیٰ)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب پیغام دے تمہیں

وہ شخص جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اُس سے نکاح کر دو اگر تم نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہو جاوے گا۔" (ترمذی)

حدیث چہارم: "ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے یہاں بچہ پیدا ہو چاہیے کہ اُس کا نام اچھا رکھے اور اس کو خوب ادب سکھاوے۔ پس جب بالغ ہو جاوے تو اس کی شادی کر دے اور اگر بالغ ہو گیا اور اُس نے (بلا عذر) شادی نہ کی اور وہ کوئی گناہ کر بیٹھا پس اس کا گناہ اس کے باپ کے ذمہ بھی ہوگا۔" (بیہقی)

آیت مبارکہ

"ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ تم میں جو بے بیاہ ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور (ان کا بھی) جو تمہارے غلام اور لونڈیوں میں لائق ہوں۔ اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے خوب جاننے والا ہے۔"

اضافہ: (الف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے بعد مردوں کو نقصان پہنچانے والا کوئی فتنہ عورتوں سے زیادہ نہیں چھوڑا۔ (متفق علیہ)

پس اس سے بچنے کا بہت اہتمام لازم ہے۔

(ب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اُن کی مدد کرنا حق ہے (اُن میں سے ایک اُس کو بھی فرمایا) جو نکاح کرے عفت کے ارادے سے۔ (ترمذی نسائی ابن ماجہ)

(ج) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدمی نے نکاح کر لیا تو اس نے نصف دین کی تو تکمیل کر لی اب باقی نصف میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ (بیہقی)

خطبہ

کسب معاش کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ حَمْدَ مُوَحِّدٍ يُمْحَقُ فِيْ تَوْحِيْدِ مَاسِوَى الْوَاحِدِ الْحَقِّ وَيَتَلاَ شٰى. وَنُمَجِّدُهٗ تَمْجِيْدَ مَنْ يُّصَرِّحُ بِاَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مَّاسِوَى اللّٰهِ بَاطِلٌ وَّلاَ يَتَحَاشٰى. وَنَشْكُرُهٗ اِذْرَفَعَ السَّمَآءَ لِعِبَادِهٖ سَقْفًا مُّبْنِيًّا وَّمَهَّدَ الْاَرْضَ بِسَاطًا لَّهُمْ وَفِرَاشًا. وَكَوَّرَ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ فَجَعَلَ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ مَعَاشاً. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِيْ يَصْدُرُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَنْ حَوْضِهٖ رِدَآءً بَعْدَوُرُوْدِهِمْ عَلَيْهِ عَطَاشًا. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ لَمْ يَدَعُوْا فِيْ نُصْرَةِ دِيْنِهٖ تَشَمُّرًا وَّانْكِمَاشًا. وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ كَسْبِ الْحَلاَلِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ مَآ اَكَلَ اَحَدٌ طَعَا مًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ التَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِنَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلاَمُ اٰجَرَ نَفْسَهٗ ثَمَانَ سِنِيْنَ اَوْعَشْرًا عَلٰى عِفَّةِ فَرْجِهٖ وَطَعَامِ بَطْنِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ لِرَجُلِ نِ اذْهَبْ فَاحْتَطِبْ وَبِعْ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَجِيْءَ الْمَسْئَلَةُ نُكْتَةً فِيْ وَجْهِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَعَمْ يُؤْذَنُ فِيْ تَرْكِ الْكَسْبِ لِمَنْ كَانَ قَوِيًّا لَّا يُخِلُّ بِوَاجِبٍ بِتَرْكِهٖ فَقَدْ رُوِيَ اَنَّهٗ كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

کسب معاش کے بیان میں

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسب حلال کا تلاش کرنا ایک فرض ہے بعد فرض کے۔'' (بیہقی)

ف: یعنی فریضہ نماز وغیرہ کے بعد اس کا درجہ ہے یہ نہیں کہ اس میں منہمک ہو کر نماز بھی بھول جاؤ اور جس کو غنائے ظاہری یا باطنی نصیب ہو وہ اس سے بالکل ہی مستغنی ہے۔ واللہ اعلم۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی شخص نے ہرگز کوئی کھانا اپنے ہاتھوں کی کمائی کھانے سے بہتر نہیں کھایا اور بیشک خدا کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی سے کھاتے تھے۔'' (بخاری)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سچ بولنے والا امانت دار تاجر انبیاء وصدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔'' (ترمذی' دارمی' دارقطنی' ابن ماجہ)

حدیث چہارم: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طٰسم کی تلاوت کی یہاں تک کہ قصہ موسیٰ علیہ السلام تک پہنچے تو فرمایا: بے شک موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو آٹھ یا دس سال تک اجیر بنایا' اپنی شرمگاہ کو پاک رکھنے اور کھانے پینے کے عوض میں۔'' (احمد' ابن ماجہ)

حدیث پنجم: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا کہ جا اور لکڑیاں جمع کر اور بیچ (پس وہ آدمی چلا گیا' لکڑیاں لاتا اور بیچتا رہا' پھر حاضر ہوا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور دس درہم کما چکا تھا اور بعض کا کپڑا اور بعض کا کھانا خرید چکا تھا) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیرے لیے اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال کرنا تیرے چہرے میں زخم لاوے۔" (ابوداؤد)

حدیث ششم: "حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے۔ ان میں سے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور دوسرا کوئی پیشہ کیا کرتا تھا۔ پس اس کمانے والے نے اپنے بھائی کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی کہ (یہ کچھ کھاتا نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تجھ کو اسی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے۔" (ترمذی)

آیت مبارکہ

"ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے پس جب (جمعہ کی) نماز پوری ہو چکے تو (اُس وقت تم کو اجازت ہے) کہ تم زمین پر چلو پھرو اور اللہ کی روزی تلاش کرو (اس حالت میں بھی) تم اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہا کرو تا کہ تم کو فلاح ہو۔ (اور نجات ہو)۔"

اضافہ: (الف) اور حضرت علی و سعد بن مالک و عبداللہ بن مسعود و عمر بن عبدالعزیز اور قاسم بن عروہ اور آل ابی بکر اور آل علی اور ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کھیتی کی ہے۔ (بخاری)

(ب) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (زمین) کرایہ پر دینے کا امر فرمایا ہے۔ (مسلم)

(ج) ان روایات سے کسب حلال کی ضرورت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے اس لیے اس میں سعی اور کوشش لازم ہے۔ البتہ جو شخص ایسا قوی القلب ہو جس کے لیے کسب کسی واجب میں خلل انداز نہ ہوتا ہو اس کو ترک کسب کی اجازت ہے جیسا کہ روایت ششم سے معلوم ہوتا ہے بلکہ بعض حالتوں میں متوکلین کے لیے ترک کسب

افضل ہے جس کی تفصیل التکشف وغیرہ کتب تصوف سے معلوم ہوسکتی ہے اور کسب حرام سے تو بہر حال میں بچنا ضروری ہے۔

اضافہ: (الف) اور ممانعت فرمائی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوئے سے۔ (ابوداؤد) آج کل بیع کی بہت صورتیں جو اکثر کمپنیوں کی طرف سے رائج ہیں وہ اور جان کا بیمہ وغیرہ سب جوا ہے۔

(ب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

(ج) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے جب تک کہ اس کا قابل (استعمال) ہونا ظاہر نہ ہوجاوے۔ (متفق علیہ) آج کل یہ بلا بھی عام ہورہی ہے کہ پھل آنے سے پیشتر بہار کی بیع ہوتی ہے۔ اس کو سعی بلیغ سے روکنا چاہیے کیونکہ ایسے پھلوں کا بہار کے خریدار سے بھی خریدنا جائز نہیں ہے۔

خطبہ

کسب حرام سے بچنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ صَلْصَالٍ. ثُمَّ رَکَّبَ صُوْرَتَہٗ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ وَّاَتَمِّ اعْتِدَالٍ. ثُمَّ غَذَاہُ فِیْٓ اَوَّلِ نُشُوْءٍ بِلَبَنٍ نِ اسْتَصْفَاہُ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ سَآئِغًا کَالْمَآءِ الزُّلَالِ. ثُمَّ حَمَاہُ بِمَآ اٰتَاہُ مِنْ طَیِّبَاتِ الرِّزْقِ عَنْ دَوَاعِی الضُّعْفِ وَالْاِنْحِلَالِ. ثُمَّ افْتَرَضَ عَلَیْہِ طَلَبَ الْقُوْتِ الْحَلَالِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الْھَادِیْ مِنَ الضَّلَالِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ خَیْرِ اَصْحَابٍ وَّخَیْرِ اٰلٍ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ بَیْعَ الْخَمْرِ وَالْمَیْتَۃِ وَالْخِنْزِیْرِ وَالْاَصْنَامِ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلتُّجَّارُ یُحْشَرُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقٰی وَبَرَّ وَصَدَقَ. وَلَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰکِلَ الرِّبٰوا وَمُوْکِلَہٗ وَکَاتِبَہٗ وَشَاھِدَیْہِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ بَاعَ عَیْبًا لَّمْ یُنَبِّہْ عَلَیْہِ لَمْ یَزَلْ فِیْ مَقْتِ اللّٰہِ اَوْلَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تَلْعَنُہٗ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ فَاِنَّہٗ یُطَوَّقُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِیْنَ. وَلَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ وَالرَّآئِشَ یَعْنِی الَّذِیْ یَمْشِیْ بَیْنَھُمَا. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تُصِرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنِّیْ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ. اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا.

کسب حرام سے بچنے کے بیان میں

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب اور مردار اور خنزیر بتوں کی خرید و فروخت کو حرام کر دیا ہے۔'' (متفق علیہ)

ف: آج کل تصویروں کی عام طور پر خرید و فروخت ہو رہی ہے۔ یہ اس حدیث شریف کی رُو سے حرام ہے۔ (نیز عام طور پر گائے بھینس وغیرہ مر جائے تو چمار وغیرہ کو دیتے ہیں اور اُس کا عوض لیتے ہیں حالانکہ یہ بالکل حرام ہے' مردار کا کوئی عوض لینا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی مردار کی کھال اپنے طور پر مزدوری دے کر یا ویسے ہی رنگوالی جاوے تو رنگنے کے بعد اُس کی خرید و فروخت دُرست ہے)۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تاجر لوگ قیامت کے دن (فجار یعنی نافرمان) ہونے کی حالت میں اُٹھائے جاویں گے مگر وہ شخص جس نے (خرید و فروخت) میں تقویٰ اختیار کیا اور سچی قسم کھائی اور سچ بولا۔'' (ترمذی' ابن ماجہ' دارمی' بیہقی)

حدیث سوم: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے اور لکھنے والے اور گواہوں پر لعنت کی ہے۔'' (مسلم) افسوس آج کل یہ سب کام بے دھڑک کیے جا رہے ہیں۔

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کسی نے کوئی عیب دار چیز بیچی اور اُس پر مطلع نہیں کیا وہ ہمیشہ خدا کی دشمنی اور غصہ میں رہتا ہے یا (یوں فرمایا) اُس پر ہمیشہ فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' (ابن ماجہ)

حدیث پنجم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے ایک

بالشت بھر زمین بھی ظلماً لے لی ہو بے شک قیامت کے دن وہ اس کے گلے میں ڈالی جائے گی ساتوں زمین سے۔" (متفق علیہ) یعنی جتنی زمین دبائی ہے اتنی ہی زمین ساتوں زمین کی گہرائی تک گلے میں ڈالی جاوے گی بلکہ دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ زمین خود اُسی ظالم سے کھدوائی جاوے گی جو لوگ دوسروں کو حق نہیں دیتے وہ ذرا خیال کریں کہ کس قدر وبال اپنے ذمہ لے رہے ہیں خاص کر بعض ملکوں میں (مثلاً پنجاب وغیرہ میں) تو ہمشیرہ وغیرہ وارثان شرعیہ کو بالکل ہی محروم قرار دے رکھا ہے۔ اس بارے میں رسالہ غصب میراث ضرور دیکھ لیا جاوے۔

حدیث ششم: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے اور دلوانے والے پر۔" (احمد، بیہقی)

حدیث ہفتم: "ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دھوکہ دینے کے لیے بولی نہ بڑھاؤ (جیسا کہ بعض لوگ نیلام والوں سے مل کر بولی بڑھاتے رہتے ہیں تاکہ دوسرا شخص دھوکہ میں آ کر زیادہ قیمت لگا دے) اور اونٹنی اور بکری (و نیز دیگر مویشی) کا دودھ نہ روکو (جیسا کہ بعض لوگ خریدار کو دھوکہ دینے کے واسطے کیا کرتے ہیں)۔" (متفق علیہ)

حدیث ہشتم: "ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص دھوکہ دے وہ مجھ سے تعلق رکھنے والا نہیں ہے۔" (مسلم)

ف: معاملات کی صفائی اور کسب حرام سے پرہیز کے متعلق یہ چند روایتیں لکھی گئی ہیں جن سے حرام خوری کی مذمت اور اُس کی اکثر ضروری صورتیں معلوم ہو گئی ہیں۔ زیادہ تفصیل کے لیے بہشتی زیور اور صفائی معاملات کا مطالعہ ضروری ہے۔

آیت مبارکہ: "ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریق پر مت کھاؤ لیکن (مباح طور پر ہو مثلاً) یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو (تو مضائقہ نہیں) اور تم ایک دوسرے کو قتل مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہیں۔"

خطبہ

حقوق عامہ وخاصہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ غَمَرَ صَفْوَۃَ عِبَادِہٖ بِلَطَآئِفِ التَّخْصِیْصِ طَوْلاً وَّامْتِنَاناً. وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِہِمْ فَاَصْبَحُوْا بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا. وَنَزَعَ الْغِلَّ مِنْ صُدُوْرِہِمْ فَظَلُّوْا فِی الدُّنْیَآ اَصْدِقَآءَ وَاَخْدَانًا. وَفِی الْاٰخِرَۃِ رُفَقَآءَ وَخُلاَّنًا. وَنَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْہَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَاقْتَدَوْابِہٖ قَوْلاً وَّفِعْلاً وَّعَدْ لاً وَّاِحْسَاناً. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْمُحَافَظَۃَ عَلٰی حُقُوْقِ الْعَآمَّۃِ مِنْہُمْ وَالْخَآصَّۃِ مِنْ اَفْضَلِ الْقُرُبَاتِ. وَبِمُرَاعَاتِہَا تَصْفُوا لْاُخُوَّۃُ وَالْاُلْفَۃُ عَنْ شَوَآئِبِ الْکُدُوْرَاتِ. وَقَدْ نَدَبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اِلَیْہَا فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلاَ تَقْتُلُوْٓا اَوْلاَدَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلاَقٍ. وَقَالَ تَعَالٰی وَلَہُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْہِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. وَقَالَ تَعَالٰی وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَی الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ یَعُوْدُہٗ اِذَا مَرِضَ وَیَشْہَدُہٗ اِذَامَاتَ وَیُجِیْبُہٗ اِذَا دَعَاہُ وَیُسَلِّمُ عَلَیْہِ اِذَا لَقِیَہٗ وَیُشَمِّتُہٗ اِذَا عَطَسَ وَیَنْصَحُ لَہٗ اِذَا غَابَ اَوْشَہِدَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ لاَیَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَّایَرْحَمُ النَّاسَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَّاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ اشْتَکٰی کُلُّہٗ وَاِنِ اشْتَکٰی رَاْسُہٗ اشْتَکٰی کُلُّہٗ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلاَتَحَسَّسُوْا وَلاَ تَجَسَّسُوْا وَلاَ تَنَا جَشُوْا وَلاَ تَحَاسَدُوْا وَلاَ تَبَا غَضُوْا وَلاَ تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَاناً. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ.

حقوق عامہ وخاصہ کے بیان میں

آیات طیبات

''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور نہ کرو قتل تم اولاد کو تنگ دستی سے ڈر کر (جیسا کہ کفار کرتے تھے) ونیز ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے لیے بھی حقوق ہیں جیسا کہ ان پر مردوں کے حقوق ہیں ونیز ارشاد فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور (دوسرے) اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ بھی اور غریب غربا کے ساتھ بھی اور پاس والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہگیر کے ساتھ بھی اور ان (غلام لونڈیوں) کے ساتھ بھی (جو شرعاً) تمہارے مالکانہ قبضہ میں ہیں۔''

حدیث ۱- ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مؤمن کے لیے مؤمن کے ذمہ چھ حق ہیں جب وہ مریض ہو تو اس کی عیادت (بیمار پرسی) کرے اور جب انتقال ہو جاوے تو اس کے (جنازہ) پر حاضر ہووے اور جب دعوت کرے تو قبول کرلے۔ (بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو اور اگر عذر ہو تو قبول نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر کوئی شرعی عذر ہو تو قبول کرنا جائز بھی نہیں ہے اور قبول دعوت کا حکم عام ہے' خواہ کھانے کے لیے دعوت ہو یا کسی اور ضرورت کے لیے ہر دعوت کو قبول کرنا حق مسلم ہے) اور جب وہ ملے تو سلام کرے اور جب چھینکے (اور الحمد للہ کہے تو سننے والا) یرحمک اللہ کہے اور وہ غائب ہو یا حاضر ہو (ہر حال میں) اُس کی خیر خواہی کرے۔'' (نسائی)

حدیث ۲- ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم

نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرے۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۳- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب مؤمن ایک آدمی کی مانند ہیں کہ اگر آدمی کی آنکھ میں تکلیف ہو تو کل بدن کو تکلیف پہنچتی ہے اور اگر سر میں تکلیف ہو تو تب بھی کل بدن کو تکلیف پہنچتی ہے۔'' (مسلم)

اسی طرح اگر ایک مسلمان کو تکلیف ہو تو سب مسلمانوں کو تکلیف ہونا چاہیے۔

حدیث ۴- ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب باتوں سے زیادہ جھوٹی ہے (یعنی بدگمانی کی بات اکثر جھوٹی نکلتی ہے) اور نہ خود عیب تلاش کرو نہ کسی سے کسی کے عیب کی جستجو کیا کرو (لیکن اگر حاکم وغیرہ قوی قرینہ کی بناء پر تحقیق واقعہ کریں تو تجسس ممنوع نہیں ہے) اور دھوکہ دینے کو (نیلام میں) قیمت نہ بڑھاؤ اور آپس میں حسد نہ کرو اور نہ آپس میں کینہ رکھو اور نہ آپس میں ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور اللہ کے بندے سے بھائی (ہو کر) رہو۔'' (متفق علیہ)

آیت مبارکہ

''فرمایا حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شک آپ خلق عظیم پر ہیں۔''

اضافہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اے ایمان والو! نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے کیا عجب کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان (ہنسنے والوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے کیا تعجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام برا بھی لگتا ہے اور جو (ان حرکتوں سے باز نہ آویں گے تو) وہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور کسی کے عیب کا سراغ مت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت نہ کیا کرے۔''

خطبہ

برے ہم نشین سے الگ رہنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْظَمَ النِّعْمَةَ عَلٰی خِیَرَةِ خَلْقِهٖ وَصَفْوَتِهٖ. بِاَنْ صَرَفَ هِمَمَهُمْ اِلٰی مُؤَانَسَتِهٖ. وَرَوَّحَ اَسْرَارَهُمْ بِمُنَاجَاتِهٖ وَمُلاَطَفَتِهٖ. حَتّٰی اخْتَارَ الْعُزْلَةَ کُلُّ مَنْ طُوِیَتِ الْحُجُبُ عَنْ مَّجَارِیْ فِکْرَتِهٖ. فَاسْتَاْنَسَ بِمُطَالَعَةِ سُبُحَاتِ وَجْهِهٖ تَعَالٰی فِیْ خَلْوَتِهٖ. وَاسْتَوْحَشَ بِذٰلِکَ عَنِ الْاُنْسِ بِالْاِنْسِ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَخَصِّ خَاصَّتِهٖ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ سَیِّدِ اَنْبِیَآئِهٖ وَخِیَرَتِهٖ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَصَحَابَتِهٖ سَادَةِ الْخَلْقِ وَاَئِمَّتِهٖ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدِ اخْتَلَفُوْا فِی الْعُزْلَةِ وَالْمُخَالَطَةِ وَتَفْضِیْلِ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی وَالْحَقُّ اَنَّ ذٰلِکَ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلاَفِ الْاَحْوَالِ اَمْنًا وَّفِتْنَةً وَّالْاَشْخَاصِ ضُعْفًا وَّقُوَّةً وَّالْجُلَسَآءِ صَلاَحًا وَّمَضَرَّةً فَقَدْ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ وَقَدْ ذَکَرَ بَعْضَ الْفِتَنِ وَقَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ فَکُوْنُوْآ اَحْلاَسَ بُیُوْتِکُمْ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ یُوْشِکُ اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ فِی الْفِتَنِ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِمَامَهُمْ قِیْلَ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَآ اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْکَ الْفِرَقَ کُلَّهَا. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اَلْوَحْدَةُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْٓءِ وَالْجَلِیْسُ الصَّالِحُ خَیْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ.

بُرے ہم نشین سے الگ رہنے کے بیان میں

حدیث اول: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض فتنوں کا ذکر کیا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ آپ (اس وقت کے لیے) ہم کو کیا حکم فرماتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بس تم اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جاؤ۔'' (عن جمع الفوائد عن ابی داؤد) یعنی باہر نہ نکلو کہ ان قصوں میں شریک ہونا پڑے۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے کہ مسلمان کا سب سے بہتر مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر پہاڑ کی چوٹی اور بارش کے موقعہ کو تلاش کرتا پھرے گا' اپنے دین کو فتنوں سے بچا کر بھاگے گا۔''

(عین جمع الفوائد عن مالک والبخاری وابی داؤد والنسائی)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے بارے میں کہ پکڑے رہے تو مسلمانوں کی جماعت کو اور ان کے امام کو عرض کیا گیا۔ پس اگر نہ ہو ان کی جماعت سے کوئی امام۔ ارشاد فرمایا (تو ایسی حالت میں) ان کل فرقوں سے دور رہنا۔'' (عن جمع الفوائد عن الشیخین وابی داؤد)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خلوت بہتر ہے بُرے ہم نشین سے اور نیک ہم نشین بہتر ہے خلوت (میں رہنے) سے۔'' (بیہقی)

ان سب روایات سے معلوم ہوگیا کہ نہ ہر حال میں خلوت بہتر ہے نہ جلوت بلکہ خلوت برے ہم نشینوں سے بچنے کے واسطے ہے اور جلوت اچھی صحبت کے لیے ہے اور فتنہ کے موقعہ پر ضعیف لوگوں کے لیے (یعنی جو کہ رفع فتنہ پر قادر نہ ہوں خلوت بہتر

ہے جیسا کہ ابھی آنے والی آیت سے ثابت ہوتا ہے)

آیت مبارکہ

''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ (موسیٰ نے کہا) اے میرے رب! نہیں مالک ہوں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا پس علیحدگی کر دیجئے ہم میں اور فاسق قوم میں۔''

اضافہ

''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ سوال کیا گیا آپ سے اس آیت کے بارے میں کہ: ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ الآیه'' (یعنی اے ایمان والو! اپنی (اصلاح کی) فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں)۔ پس فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرو یہاں تک کہ جب تم حرص کی پیروی اور خواہش کا اتباع اور دنیا کو ترجیح دینا اور ہر ایک رائے والے کا اپنی رائے کو پسند کرنا دیکھو تو پھر تجھ پر اپنی فکر لازم ہے اور اس وقت عوام کے کام کو اپنے (ذمہ) سے الگ کر۔'' (عن جمع الفوائد عن ابوداؤد والترمذی)

ف: یعنی جب دیکھا جاوے کہ ہر شخص اپنی رائے پر چلتا ہے اور خواہش نفسانی کو ترک نہیں کرتا اور حرص میں مبتلا ہے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر معاف ہے۔

خطبہ

کسی ضرورت سے سفر کرنے

اوراس کے آداب کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَتَحَ بَصَآئِرَ اَوْلِیَآئِہٖ بِالْحِکَمِ وَالْعِبَرِ. وَاسْتَخْلَصَ هِمَمَهُمْ لِمُشَاهَدَةِ صُنْعِهٖ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ. وَالْاِعْتِبَارِ بِمَا یَقَعُ عَلَیْهِ الْبَصَرُ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ الْبَشَرِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْمُقْتَفِیْنَ بِهٖ فِی الْاَخْلَاقِ وَالسِّیَرِ. وَسَلَّمَ کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الشَّرْعَ قَدْ اَذِنَ فِی السَّفَرِ. اَوْ اَمَرَبِهٖ اِذَا دَعَآ اِلَیْهِ مُقْتَضٍ مُّبَاحٌ اَوْوَاجِبٌ وَّوَضَعَ لَهٗ مَسَآئِلَ. وَذَکَرَ لَهٗ فَضَآئِلَ. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِکْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ. وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْراً رَّحِیْمًا. وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْعَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ. وَقَالَ تَعَالٰی وَاِنْ کُنْتُمْ مَّرْضٰی اَوْعَلٰی سَفَرٍ اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحیٰٓ اِلَیَّ اَنَّهٗ مَنْ سَلَکَ مَسْلَکًا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ رَجُلاً زَا رَاَخًا لَّهٗ فِیْ قَرْیَةٍ اُخْریٰ فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰی مَدْرَجَتِهٖ مَلَکًا قَالَ اَیْنَ تُرِیْدُ قَالَ اُرِیْدُ اَخَالِّیْ فِیْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ قَالَ هَلْ لَّکَ عَلَیْهِ مِنْ نِّعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَیْرَ اَنِّیْٓ اَحْبَبْتُهٗ فِی اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّکَ کَمَآ اَحْبَبْتَهٗ فِیْهِ. وَقَالَ

عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ فَاِذَا قَضٰى نَهْمَتَهٗ مِنْ وَّجْهِهٖ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ.

کسی ضرورت سے سفر کرنے اور اس کے آداب کے بیان میں

آیات طیبات: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اس کو (راستے ہی میں) موت آ جاوے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہو چکا جو اس نے اپنے فضل سے اپنے ذمہ کر لیا ہے اور اللہ غفور و رحیم ہے۔ و نیز ارشاد فرمایا: پس تم میں سے جو شخص (ماہ رمضان میں) مریض ہو یا سفر میں ہو تو (بجائے ایام رمضان کے) دوسرے دنوں کا شمار (کرنا قضا رکھنے کے لیے اُس کے ذمہ) ہے۔ و نیز ارشاد فرمایا کہ اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجاء سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو۔''

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ جو شخص کوئی راستہ چلے علم کی تلاش میں اس کے لیے جنت کی طرف سے راستہ آسان کر دوں گا۔'' (بیہقی)

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کے لیے دوسری بستی میں گیا۔ پس حق تعالیٰ نے اس کی گزرگاہ پر اس کے واسطے ایک فرشتے کو منتظر بٹھا دیا اس نے (یعنی جب وہ وہاں پہنچا تو فرشتے نے) کہا تو کہاں کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس نے کہا میں اُس بستی میں اپنے بھائی (سے ملنے) کا ارادہ رکھتا

ہوں۔ فرشتے نے دریافت کیا کہ آیا تیرا اُس پر کوئی احسان ہے کہ جس کو تو بڑھاتا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ مگر یہ کہ میں اس کو اللہ کے لیے دوست رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا پس میں تیری طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں۔ یہ خوش خبری دے کر بیشک اللہ تجھ کو دوست رکھتا ہے جیسا کہ تو اُس شخص کو اللہ کے لیے دوست رکھتا ہے۔'' (مسلم)

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر عذاب کا ٹکڑا ہے روکتا ہے سونے سے اور کھانے سے اور پینے سے۔ پس جب پوری کر چکے مسافر اپنی حاجت کو تو اس کو چاہیے کہ جلدی آ جاوے اپنے اہل و عیال کی طرف۔'' (متفق علیہ)

آیت مبارکہ: ''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور مت ہو تم ان لوگوں کی طرح جو نکلے اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے واسطے اور روکتے ہیں۔ اللہ کے راستے سے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کو (اپنے علم) سے گھیرے ہوئے ہے۔

اضافہ: (الف) ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ جن لوگوں نے ہجرت کی اللہ کے لیے بعد اس کے کہ ان پر (کفار کی طرف سے) ظلم کیا گیا ہے۔ البتہ ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور اجر آخرت کا بہت بڑا ہے۔

(ب) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے سفر کے بارے میں کہ جس شخص کے پاس زیادہ سواری ہو وہ اس شخص کی مدد کرے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زیادہ زادِراہ ہو وہ اس شخص کی مدد کرے جس کے پاس زادِراہ نہ ہو۔ (مسلم) و نیز ارشاد فرمایا ہے جب تم سفر کرو تو فراخ سالی میں تو اونٹ (وغیرہ) سواری کو اس کا حق دے دو (یعنی راستے میں اس کو گھاس کھلاؤ) جب تم قحط کے سال سفر کرو تو جلدی سفر پورا کرو۔ (تاکہ منزل پر پہنچ کر اس کو جلد چارہ مل جاوے) اور جب تم رات کو منزل کرو تو راستے سے بچو (یعنی راستے سے الگ ٹھہرو) کیونکہ رات کو جانور راستوں پر چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ (مسلم)

❁❁❁

خطبہ

خلاف شرع گانے اور اسکے سننے کی ممانعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَهَانَا عَنِ الْمَلَاهِیْ. اَلَّتِیْ تَجُرُّ اِلَی الْمَعَاصِیْ وَالْمَنَاهِیْ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ طَهَّرَنَا مِنَ الْاَرْجَاسِ الْجَاهِیِّ مِنْهَا وَالْبَاهِیِّ. وَنَجَّانَا مِنَ الْفِتَنِ وَالدَّوَاهِیْ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ نَسْتَکْمِلُ بِهِمْ وَنُبَاهِیْ. صَلٰوۃً وَّسَلَامًا یُّفَوِّتَانِ الْحَصْرَ وَالتَّنَاهِیَ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الَّذِیْنَ وَقَفُوْا دُوْنَ الْحُدُوْدِ فِی الْغِنَآءِ. حَسَبَ مَاکَشَفَ عَنْهُ الْغِطَآءَ. اَلْمُحَقِّقُوْنَ مِنَ الْعَارِفِیْنَ وَالْفُقَهَآءِ. لَا لَوْمَ عَلَیْهِمْ وَلَا عَنَآءَ. لٰکِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْعَآمَّةِ وَبَعْضًا مِّنَ الْخَآصَّةِ قَدْ جَاوَزُوْهَآ اِلٰی حَدِّ الْاِلْهَآءِ. وَاتَّبَعُوْا فِیْهِ الْاَهْوَآءَ. وَاَوْقَعُوْآ اَنْفُسَهُمْ فِی الدَّهْمَآءِ. وَلَمْ یَرَوْا اَنَّ مِثْلَ ذٰلِکَ الْغِنَآءِ. کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْغِنَآءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَآءُ الزَّرْعَ وَمَعَ ذٰلِکَ ظَنُّوْا بِمَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ اَنَّهُمْ مِّنَ الْاَوْلِیَآءِ. وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِیْعُوا الْقَیْنَاتِ وَلَا تَشْتَرُوْهُنَّ وَثَمَنُهُنَّ حَرَامٌ وَّفِیْ مِثْلِ هٰذَآ اُنْزِلَتْ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصَّلِیْبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ اَلْحَدِیْث. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِیْٓ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ اَلْحَدِیْث. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَکُوْنَ وَلَا تَبْکُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ.

خلاف شرع گانے اور اسکے سننے کی ممانعت

حدیث اول: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسا کہ پانی کھیتی کو اُگاتا ہے۔'' (بیہقی)

ف: بعض صوفیائے کرام نے ان شرائط کے مطابق گانا سنا ہے جو فقہاء اور عارفین نے جواز سماع کے لیے لگائی ہیں۔ سو اُن پر کوئی الزام نہیں۔ البتہ جو لوگ بدوں ان شرطوں کے سنتے ہیں وہ گمراہی میں ہیں اور اپنے نفس کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اور شرائط کی تفصیل رسالہ حق السماع میں بخوبی موجود ہے۔

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مت خرید و گانے والیوں کو اور نہ ان کو بیچو اور ان کی قیمت حرام ہے اور اسی کی مثل آیت نازل ہوئی: ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ (الآية)'' یعنی اور بعضا آدمی ایسا بھی ہے جو (قرآن سے اعراض کرکے) ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو (اللہ سے) غافل کرنے والی ہیں۔

حدیث سوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک مجھ کو میرے پروردگار نے تمام عالم کے لیے رحمت و ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور آلات لہو اور مزامیر اور بتوں اور صلیب اور جاہلیت کے کام کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔'' (احمد)

حدیث چہارم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' قیامت کی علامتوں کے بیان میں اور جب ظاہر ہو جاویں گانے والیاں اور آلات لہو (اس کے بعد اور نشانیاں بیان کرکے فرمایا) تو انتظار کرو اُس وقت سرخ ہوا (یعنی سخت آندھی کا) اور زلزلہ کا اور زمین میں دھنسنے کا اور مسخ (یعنی صورتیں بدلنے کا) اور پتھر برسنے کا اور ایسی نشانیوں کا جو

لگا تار آ دیں جیسا کہ وہ لڑی جس کا دھاگہ توڑ دیا جاوے لگا تار گرتی ہے۔‘‘

آیت مبارکہ

’’ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے سو کیا تم اس کلام پاک سے تعجب کرتے ہو اور اس پر ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو۔ (یعنی گانے بجانے وغیرہ میں مبتلا ہو)‘‘

ف: سامدون کے ایک معنی یہ بھی ہیں جیسا کہ دوسرے معنی منکرات کے ہیں۔ فی الصراح سامد لاہ ویقال للقینة اسمدینا ای الهینا بالغناء

اضافہ: نافع سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک راستہ میں تھا۔ پس انہوں نے ایک مزمار کی آواز سنی اور اپنے دو کانوں میں دونوں انگلیاں رکھ لیں اور اس راستہ سے دوسری طرف ہٹ گئے۔ پھر دور جانے کے بعد مجھ سے فرمایا: اے نافع! تو کچھ (اس کی آواز) سنتا ہے، میں نے عرض کیا نہیں، پس اپنی انگلیاں کانوں سے نکال لیں اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ پس آپ نے ایک بانسری کی آواز سنی اور اسی طرح کیا جس طرح کہ میں نے اب کیا ہے۔ نافع نے کہا کہ میں اُس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ (اس واسطے مجھ کو کان بند کرنے کا حکم نہیں دیا تھا)۔ (احمد ابوداؤد)

ف: جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر پرہیز فرماویں اس میں منہمک ہونا کس قدر برا ہوگا۔ اس کو ہر عاقل سمجھ سکتا ہے۔

خطبہ

بشرط قدرت نیک کام کا امر کرنے اور برے کام سے روکنے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ الْقُطْبَ الْاَعْظَمَ فِی الدِّیْنِ وَبَعَثَ لَهُ النَّبِیِّیْنَ اَجْمَعِیْنَ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ بَلَّغَ مَآاُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَصْدَعُوْنَ بِالْحَقِّ وَلاَ یَخَافُوْنَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَآئِمِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِط وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی لَوْلاَ یَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَصْنَعُوْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُّنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ مَا مِنْ رَّجُلٍ یَّکُوْنُ فِیْ قَوْمٍ یُّعْمَلُ فِیْهِمْ بِالْمَعَاصِیْ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا عَلَیْهِ وَلاَ یُغَیِّرُوْنَ اِلَّآ اَصَابَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتُوْا. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِذَا عُمِلَتِ الْخَطِیْئَةُ فِی الْاَرْضِ مَنْ شَهِدَهَا فَکَرِهَهَا کَانَ کَمَنْ غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ فَرَضِیَهَا کَانَ کَمَنْ شَهِدَهَا. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اَوْحَی اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلاَمُ اَنِ اقْلِبْ مَدِیْنَةَ کَذَا وَکَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ یَا

رَبِّ اِنَّ فِيهِمْ عَبْدَکَ فُلاَنًا لَمْ يَعْصِکَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيهِمْ فَإِنَّ وَجْهَهُ لَمْ يَتَمَعَّرْفِيَّ سَاعَةً قَطُّ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. خُذِالْعَفْوَ وَاْمُرْبِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ.

بشرط قدرت نیک کام کا امر کرنے اور برے کام سے روکنے کے بیان میں

آیات مبارکہ: ''حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں ایک جماعت ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف لوگوں کو بلاوے اور ان کو بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ اُن کو مشائخ اور علماء گناہ کی بابت کہنے سے (یعنی جھوٹ بولنے سے) اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے' واقعی ان کی عادت بری ہے۔''

حدیث اول: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص تم میں سے کسی منکر یعنی ناجائز کام کو دیکھے چاہیے کہ اُس کو اپنے ہاتھ سے بدل ڈالے۔ پس اگر (اتنی بھی) طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان کے ساتھ (آگاہ کردے) اور اگر (اُس کی بھی) طاقت نہ ہو (بلکہ زبان سے روکنے پر بھی اندیشہ ہو تو پھر) اپنے دل سے (اُس کو برا جانے) اور یہ کمزور ایمان ہے یعنی ادنیٰ درجے کا ایمان یہ ہے کہ بری بات کو دل سے برا جانتا رہے اور اگر دل سے اس کو برا بھی نہ سمجھا تو پھر ایمان کہاں رہا۔'' (مسلم)

حدیث دوم: ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے کوئی شخص جو ہو کسی قوم میں گناہ کرتا ہوا ان لوگوں میں (اور) وہ لوگ طاقت رکھتے ہوں اُس کو روکنے کی اور (پھر بھی) نہ روکتے ہوں مگر اللہ تعالیٰ اُن پر عذاب نازل کرے گا ان کے مرنے سے پہلے۔'' (ابوداؤد، ابن ماجہ)

حدیث سوم: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے تو جو اس کو دیکھتا ہو اور ناپسند کرتا ہو تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اُس سے دور رہا اور جو غائب ہو اور اُس (گناہ) سے راضی ہوتا ہو تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس کے پاس حاضر ہو۔'' (ابوداؤد)

حدیث چہارم: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ فلاں شہر کو اُلٹ پلٹ کر دے اس کے باشندوں سمیت پس جبریل علیہ السلام نے عرض کیا اے پروردگار! بے شک اُن میں تیرا فلاں بندہ ہے اس نے آنکھ جھپکنے کی برابر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔

ارشاد ہوا اُلٹ پلٹ کر دے اُس شہر کو اس بندے پر اور اُن لوگوں پر کیوں کہ اُس کے چہرے کا میرے لیے کبھی ایک رنگ بھی نہیں بدلا۔''

آیت مبارکہ: حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ ''اختیار کیجئے معافی کو اور حکم کیجئے نیکی کا اور رُوگردانی کیجئے جاہلوں سے۔''

اضافہ: (الف) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ عام طور پر عذاب نہیں بھیجتا' بعض لوگوں کے عمل کی وجہ سے یہاں تک کہ وہ اپنے سامنے منکر کو دیکھیں اور وہ قادر بھی ہوں اس کے انکار پر پھر بھی اُس کو نہ روکیں۔ پس جب وہ ایسا کریں (یعنی باوجود قدرت کے فعل منکر دیکھتے رہیں) تو حق تعالیٰ سب خاص و عام کو عذاب دیتا ہے۔ (شرح السنۃ)

(ب) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اُس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' تم نیک کاموں کا امر کیا کرو اور برے کاموں سے روکا کرو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے' پھر تم اس سے (عذاب دور کرنے کی) دعا مانگو گے اور تمہاری دعا قبول نہ کی جاوے گی۔ (ترمذی)

❀❀❀

خطبہ

آدابِ معاشرت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَاَحْسَنَ خَلْقَهٗ وَتَرْتِیْبَهٗ. وَاَدَّبَ نَبِیَّهٗ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبَهٗ. وَزَکّٰی اَوْصَافَهٗ وَاَخْلَاقَهٗ فَاتَّخَذَ صَفِیَّهٗ وَحَبِیْبَهٗ. وَوَفَّقَ لِلْاِقْتِدَآءِ بِهٖ مَنْ اَرَادَ تَهْذِیْبَهٗ. وَحَرَمَ عَنِ التَّخَلُّقِ بِاَخْلَاقِهٖ مَنْ اَرَادَ تَخْیِیْبَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ بُعِثَ لِیُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ هَذَّبُوْا اَهْلَ الْاَقْطَارِ وَالْاٰفَاقِ. اَمَّا بَعْدُ فَهٰذِهٖ جُمْلَةٌ یَسِیْرَةٌ مِّنْ حُسْنِ مُعَاشَرَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. لِتَقْتَفِیَ بِهٖٓ اُمَّتُهٗ وَتَحُوْزُ النِّعَمَ. فَکَانَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَاَجْوَدَ النَّاسِ وَاَشْجَعَ النَّاسِ وَمَا ضَرَبَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ شَیْئًا قَطُّ بِیَدِهٖ وَلاَ امْرَاَةً وَّلاَ خَادِمًا اِلَّآ اَنْ یُّجَاهِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَمْ یَکُنْ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَاحِشًا وَّلاَ مُتَفَحِّشًا وَّلاَ سَخَّاباً فِی الْاَسْوَاقِ وَلاَ یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَةِ السَّیِّئَةَ وَلٰکِنْ یَّعْفُوْا وَیَصْفَحُ. وَکَانَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَیَتْبَعُ الْجَنَازَةَ وَیُجِیْبُ دَعْوَةَ الْمَمْلُوْکِ الْحَدِیْثَ. وَکَانَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ یَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَیَخِیْطُ ثَوْبَهٗ وَیَعْمَلُ فِیْ بَیْتِهٖ وَیَفْلِیْ ثَوْبَهٗ وَیَحْلُبُ شَاتَهٗ وَیَخْدِمُ نَفْسَهٗ. وَکَانَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ طَوِیْلَ الصَّمْتِ. وَقَالَ اَنَسٌ خَدَمْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا قَالَ لِیْ اُفٍّ وَّلاَ لِمَ صَنَعْتَ وَلآَ اَلَّا صَنَعْتَ

وَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اِنِّىْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً. وَكَانَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَشَدَّ حَيَآءً مِّنَ الْعَذْرَآءِ فِىْ خِدْرِهَا فَاِذَا رَاٰى شَيْئًا يَّكْرَهُهٗ عَرَفْنَاهُ فِىْ وَجْهِهٖ وَتَمَامُهٗ فِىْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ.

آداب معاشرت کے بیان میں

مختصر طور پر روایتیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک کے متعلق لکھی جاتی ہیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ان کی پیروی کر کے بہبودی حاصل کرے۔

روایت اول: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اچھے تھے (صورتاً بھی سیرتاً بھی) اور سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔'' (متفق علیہ)

روایت دوم: ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی چیز کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا اور نہ کسی عورت کو مارا اور نہ کسی خادم کو مارا مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوں (اس وقت تو مارنا کیا بلکہ قتل تک کی بھی نوبت آئی ہے)۔'' (مسلم)

روایت سوم: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بے حیائی کی بات فرمایا کرتے تھے اور نہ بہ تکلف ایسی بات فرما سکتے تھے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بے حیائی کی بات تکلف اور قصد سے بھی نہ نکل سکتی تھی) اور نہ بازاروں میں چلانے والے تھے اور نہ برائی کا برابدلہ دیتے تھے بلکہ معاف اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔'' (ترمذی)

روایت چہارم: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت بھی کیا کرتے تھے اور جنازہ کے ہمراہ بھی تشریف لے جاتے تھے اور غلام کی بھی دعوت قبول فرمالیتے تھے۔'' (ابن ماجہ و بیہقی)

روایت پنجم: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاپوش خود سی لیتے تھے اور اپنے کپڑے بھی سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں کام کاج کر لیتے تھے۔ جیسا کہ تم میں سے ہر

کوئی اپنے گھر میں کام کر لیتا ہے اور اپنے کپڑے میں جوئیں دیکھ لیتے تھے (کہ شاید کسی کی چڑھ گئی ہوں ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پاک تھے) اور بکری دودھ لیتے تھے اور اپنا کام خود کر لیتے تھے۔" (ترمذی)

روایت ششم: "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ خاموش رہنے والے تھے" (شرح السنہ)

روایت ہفتم: "اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ پس مجھے کبھی اُف نہیں فرمایا اور نہ کسی (کام پر) یوں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا اور نہ کسی (کام کے متعلق) یوں فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔" (متفق علیہ)......روایت ہشتم: "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول مشرکین پر بددعا کیجئے؟ ارشاد فرمایا کہ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" (مسلم)

روایت نہم: "اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کنواری سے بھی زیادہ شرمیلے تھے جو اپنے پردے میں ہو۔ پس جب کوئی ناگوار بات ملاحظہ فرماتے تو ہم اُس (ناگواری) کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر شناخت کرتے تھے (مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم شرم کی وجہ سے زبان مبارک سے ظاہر نہ فرماتے تھے۔" (متفق علیہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم پر ہیں۔.....اضافہ: (الف) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب میں) نہیں فرمایا ہو۔ (متفق علیہ)

(ب) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک اس سے الگ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا ہاتھ الگ کر لیتا تھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کی جانب سے رُخ پھیرتے تھے یہاں تک کہ وہ خود ہی بات وغیرہ پوری کرنے کے بعد اپنا رُخ پھیر لے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے جلیس کے سامنے اپنے زانو کو بڑھائے ہوئے نہیں دیکھے گئے (بلکہ صف میں سب کے برابر بیٹھتے تھے)۔ (ترمذی)

خطبہ

اصلاح باطن کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُطَّلِعِ عَلٰی خَفِیَّاتِ السَّرَآئِرِ. اَلْعَالِمِ بِمَکْنُوْنَاتِ الضَّمَآئِرِ. مُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ. وَغَفَّارِ الذُّنُوْبِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُالْمُرْسَلِیْنَ. وَجَامِعُ شَمْلِ الدِّیْنِ. وَقَاطِعُ دَابِرِ الْمُلْحِدِیْنَ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ. وَسَلَّمَ کَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ کَوْنَ اِصْلاَحِ السَّرَآئِرِ. دِعَامَةً لِّاِصْلَاحِ الظَّوَاهِرِ. مِمَّا نَطَقَ بِهِ الْقُرْاٰنُ. وَسُنَّةُ رَسُوْلِ الْاِنْسِ وَالْجَآنِّ. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَقَالَ تَعَالٰی فَاِنَّهَا لاَتَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ. وَقَالَ تَعَالٰی وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا. فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا. قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا. وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا. وَغَیْرُ هَا مِنَ الْاٰیَاتِ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَآ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلاوَهِیَ الْقَلْبُ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ لِوَابِصَةَ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قَالَ نَعَمْ فَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَهٗ وَقَالَ اسْتَفْتِ نَفْسَکَ. اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ. ثَلٰثًا اَلْبِرُّمَا اطْمَئَنَّتْ اِلَیْهِ النَّفْسُ وَاطْمَئَنَّ اِلَیْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَاحَاکَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتٰکَ النَّاسُ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَکُوْنُ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالزَّکٰوةِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حَتّٰی ذَکَرَ سِهَامَ الْخَیْرِ

كُلِّهَا وَمَا يُجْزٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ طَيِّبَةٌ وَّيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ خَبِيْثَةٌ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَقُوْلُ مَلَكُ الْمَوْتِ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ وَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْاَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ.

اصلاح باطن کے بیان میں

آیات طیبہ

''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے تو (بات یہ ہے کہ نہ سمجھنے والوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے اعراب (منافقین) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے ہو لیکن یوں کہو کہ ہم (ظاہراً) تابعدار ہو گئے ہیں اور اب تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اور ارشاد فرمایا ہے: قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اس کو برابر بنایا ہے پھر اس کو پرہیزگاری اور نافرمانی بتلائی ہے کہ ضرور نجات پائی اس شخص نے کہ جس نے اس کو (یعنی نفس کو) پاک کر لیا اور ناکام رہا وہ شخص جس نے اس (نفس) کو خاک میں ملا دیا۔''

ف: ان سب آیات سے معلوم ہو گیا کہ ایمان دراصل فعل قلب ہے ونیز دوسرے افعال میں بھی قلب کا بہت بڑا دخل ہے۔ پس قلب (یعنی دل) کی اصلاح نہایت ضروری چیز ہے۔........ حدیث ۱۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آگاہ رہو۔ بیشک (انسان کے) بدن میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہو جاتا ہے تو تمام بدن درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہو جاتا ہے۔ خبردار وہ (لوتھڑا) قلب (یعنی دل) ہے۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۲۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہؓ سے فرمایا کہ تم میرے پاس نیکی اور گناہ کا سوال کرنے کو آئے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں ۔ راوی نے کہا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو جمع کیا پھر ان کو وابصہؓ کے سینہ پر مارا اور ارشاد فرمایا فتویٰ لے اپنے نفس سے فتویٰ لے اپنے دل سے یہ تین بار فرمایا (اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ) نیکی وہ ہے جس پر نفس کو اطمینان ہو جاوے اور دل کو بھی اطمینان ہو جاوے اور گناہ وہ ہے جو کھٹکے نفس میں اور کھٹکے سینہ میں اگرچہ تمہیں لوگ فتویٰ دیں۔'' (احمد دارمی)

حدیث ۳۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اعمال نیتوں کیساتھ ہیں۔''

حدیث ۴۔ ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان ہوتا ہے نمازیوں سے اور روزہ داروں سے اور زکوٰۃ دینے والوں سے اور حج وعمرہ کرنے والوں سے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب نیکیوں کا حصہ ذکر فرمایا اور پھر (ارشاد فرمایا) کہ قیامت کے دن جزانہ دی جاوے گی اس کو مگر اس کی عقل کے موافق (کیونکہ عقل سے معرفت ہوتی ہے) جس سے اخلاص وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔'' (بیہقی)

حدیث ۵۔ ''ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آسمان والے (فرشتے) کہتے ہیں کہ پاک روح ہے (جبکہ ان کے پاس نیک آدمی کی روح جاتی ہے) اور (جب برے آدمی کی روح جاتی ہے تو) کہتے ہیں کہ خبیث روح ہے۔'' (احمد)

حدیث ۶۔ ''ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ ملک الموت (نزع کے وقت مسلمان سے کہتا ہے) اے نفس مطمئنہ اور (کافر کے واسطے) کہتا ہے۔ اے نفس خبیث۔''

آیت مبارکہ: ''حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیشک اس میں اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جس کے پاس فہیم دل ہو یا وہ کم از کم دل سے متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگا تا ہو۔

اضافہ: (الف) ونیز ارشاد فرمایا ہے حق تعالیٰ شانہ نے کہ جو شخص اس کو (یعنی

شہادت کو چھپائے بیشک اس کا دل گناہگار ہے۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے ولیکن تم سے مواخذہ کرتا ہے اس (قسم کھانے) کا جو تمہارے دل نے (جھوٹ بولنے کا ارادہ کرکے) کھائی ہے (یعنی اگر قصداً جھوٹی قسم نہ کھائی ہو بلکہ اپنے نزدیک سچ سمجھ کر کھائی ہو یا بلا ارادہ زبان سے قسم نکل گئی ہو تو گناہ نہیں ہوتا)۔

(ب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے اللہ کی اطاعت میں جہاد کرے۔ (بیہقی)

(ج) ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ شیطان بنی آدم کے دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے اور جب انسان غافل ہوتا ہے تو شیطان وسوسہ ڈالتا ہے۔ (بخاری)

(د) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تقویٰ اس جگہ ہے اور اپنے سینے مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (عین تخریج عراقی عن مسلم)

ف: کہیں قلب کا لفظ ہے اور کہیں نفس اور کہیں عقل اور کہیں صدر (سینہ) آیا ہے۔ ان سب سے ایک ہی مراد ہے اور چونکہ ان سب میں کچھ نہ کچھ علاقہ ہے اس واسطے سب کا استعمال صحیح ہے۔ ان سب روایات کا حاصل یہ ہے کہ اصلاح ظاہر کا مدار اصلاح باطن پر ہے۔ (وہو المقصود فی المقام)

خطبه

تہذیبِ اخلاق کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ زَیَّنَ صُوْرَةَ الْاِنْسَانِ بِحُسْنِ تَقْوِیْمِهٖ وَتَقْدِیْرِهٖ وَحَرَسَهٗ مِنَ الزِّیَادَةِ وَالنُّقْصَانِ فِیْ هَیَاكِلِهٖ وَمَقَادِیْرِهٖ. وَفَوَّضَ تَحْسِیْنَ الْاَخْلَاقِ اِلٰی اجْتِهَادِ الْعَبْدِ وَتَشْمِیْرِهٖ. وَاسْتَحَثَّهٗ عَلٰی تَهْذِیْبِهٖ بِتَخْوِیْفِهٖ وَتَحْذِیْرِهٖ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ كَانَ یَلُوْحُ اَنْوَارُ النُّبُوَّةِ مِنْ بَیْنِ اَسَارِیْرِهٖ. وَیُسْتَشْرَفُ حَقِیْقَةُ الْحَقِّ مِنْ مَّخَایِلِهٖ وَتَبَاشِیْرِهٖ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ طَهَّرُوْا وَجْهَ الْاِسْلَامِ مِنْ ظُلْمَةِ الْكُفْرِ وَدَیَاجِیْرِهٖ. وَحَسَمُوْا مَآدَّةَ الْبَاطِلِ فَلَمْ یَتَدَنَّسُوْا بِقَلِیْلِهٖ وَلَا بِكَثِیْرِهٖ. اَمَّا بَعْدُ فَالْخُلُقُ الْحَسَنُ صِفَةُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ. وَاَفْضَلُ اَعْمَالِ الصِّدِّیْقِیْنَ. وَالْاَخْلَاقُ السَّیِّئَةُ هِیَ الْخَبَآئِثُ الْمُبْعِدَةُ عَنْ جِوَارِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَلْمُنْخَرِقَةُ بِصَاحِبِهَا فِیْ سِلْكِ الشَّیَاطِیْنِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَثْقَلَ شَیْءٍ یُّوْضَعُ فِیْ مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ وَّاِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَآئِمِ اللَّیْلِ وَصَآئِمِ النَّهَارِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلْمُسْلِمُ الَّذِیْ یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلٰٓى اَذَاهُمْ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِیْ لَا یُخَالِطُ وَلَا یَصْبِرُ عَلٰٓى اَذَاهُمْ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ. اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ.

تہذیب اخلاق کے بیان میں

حدیث ۱۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ زیادہ بھاری چیز جو قیامت کے دن میزان عمل میں رکھی جاوے گی وہ نیک خلق ہے اور بے شک اللہ ناپسند رکھتا ہے بدزبان، بیہودہ گو کو۔''.... حدیث ۲۔ ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک مؤمن اچھے خلق کے سبب شب بیدار اور روزہ دار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔'' (ابوداؤد)

حدیث ۳۔ ''نیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان لوگوں سے ملتا ہے اور ان کی تکلیف پر صبر کرتا ہے وہ ان سے بہتر ہے جو لوگوں سے نہیں ملتا اور اُن کی تکلیف پر صبر نہیں کرتا۔'' (ترمذی و ابن ماجہ)

حدیث ۴۔ ''و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ مؤمنوں میں زیادہ کامل ایمان رکھنے والا وہ ہے جو ان میں اچھے خلق والا ہو۔'' (ابوداؤد، دارمی)

آیت مبارکہ: ''اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ چھوڑو تم ظاہر گناہ اور باطن (یعنی پوشیدہ) گناہ کو بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب بدلہ دیئے جائیں گے اس کا جو کہ وہ کرتے ہیں۔''.... ف: اس خطبہ میں اخلاق حسنہ کا مجمل بیان تھا اور اگلے خطبہ سے نمبر ۴۸ تک اخلاق حسنہ کا مفصل بیان ہے کہ کون کون سے اخلاق اچھے ہیں۔

اضافہ: (الف) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں مجھے سب سے زیادہ پیارا وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ (بخاری)

(ب) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں بہترین وہ شخص ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو۔ (متفق علیہ)..... (ج) اور صحابہؓ نے عرض کیا اے رسول خدا جو چیزیں انسان کو دی گئی ہیں ان میں سب سے عمدہ کیا چیز ہے: ارشاد فرمایا اچھا خلق۔

(د) اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں بھیجا گیا ہوں تا کہ اچھے اخلاق کو پورا کروں۔ (احمد و مالک)

خطبه

حفاظت شکم وشرمگاہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَكَفِّلِ بِحِفْظِ عَبْدِهٖ فِيْ جَمِيْعِ مَوَارِدِهٖ وَمَجَارِيْهِ. فَهُوَا لَّذِىْ يُطْعِمُهٗ وَيَسْقِيْهِ. وَيَحْفَظُهٗ مِنَ الْهَلَاكِ وَيَحْمِيْهِ. وَيَحْرُسُهٗ بِالطَّعَامِ وَالشَّرَابِ عَمَّا يُهْلِكُهٗ وَيُرْدِيْهِ. وَيُمَكِّنُهٗ مِنَ الْقَنَاعَةِ بِقَلِيْلِ الْقُوْتِ فَيَكْسِرُ بِهٖ شَهْوَةَ النَّفْسِ الَّتِىْ تُعَادِيْهِ. وَيَدْفَعُ شَرَّهَا ثُمَّ يَعْبُدُ رَبَّهٗ وَيَتَّقِيْهِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ النَّبِيْهُ. وَنَبِيُّهُ الْوَجِيْهُ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى الْاَبْرَارِ مِنْ عِتْرَتِهٖ وَاَقْرَبِيْهِ. وَالْاَخْيَارِ مِنْ صَحَابَتِهٖ وَتَابِعِيْهِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَخْوَفَ الشَّهَوَاتِ شَهْوَةُ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ فَاللّٰهَ اَللّٰهَ اَنْ تَغْلُوْ فِيْهِمَا فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَاتُسْرِفُوْا. اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ. وَقَالَ تَعَالٰىٓ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا. وَقَالَ تَعَالٰى وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلاً لَّمًّا. وَقَالَ تَعَالٰى وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً. وَسَآءَ سَبِيْلاً ط وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰٓى اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَرَكْتُ بَعْدِىْ فِتْنَةً اَضَرَّعَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِعَلِيٍّ يَاعَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَ لَكَ الْاٰخِرَةُ. وَسَمِعَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رَجُلاً يَتَجَشَّا فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَآءِكَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شَبْعًا فِى الدُّنْيَا. وَاعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ كَمَا يُذَمُّ الْاِفْرَاطُ فِيْ هَاتَيْنِ الشَّهْوَتَيْنِ حَيْثُ يَخْتَلُّ بِهٖ

حُقُوْقُ اللّٰهِ بِالْاِنْهِمَاکِ فِيْهِمَا كَذٰلِکَ يُذَمُّ التَّفْرِيْطُ فِيْهِمَا بِحَيْثُ يَفُوْتُ بِهٖ حَقُّ النَّفْسِ اَوْحَقُّ الْاَهْلِ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَاِنَّ لِزَوْجِکَ عَلَيْکَ حَقًّا وَّلِزَوْرِکَ عَلَيْکَ حَقًّا وَّلِجَسَدِکَ عَلَيْکَ حَقًّا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا.

حفاظت شکم وشرمگاہ کے بیان میں

آیات طیبات

''حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم کھاؤ اور پیو اور اسراف مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور ارشاد فرمایا ہے بیشک جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔ وہ نیز ارشاد فرمایا ہے اور تم لوگ میراث (یعنی دوسروں کا حصہ بھی) سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔

اور ارشاد فرمایا ہے کہ زنا کے قریب مت جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور برا طریقہ ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ کیا تم جہاں والوں میں سے یہ حرکت کرتے ہو کہ مردوں پر گرتے ہو اور ان بیویوں کو چھوڑتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے واسطے پیدا کی ہیں بلکہ تم حد (انسانیت) سے گزرنے والی قوم ہو۔

حدیث اول: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے بعد کوئی فتنہ مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ مضر نہیں چھوڑا۔'' (بخاری و مسلم)

حدیث دوم: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ دوبارہ نظر نہ کرو کیوں کہ تمہارے لیے پہلی نظر (یعنی جو اچانک پڑ جاوے وہ) جائز ہے اور دوسری (بدنظری کرنا یا پہلی نظر کو برقرار رکھنا) جائز نہیں ہے۔''

(احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

حدیث سوم: ''اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کوڈکار لیتے سنا تو فرمایا کم کراپنی ڈکارکو (یعنی کم کھایا کرو) کیوں کہ قیامت کے دن زیادہ بھوکے وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں زیادہ سیر ہوں۔'' (شرح السنہ)

حدیث چہارم: ''اورارشادفرمایارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تیری بیوی کا بھی تجھ پرحق ہےاور تیرے پاس آنیوالے کابھی تیرے ذمہ حق ہےاور تیرے بدن کابھی تیرےاوپرحق ہے'' (عین مسلم)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ بھوک اور خواہش نفس کے بارے میں جس طرح زیادتی مذموم ہے اسی طرح ایسی کمی بھی مذموم ہے جس سے نفس کا یا اہل و عیال وغیرہ کاحق فوت ہوتا ہے۔

آیت مبارکہ

''اورارشادفرمایاحق تعالیٰ شانہ نے کہ اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرےاور جو لوگ شہوتوں کااتباع کرتے ہیں وہ ارادہ کرتے ہیں کہ تم بڑی بھاری کجی میں پڑجاؤ۔''

اضافہ: (الف) ونیز ارشادفرمایا کہ خدا آنکھوں کی چوری کو جانتا ہےاوراس کی بھی جس کووہ دل میں چھپاتے ہیں۔(پس آنکھ اوردل کوبھی گناہ سے بچانالازم ہے)۔

(ب) اورارشادفرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں سے بچو کیونکہ بنی اسرائیل کاپہلافتنہ عورتوں کے سبب سے تھا۔(مسلم)

خطبہ

زبان کی حفاظت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْسَنَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ وَعَدَلَهٗ. وَاَفَاضَ عَلٰی قَلْبِهٖ خَزَآئِنَ الْعُلُوْمِ فَاَكْمَلَهٗ. ثُمَّ اَمَدَّهٗ بِلِسَانٍ یُّتَرْجِمُ بِهٖ عَمَّا حَوَاهُ الْقَلْبُ وَعَقَلَهٗ. وَیَكْشِفُ عَنْهُ سِتْرَهُ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ اَكْرَمَهٗ وَبَجَّلَهٗ. وَنَبِیُّهُ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ بِكِتَابٍ اَنْزَلَهٗ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَاكَبَّرَ اللّٰهَ عَبْدٌ وَّهَلَّلَهٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللِّسَانَ جِرْمُهٗ صَغِیْرٌ وَّجُرْمُهٗ كَبِیْرٌ. فَلِذٰلِكَ مَدَحَ الشَّرْعُ الصَّمْتَ وَحَثَّ عَلَیْهِ اِلَّا بِالْحَقِّ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّضْمَنْ لِّیْ مَابَیْنَ لَحْیَیْهِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّقِتَالُهٗ كُفْرٌ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَایَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَّاِنَّ الْبِرَّ یَهْدِیْ اِلَی الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْكِذْبَ فُجُوْرٌ وَّاِنَّ الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَدْرُوْنَ مَاالْغِیْبَةُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَكْرَهُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَآ اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِیْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدِاغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَمَتَ نَجَا. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَالاَ یَعْنِیْهِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ كَانَ ذَاوَجْهَیْنِ فِی الدُّنْیَا كَانَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لِسَانٌ مِّنْ نَّارٍ. وَقَالَ عَلَیْهِ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ عَیَّرَ اَخَاہُ بِذَنْبٍ لَّمْ یَمُتْ حَتّٰی یَعْمَلَہٗ یَعْنِیْ مِنْ عَمَلٍ قَدْ تَابَ مِنْہُ۔ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا تُظْھِرِ الشَّمَاتَۃَ لِاَخِیْکَ۔ فَیَرْحَمُہُ اللّٰہُ وَیَبْتَلِیْکَ۔ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰی وَاھْتَزَّلَہُ الْعَرْشُ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ۔

زبان کی حفاظت کے بیان میں

زبان ایک چھوٹی سی چیز ہے لیکن اس کے گناہ بہت ہیں۔ اسی واسطے شریعت مقدسہ نے خاموشی کی تعریف کی ہے اور خاموش رہنے کی رغبت دی ہے۔ الا آنکہ اظہار حق کی ضرورت پیش آئے۔

حدیث اول: ''حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان میں ہے اور اس کی جو اس کی دونوں رانوں کے درمیان میں ہے میں اس شخص کے لیے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔'' (بخاری)

حدیث دوم: ''اور ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُس کو قتل کرنا کفر ہے۔'' (متفق علیہ) اس زمانہ میں گالی دینے کی برائی دلوں سے بالکل نکل گئی ہے بلکہ بعض لوگ تو اس کو خوشی کے موقع پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ خدا کی پناہ فسق کی بات اور اس کو اس طرح بے دھڑک کیا جاوے۔

حدیث سوم: ''ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' (متفق علیہ)

حدیث چہارم: ''ونیز ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک سچ نیکی ہے اور بیشک نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بیشک جھوٹ بدی ہے اور بدی

دوزخ کی طرف لے جاتی ہے۔'' (مسلم)

حدیث پنجم: ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ) سے ارشاد فرمایا کہ آیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (غیبت یہ ہے کہ) تو اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرے جو اس کو ناپسند ہو۔ عرض کیا گیا کہ یہ تو فرمائیے کہ اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو جو میں کہتا ہوں (اس پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ بات اس میں ہو جس کا تو ذکر کرے تب ہی تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ بات ہو ہی نہیں جو تو ذکر کر رہا ہو' تب تو تو نے اس پر بہتان باندھا (جو غیبت سے کہیں بڑھ کر ہے)۔'' (مسلم)

حدیث ششم: ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص چپ رہا اُس نے نجات پائی۔'' (احمد' ترمذی' دارمی' بیہقی)

حدیث ہفتم: ''و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس بات کو چھوڑ دے جس سے اُس کو کوئی فائدہ مقصود نہ ہو۔'' (مالک و احمد و ابن ماجہ و بیہقی)

حدیث ہشتم: ''اور نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ نے کہ جو شخص دنیا میں دو رویہ ہو (کہ اُسکے منہ پر اسکی بات کہے اور اسکے منہ پر اسکی) قیامت کے دن اس کیلئے آگ کی زبان ہو گی۔'' (دارمی)

حدیث نہم: ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے (مسلمان) بھائی کو عار دلائی ہو تو نہ مرے گا وہ شخص جب تک کہ اس گناہ کو نہ کر لے (راوی نے کہا ہے کہ) آپ کی مراد یہ ہے کہ اس گناہ سے عار دلا دے کہ جس سے وہ توبہ کر چکا ہو۔'' (ترمذی)

ف: اور اگر توبہ سے قبل عار دلائی تو گویا اس پر وعید کا مستحق نہیں ہے مگر یہ بھی ممنوع ہے کیونکہ توبہ سے قبل بھی خیر خواہی سے نصیحت کرنا چاہیے۔ عار دلانا اس وقت بھی

براہے اگر عار دلانا ہی مصلحت ہو تو دوسری بات ہے۔

حدیث دہم: ''ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بھائی کے رنج پر خوشی ظاہر نہ کرنا' شاید اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمادے اور تجھ کو مبتلا کردے۔'' (ترمذی)

حدیث یازدہم: ''ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو خدائے تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور عرش اس کی وجہ سے ہل جاتا ہے۔'' (بیہقی)

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ وہ (انسان) کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ایک تاک لگانے والا تیار (موجود) ہوتا ہے۔

اضافہ: (الف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم منہ پر تعریف کرنے والے کو دیکھو تو اس کے منہ میں مٹی ڈال دو۔ (مسلم)

ف: یعنی ان کو سختی سے منع کرو البتہ اگر کسی وجہ سے سختی کی ہمت نہ ہو یا مناسب نہ ہو تو نرمی سے منع کرنے کا مضائقہ نہیں۔۱۲

(ب) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے جھوٹ کو چھوڑا اس حال میں کہ وہ باطل ہو (یعنی جس موقع پر شریعت نے اجازت نہ دی ہو اس موقع پر جھوٹ کو چھوڑ دیا) تو اس کے واسطے جنت کے کنارے پر مکان بنایا جاوے گا اور جو شخص جھگڑے کو ترک کردے اس حال میں کہ وہ حق پر ہو تو اس کے واسطے جنت کے درمیان میں مکان بنایا جاوے گا۔ (ترمذی)

(ج) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو (رحمت کا) فرشتہ اس سے ایک میل دور ہوجاتا ہے بوجہ اس (فعل ناشائستہ) کی بدبو کے جو اس بندہ نے کیا ہے۔

(د) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان نہ طعنہ مارنے والا ہوتا ہے نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ بے حیائی کی بات بکنے والا ہوتا ہے اور نہ بد زبان ہوتا ہے۔ (ترمذی)

خطبہ

کینۂ حسد اور غصہ کی برائی کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لاَ یَتَّكِلُ عَلٰى عَفْوِهٖ وَرَحْمَتِهٖۤ اِلَّا الرَّاجُوْنَ. وَلاَ یَحْذَرُ سُوْٓءَ غَضَبِهٖ وَسَطْوَتَهٗۤ اِلَّا الْخَآئِفُوْنَ. اَلَّذِیْ سَلَّطَ عَلٰى عِبَادِهِ الشَّهَوٰتِ وَاَمَرَهُمْ بِتَرْكِ مَایَشْتَهُوْنَ. وَابْتَلاَهُمْ بِالْغَضَبِ وَكَلَّفَهُمْ كَظْمَ الْغَیْظِ فِیْمَا یَغْضَبُوْنَ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ تَحْتَ لِوَآئِهِ النَّبِیُّوْنَ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰۤى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ صَلٰوةً یُّوَازِیْ عَدَدُهَا عَدَدَ مَاكَانَ وَمَا سَیَكُوْنُ. وَیَحْظٰى بِبَرَكَتِهَا الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْغَضَبَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّمَا یُنْتَجُ مِنْهُ مِنَ الْحِقْدِ وَالْحَسَدِ. مِمَّا یَهْلِكُ بِهٖ مَنْ هَلَكَ وَیَفْسُدُ بِهٖ مَنْ فَسَدَ. كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِیْ ذَمِّهٖۤ اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاٰیَةَ وَقَالَ تَعَالٰى وَلاَ یَجْرِ مَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا. وَقَالَ تَعَالٰى وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ قَالَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لاَ تَغْضَبْ فَرَدَّ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ لاَ تَغْضَبْ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ قَآئِمٌ فَلْیَجْلِسْ فَاِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ وَلاَ تَحَاسَدُوْا وَلاَ تَبَاغَضُوْا وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ دَبَّ اِلَیْكُمْ دَآءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبُغْضَآءُ هِیَ الْحَالِقَةُ لَاۤ اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِیَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ

النَّارُ الْحطبَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ يُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلاً كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَآءُ فَيُقَالُ اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ.

کینہ، حسد اور غصہ کی برائی کے بیان میں

آیات طیبات

''حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر یہ (مظلوم مسلمان مکہ سے کہیں) ٹل گئے ہوتے، تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی۔''

ف: اس موقع پر جو بیجا ضد کفار نے کی تھی وہ محض حسد و کینہ کی وجہ سے تھی۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ کسی خاص قوم کی عداوت تم کو اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ (اے پیغمبر آپ کہیے کہ) میں حسد کرنے والے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جب وہ حسد کرنے لگے۔

حدیث ۱- ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا جس نے آپ سے عرض کیا تھا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ غصہ مت ہوا کر۔ اس شخص نے اس (سوال) کو کئی مرتبہ دہرایا۔ آپ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا کہ غصہ مت ہوا کر۔'' (بخاری)

حدیث ۲- ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو غصہ آوے اور وہ کھڑا ہوا ہو تو اس کو چاہیے کہ بیٹھ جاوے۔ پس اگر اس کا غصہ چلا جاوے (تو خیر) ورنہ لیٹ جاوے۔'' (احمد، ترمذی)

حدیث ۳- ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آپس میں ایک

دوسرے سے حسد نہ کرو اور نہ بغض رکھو۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۴۔ ''اور ارشاد فرمایا ہے تم سے پہلی اُمتوں کی بیماریاں تم میں آہستہ آہستہ پہنچ جاویں گی (یعنی) حسد بغض اور وہ مونڈ دینے والی ہے' میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بال مونڈ دیتی ہے ولیکن دین کو مونڈ دیتی ہے۔ (یعنی برباد کر دیتی ہے)۔'' (احمد' ترمذی)

حدیث ۵۔ ''اور ارشاد فرمایا ہے کہ بچو تم حسد سے کیوں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔'' (ابوداؤد)......حدیث ۶۔ ''ونیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات اور پیر کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ پس ہر اس شخص کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے' سوائے اس شخص کے کہ جس کو اپنے (مسلمان) بھائی سے بغض ہو۔ پس کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ آپس میں صلح کر لیں۔'' (مسلم)

آیت مبارکہ: ''اور ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تیار کی گئی ہے جنت ان متقیوں کے لیے جو خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں فراغت میں (بھی) اور تنگی میں (بھی) اور غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی تقصیرات) سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔''.....ف: غصہ سے حسد (کینہ) پیدا ہوتا ہے جب کہ بدلہ لینے کی طاقت نہ ہو اور جس شخص سے کینہ ہو جب اس پر اللہ کی کوئی نعمت دیکھتا ہے تو حسد پیدا ہو جاتا ہے اس علاقے کے سبب سے ان کو ایک ہی خطبہ میں بیان کیا گیا ہے۔

اضافہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں کو پچھاڑنے والا درحقیقت پہلوان نہیں' پہلوان وہی شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (متفق علیہ)

(ب) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندے نے کوئی گھونٹ اللہ کے نزدیک اس غصہ کے گھونٹ سے افضل نہیں پیا کہ جس کو اللہ کی رضا مندی کیلئے پی جاوے۔ (احمد).......(ج) ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک غصہ ایمان کو اس قدر بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو۔ (بیہقی)

خطبہ

دنیا کی مذمت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَرَّفَ اَوْلِیَآءَهٗ غَوَآئِلَ الدُّنْیَا وَاٰفَاتِهَا. وَكَشَفَ لَهُمْ عَنْ عُیُوْبِهَا وَعَوْرَاتِهَا. فَعَلِمُوْٓا اَنَّهٗ یَزِیْدُ مُنْكَرُهَا عَلٰی مَعْرُوْفِهَا. وَلَا یَفِیْ مَرْجُوُّهَا بِمَخُوْفِهَا. لَایَخْلُوْصَفْوُهَا عَنْ شَوَآئِبِ الْكُدُوْرَاتِ. وَلَا یَنْفَكُّ سُرُوْرُهَا عَنِ الْمُنَغِّصَاتِ. تُمَنِّیْ اَصْحَابَهَا سُرُوْرًا. وَتَعِدُهُمْ غُرُوْرًا. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُرْسَلُ اِلَی الْعٰلَمِیْنَ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا. وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰٓی اَهْلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ الْاٰیَاتِ الْوَارِدَةَ فِیْ ذَمِّ الدُّنْیَا وَاَمْثِلَتِهَا كَثِیْرَةٌ وَّاَكْثَرُ الْقُرْاٰنِ مُشْتَمِلٌ عَلٰی ذَمِّ الدُّنْیَا وَصَرْفِ الْخَلْقِ عَنْهَا وَدَعْوَتِهِمْ اِلَی الْاٰخِرَةِ بَلْ هُوَ مَقْصُوْدُ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَلَمْ یُبْعَثُوْٓا اِلَّا لِذٰلِكَ فَالْاٰیَاتُ فِیْهَا مَشْهُوْرَةٌ. وَجُمْلَةٌ مِّنَ السُّنَنِ هُنَالِكَ مَذْكُوْرَةٌ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّامِثْلُ مَایَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْبِمَ یَرْجِعُ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَوْكَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰی كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاهُ اَضَرَّبِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّبِدُنْیَاهُ فَاٰثِرُوْامَا یَبْقٰی عَلٰی مَایَفْنٰی. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا وَمَآ اَنَا وَالدُّنْیَآ اِلَّا كَرَاكِبِ نِ اسْتَظَلَّ

تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى.

دنیا کی مذمت کے بیان میں

دنیا کی مذمت قرآن شریف اور احادیث میں بکثرت وارد ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کا مقصود یہی ہے کہ لوگوں کو دنیا سے ہٹا کر آخرت کی طرف متوجہ کیا جاوے لیکن اس جگہ اختصار کی وجہ سے فقط چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱- ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی قسم آخرت کے مقابلہ میں دنیا نہیں ہے مگر ایسی جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی اُنگلی دریا میں ڈالے۔ بس چاہیے کہ اس کو دیکھے کہ کیا لے کر لوٹتی ہے۔ (مسلم)

ف: یعنی جو نسبت سمندر کے سامنے ایک انگلی پر لگے ہوئے پانی کی ہے کہ قابل شمار نہیں ہے۔ اسی طرح دنیا آخرت کے سامنے ہیچ ہے۔

حدیث ۲- اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مسلمانوں کے واسطے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔ (مسلم)

حدیث ۳- نیز ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو اس سے ایک گھونٹ کے برابر بھی نہ دیتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۴- نیز ارشاد فرمایا کہ جس نے دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو ضرر پہنچایا اور جس نے اپنی آخرت سے محبت کی اس نے اپنی دنیا کو ضرر پہنچایا، پس ترجیح دو (جہان) فانی پر (عالم) جاودانی کو۔ (احمد، بیہقی)

حدیث ۵- ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو دنیا سے کیا تعلق اور

نہیں ہوں میں اور دنیا مگر اس سوار کی مانند جو (چلتے چلتے) کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کو ٹھہر جاوے پھر اس کو چھوڑ کر چل دے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۶ - نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ (بیہقی)

حدیث ہفتم: اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہو جاؤ تم آخرت کے (طلب کرنے والے) اور دنیا کے طلب کرنے والے، مت بنو۔ (ابونعیم)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے بلکہ تم ترجیح دیتے ہو دنیوی زندگی کو۔ اور (حالانکہ) آخرت (دنیا سے ہزار درجہ) بہتر ہے اور (ہمیشہ) باقی رہنے والی ہے۔

اضافہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بکری کے کن کٹے مردار بچے پر گزر ہوا۔ (اس وقت) فرمایا تم میں کون شخص پسند کرتا ہے کہ یہ (مردار) اس کو ایک درہم کے بدلے مل جاوے لوگوں نے عرض کیا کہ (درہم تو بہت ہے) ہم تو اس کو بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ کسی ادنیٰ چیز کے بدلے میں مل جاوے آپ نے فرمایا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے زیادہ ذلیل ہے جس قدر یہ تمہارے نزدیک۔ (مسلم)

خطبہ

بخل اور حب مال میں مذمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُسْتَوْجِبِ الْحَمْدِ بِرِزْقِہِ الْمَبْسُوْطِ. کَاشِفِ الضُّرِّ بَعْدَ الْقُنُوْطِ. اَلَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ. وَوَسَّعَ الرِّزْقَ. وَاَفَاضَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اَصْنَافَ الْاَمْوَالِ. وَابْتَلَاھُمْ فِیْھَا بِتَقْلِیْبِ الْاَحْوَالِ. کُلُّ ذٰلِکَ لِیَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً. وَیَنْظُرُ اَیُّھُمْ اٰثَرَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ بَدَلاً. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ الَّذِیْ نَسَخَ بِمِلَّتِہٖ مِلَلاً. وَطَوٰی بِشَرِیْعَتِہٖٓ اَدْیَانًا وَّنِحَلاً. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ سَلَکُوْا سُبُلَ رَبِّھِمْ ذُلُلاً. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَتُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلاَدُکُم عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ط وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ط وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِیْ مَالِیْ وَھَلْ لَّکَ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا مَآ اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ اَوْلَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ اَوْتَصَدَّقْتَ فَاَمْضَیْتَ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اِتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَھْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ لاَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ خِبٌّ وَّلاَ بَخِیْلٌ وَّلاَ مَنَّانٌ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ یَاابْنَ اٰدَمَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَّکَ وَاَنْ تُمْسِکَہٗ شَرٌّ لَّکَ وَلاَ تُلاَمُ عَلٰی کَفَافٍ وَّابْدَ اُبِمَنْ تَعُوْلُ. وَاعْلَمُوْآ اَنَّ ھٰذَا آ اِذَاکَانَ الْکَسْبُ اَوِالْاِمْسَاکُ لِغَیْرِ الدِّیْنِ فَاَمَّا لِلدِّیْنِ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاَرَادَ

رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّھُمَا وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَھُمَا رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَّا یَنْفَعُ فِیْہِ اِلَّا الدِّیْنَارُ وَالدِّرْھَمُ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا بَاْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ. وَقَالَ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ کَانَ الْمَالُ فِیْمَا مَضٰی یُکْرَہُ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَھُوَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ.

بخل اور حب مال میں مذمت

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے ایمان والو نہ غافل کریں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے اور جو کوئی ایسا کام کرے (کہ مال واولاد کے سبب خدا سے غافل ہو جاوے) وہی لوگ ٹوٹے میں ہیں، ونیز ارشاد فرمایا حق سبحانہٗ نے کہ اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اور شیخی کی باتیں کرتے ہیں جو کہ بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے۔

حدیث ۱- اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کہتا ہے، میرا مال اور نہیں ہے، اے ابن آدم تیرے لئے مگر وہ جو تم نے کھالیا ہے۔ پس فنا کر دیا۔ پہن لیا پس پرانا کر دیا صدقہ کیا پس اسی کو راستے سے لگا دیا (یعنی یہ خرچ موقعہ پر ہوا)۔ (مسلم)

حدیث ۲- ونیز ارشاد فرمایا کہ بچو تم حرص سے کیونکہ حرص نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو تم سے پہلے تھے۔ (مسلم)

حدیث ۳- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دھوکہ باز اور بخیل اور احسان جتانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (ترمذی)

حدیث ۴- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے انسان اگر تو

فاضل (مال) کو خرچ کر دے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اس کا روکنا تیرے لئے برا ہے اور تجھ کو قدر ضرورت پر ملامت نہیں کی جاتی اور (خرچ کرنے میں) ان سے ابتداء کر جو تیرے عیال میں ہیں (مسلم) اور مذمت جمع کرنے کی اور کمانے کی جب ہے کہ وہ دین کے لئے نہ ہوا اور اگر دین کے واسطے ہوا تو اس میں کوئی حرج نہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے (قصہ موسیٰؑ وخضرؑ میں) ارشاد فرمایا ہے پس تیرے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں (یتیم بچے) اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنے خزانے کو نکالیں تیرے رب کی رحمت سے (اس سے معلوم ہوا کہ خزانہ جمع کرنا مطلقاً مذموم نہیں ہے) اور اگر علی الاطلاق مذموم ہوتا تو خزانے والے کی تعریف نہ ہوتی جیسا کہ: وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا موجود ہے۔

حدیث ۵- اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ بجز دینار و درہم کے کوئی چیز نافع نہ ہوگی۔ (احمد)

حدیث ۶- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مضائقہ ہے غنا کا اس شخص کے لئے جو اللہ عزوجل سے ڈرے (یعنی حقوق مال ادا کرتا رہے) (احمد) اور حضرت سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ مال پہلے زمانے میں مکروہ سمجھا جاتا تھا اور آج کل وہ مومن کی ڈھال ہے۔...... آیت مبارکہ: اور اللہ نے ارشاد فرمایا کہ خرچ کرو اللہ کے راستہ میں اور (انفاق فی سبیل اللہ سے رک کر) اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور نیکی کرو اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ف: بخل مذموم وہ ہے جو ایسے خرچ سے روک دے جو کہ شرعاً و مروۃً واجب ہو اور مال کی محبت وہ مذموم ہے جس میں خود مال ہی محبوب بذاتہ ہو یا جب وہ مال ایسے کام کے واسطے ہو جس سے خدا تعالیٰ راضی نہ ہو اور اگر غرض صحیح کے لئے ہو تو مذموم نہیں جیسا کہ پورے خطبہ پر نظر کرے بخوبی واضح ہے۔..... اضافہ: (الف) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ملعون ہے دینار کا بندہ اور ملعون ہے درہم کا بندہ۔ (ترمذی)

(ب) و نیز ارشاد فرمایا کہ ہر امت کے لئے ایک (خاص) فتنہ ہے اور میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔ (ترمذی)

خطبہ

حب جاہ اور ریاء کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَّامِ الْغُيُوْبِ. اَلْمُطَّلِعِ عَلٰى سَرَآئِرِ الْقُلُوْبِ. اَلَّذِىْ لاَ يَقْبَلُ مِنَ الْاَعْمَالِ اِلاَّ مَاكَمُلَ وَوَفٰى. وَخَلَصَ عَنْ شَوَآئِبِ الرِّيَآءِ وَالشِّرْكِ وَصَفٰى. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ زَكّٰانَا عَنْ شَوَآئِبِ الشِّرْكِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْمُبَرَّئِيْنَ مِنَ الْخِيَانَةِ وَالْاِفْكِ. وسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الرِّيَآءَ سَوَآءٌ كَانَ فِى الْعَادَاتِ اَوْفِى الطَّاعَاتِ مِنْ اعْظَمِ الْمُوْبِقَاتِ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِى الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِىْ دِيْنٍ اَوْدُنْيَآ اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ مَاذِئْبَانِ جَآئِعَانِ اُرْسِلاَ فِىْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَآءَ الْاَخْفِيَآءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَّصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَآءَ مُظْلِمَةٍ. هٰذا كُلُّهٗ اِذَا قَصَدَ الْمُرَآءَ ةَ لِغَرَضٍ دُنْيَوِيٍّ اَمَّآ اِذَا لَمْ يَقْصُدْهَا فَلاَ يُذَمُّ. وَقَدْ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ وَيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ. وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

بَیْنَا اَنَا فِیْ بَیْتِیْ فِیْ مُصَلَّایَ اِذْ دَخَلَ عَلَیَّ رَجُلٌ فَاَعْجَبَنِی الْحَالُ الَّتِیْ رَاٰنِیْ عَلَیْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَکَ اللّٰهُ یَآاَبَاهُرَیْرَةَ لَکَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَ اَجْرُ الْعَلَانِیَةِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ.

حب جاہ اور ریاء کے بیان میں

حُبِّ جاہ (یعنی مرتبہ کو پسند کرنا) گویا کہ لوگوں کے دل کا مالک بننا ہے اور اس کے مذموم ہونے کی وہ تفصیل ہے جو حُبِّ مال میں گزر چکی ہے اور ریا کے معنی یہ ہیں کہ عبادت کے ذریعہ سے جاہ کی طلب کی جاوے اور ریائے لغوی دونوں کو بھی اور ریائے اصطلاحی کو بھی شامل ہے۔

حدیث ۱-حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جس نے شہرت کا لباس دنیا میں پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ذلت کا لباس پہنا دے گا۔ (احمد۔ابوداؤد۔ابن ماجہ)

حدیث ۲: نیز ارشاد فرمایا کہ آدمی کے لئے یہ آفت کافی ہے کہ اس کی طرف دین یا دنیا میں (ممتاز ہونے) کے سبب انگلیوں سے اشارہ کیا جاوے مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ اس (شہرت کے شر سے) بچاوے۔ (بیہقی)

حدیث ۳-اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دیے جاویں وہ بھی بکریوں کو اتنا تباہ کرنے والے نہیں جتنا آدمی کے دین کو مال اور بڑائی کی محبت تباہ کر دیتی ہے۔ (ترمذی۔دارمی)

حدیث ۴-اور ارشاد فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے ایسے نیک متقی گم ناموں کو جب وہ غائب ہوں تو تلاش نہ کیے جاویں

اور جب حاضر ہوں تو نہ بلائے جاویں اور نہ قریب کئے جاویں۔ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں نکلتے ہیں اندھیری زمین سے۔ (ابن ماجہ و بیہقی)

ف: اندھیری زمین سے نکلنے کا بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ لوگ آزادی اور گوشہ نشینی کے باعث ہر مشکل سے محفوظ رہتے ہیں۔

جیسا کہ حافظ شیرازی نے کہا ہے ۔

ملک آزادگی و کنج قناعت گنجی است　　که بشمشیر میسر نه شود سلطاں را

اور بعض علماء نے یہ مطلب لیا ہے کہ ان کے مکان شکستہ حالی سے تنگ و تاریک ہوتے ہیں اسی واسطے کہا گیا ہے ۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر　　تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

احقر کو پہلا مطلب زیادہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲۔ اور یہ مذمت جب ہے کہ کسی دنیوی غرض کی وجہ سے دکھلاوے کا قصد کرے اور جب اس کا قصد نہ ہو تو کسی کے سامنے نیک کام کرنا مذموم نہیں ہے چنانچہ حدیث پنجم میں آیا ہے۔

حدیث ۵- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں خبر دیجئے کہ جو نیک کام کرتا ہے اور اس پر لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اس کی وجہ سے اس کو دوست رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ مومن کی جلد ملنے والی بشارت ہے۔ (مسلم)

حدیث ۶- اور ابو ہریرہؓ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت میں اپنے گھر میں نماز کی جگہ نماز پڑھتا تھا۔ اچانک میرے پاس ایک آدمی پہنچ گیا۔ پس مجھ کو وہ حال پسند آیا کہ جس پر اس نے مجھ کو دیکھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ تجھ پر اللہ رحم کرے، تیرے لئے دو اجر ہیں۔ ایک اجر پوشیدہ کا اور ایک اجر اعلانیہ کا۔ (ترمذی)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آخرت کا گھر ہے اس کو

ہم ان لوگوں کے لئے تیار کرتے ہیں جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں نہ فساد اور عاقبت متقین کے واسطے ہے۔

اضافہ: (الف) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ میرے دوستوں میں زیادہ غبطہ کے قابل وہ مومن ہے جس کی کمر ہلکی ہو (یعنی عیال وغیرہ کا بوجھ نہ رکھتا ہو بےفکری سے یکسوئی کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو) اور نماز سے حصہ رکھنے والا ہو کہ اپنے رب کی عبادت اچھی طرح کی ہو اور اس کی اطاعت خلوت اور جلوت میں (برابر) کرتا ہو اور لوگوں میں ایسا ملا جلا (رہتا) ہو کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(ب) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے (اپنے آپ کو مشہور کیا خدا اس کو رسوا کرے گا اور جو شخص ریا کاری کرے خدا (اس کو ریا کاری کا بدلہ اس طرح دے گا کہ) اس کی حرکت سب پر ظاہر کردے گا۔ (متفق علیہ)

(ج) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس دن (کے آنے) میں کوئی شک نہیں ہے (خدا کی طرف سے) ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس شخص نے شرک کیا ہو ایسے عمل میں جس کو کسی نے اللہ کے لئے کیا ہو پس اس کو چاہیے اس کا ثواب بھی غیر اللہ سے طلب کرے (کیونکہ اسی کے واسطے کیا تھا) اللہ تعالیٰ بہت بے پرواہ (یعنی بیزار) ہے شرک سے بہ نسبت سب شرکاء کے۔ (احمد)

❁❁❁

خطبہ

عجب اور کبر کی مذمت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْخَالِقِ الْبَارِئِ الْمُصَوِّرِ الْعَزِیْزِ الْجَبَّارِ الْمُتَکَبِّرِ الْعَلِیِّ الَّذِیْ لاَ یَضَعُہٗ عَنْ مَّجْدِہٖ وَاضِعٌ. اَلْجَبَّارُ الَّذِیْ کُلُّ جَبَّارٍ لَّہٗ ذَلِیْلٌ خَاضِعٌ. کَسَرَ ظُھُوْرَ الْاَکَاسِرَۃِ عِزُّہٗ وَعَلاَءُ ہٗ. وَقَصَرَ اَیْدِیَ الْقَیَاصِرَۃِ عَظْمَتُہٗ وَکِبْرِیَآءُ ہٗ. فَالْعَظْمَۃُ اِزَارُہٗ وَالْکِبْرِیَآءُ رِدَآءُ ہٗ. وَمَنْ نَّازَعَہٗ فِیْھِمَا قَصَمَہٗ بِدَآءٍ اَعْجَزَہٗ دَوَآءُ ہٗ. جَلَّ جَلاَلُہٗ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَآءُ ہٗ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَیْہِ النُّوْرُ الْمُنْتَشِرُ ضِیَآءُ ہٗ. حَتّٰی اَشْرَقَتْ بِنُوْرِہٖٓ اَکْنَافُ الْعَالَمِ وَاَرْجَآءُ ہٗ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ اَحِبَّآءُ اللّٰہِ وَاَوْلِیَآءُ ہٗ. وَخِیَرَتُہٗ وَاَصْفِیَآءُ ہٗ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْکِبْرَ وَالْعُجْبَ دَآءَ انِ مُھْلِکَانِ عِنْدَ اللّٰہِ مَمْقُوْتَانِ. بَغِیْظَانِ وَالْمُتَکَبِّرُ وَالْمُعْجِبُ سَقِیْمَانِ مَرِیْضَانِ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّہٗ لاَ یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ وَّفِیْٓ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ. وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْٓ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَّفِیْ نَفْسِہٖ کَبِیْرٌ. حَتّٰی لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ وَّخِنْزِیْرٍ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اَمَّا الْمُھْلِکَاتُ فَھَوًی مُّتَّبَعٌ وَّشُحٌّ مُّطَاعٌ وَّاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ وَھِیَ اَشَدُّھُنَّ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ لاَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنْ کِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ

اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَنًا وَّنَعْلُہٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حَتّٰی اِذَا رَاَیْتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَّھُوًی مُّتَّبَعًا وَّدُنْیَا مُّؤْثَرَۃً وَّاِعْجَابَ کُلِّ ذِیْ رَأْیٍ بِرَاْیِہٖ اَلْحَدِیْثُ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. وَلَہُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ.

عجب اور کبر کی مذمت کے بیان میں

عُجب اس کو کہتے ہیں کہ انسان کسی کمال کے سبب اترائے اور اس کے زوال یا کمی کا خوف نہ کرے اور تکبر اس کو کہتے ہیں کہ کسی شخص سے اپنے کو بڑھا ہوا سمجھے اور یہ دونوں سخت مرض ہیں۔

آیاتِ طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم کو (جنگ حُنین میں) اپنی کثرت پر ناز ہوا تو وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی۔

حدیث ۱: اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کے واسطے تواضع کی پس وہ اپنے نزدیک چھوٹا ہے اور لوگوں کی نظر میں بڑا ہے اور جس نے تکبر کیا خدائے تعالیٰ اس کو گرا دیتا ہے۔ پس وہ لوگوں کی نظر میں حقیر ہوتا ہے اور (صرف) اپنے دل میں بڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سُور سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۲: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہلاک کرنے والی یہ چیزیں ہیں وہ خواہش (نفسانی) جس کا اتباع کیا جاوے اور حرص جس کی پیروی کی جائے اور آدمی کا اپنے نفس پر اترانا اور یہ ان سب میں سخت ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۳: و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر کبر ہوگا وہ جنت

میں داخل نہ ہوگا۔ پس ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی اس کو پسند کرتا ہے اس کا کپڑا اچھا ہو اس کا جوتا اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جمیل ہے اور جمال کو دوست رکھتا ہے (یعنی یہ تکبر نہیں ہے بلکہ) تکبر یہ ہے کہ حق (بات) سے اکڑے (یعنی اس کو قبول نہ کرے) اور لوگوں کو (اپنے سے) حقیر سمجھے۔ (مسلم)

حدیث ۴: اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تو دیکھے کہ حرص کی پیروی کی جاتی ہے اور خواہش نفسانی کا اتباع کیا جاتا ہے اور دنیا کو ترجیح دی جاتی ہے اور ہر صاحب الرائے اپنی رائے کو پسند کرتا ہے پس تیرے ذمہ فقط تیرا نفس (یعنی اس کی اصلاح) ہے اور دوسروں کے کام کی (فکر) چھوڑ دے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ ہی کے لئے ہے کبریائی زمین میں اور آسمان میں اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔

اضافہ: و نیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ آدمی برا ہے جو کہ اپنے آپ کو اچھا سمجھے اور اتراوے اور (خدائے) کبیر و متعال کو بھول جاوے۔ برا ہے وہ آدمی جو ظلم کرے اور زیادتی کرے اور بھول جائے (خدائے) جبار و اعلیٰ کو۔ برا ہے وہ آدمی جو غافل ہو (حق سے) اور لہو و لعب میں مبتلا ہے اور بھول جاوے قبروں کو اور بوسیدہ (ہڈیاں) ہونے کو۔ برا آدمی وہ ہے جو حد سے گزرا اور سرکش ہوا اور اپنے اول اور آخر کو بھول گیا۔ (الحدیث) (ترمذی و بیہقی)

خطبہ

غرور (دھوکہ کھانے) کی برائی کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُخْرِجِ اَوْلِيَآئِهٖ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ. وَمُوْرِدِ اَعْدَآئِهٖ وَرَطَاتِ الْغُرُوْرِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُخْرِجُ لِلْخَلاَئِقِ مِنَ الدَّيْجُوْرِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ لَمْ تَغُرَّهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَمْ يَغُرَّهُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ. صَلاَةً تَتَوَالٰى عَلٰى مَمَرِّالدُّهُوْرِ. وَمَكَرِّالسَّاعَاتِ وَالشُّهُوْرِ. اَمَّا بَعْدُ فَمِفْتَاحُ السَّعَادَةِ التَّيَقُّظُ وَالْفِطْنَةُ. وَمَنْبَعُ الشَّقَاوَةِ الْغُرُوْرُ وَالْغَفْلَةُ. فَالْاَكْيَاسُ هُمُ الَّذِيْنَ انْشَرَحَتْ صُدُوْرُهُمْ لِلاِقْتِدَآءِ. بِدَلاَئِلِ الاِهْتِدَآءِ. وَالْمَغْرُوْرُ هُوَ الَّذِىْ ضَاقَ صَدْرُهٗ عَنِ الْهُدٰى. بِاتِّبَاعِ الْهَوٰى. فَلَمْ يَنْفَتِحْ بَصِيْرَتُهٗ لِيَكُوْنَ بِهِدَايَةِ نَفْسِهٖ كَفِيْلاً. وَبَقِيَ فِي الْعَمٰى فَاتَّخَذَ النَّفْسَ قَائِدَهٗ وَالشَّيْطَانَ دَلِيْلاً. وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلاً. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهِ فَلا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلاَيَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ. وَقَالَ تَعَالٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُاللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ. وَقَالَ تَعَالٰى وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لاَيَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ لاَيُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوٰهُ تَبْعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِنَّهٗ

سَیَخْرُجُ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰی بِھِمْ تِلْکَ الْاَھْوَآءُ کَمَا یَتَجَارَی الْکَلْبُ بِصَاحِبِہٖ لَا یَبْقٰی مِنْہُ عِرْقٌ وَّلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَہٗ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ شَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الْاَنْفُسُ ط وَلَقَدْ جَآءَ ھُمْ مِّنْ رَّبِّھِمُ الْھُدٰی. اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی. فَلِلّٰہِ الْاٰخِرَۃُ وَالْاُوْلٰی.

غرور (دھوکہ کھانے) کی برائی کے بیان میں

غرور کے معنی ہیں دھوکہ کھانے کے یعنی خواہش نفسانی کے موافق جو بات ہوتی ہے انسان اس کو خواہ مخواہ کسی بے بنیاد دلیل کی وجہ سے یا محض شیطانی فریب سے صحیح سمجھ بیٹھتا ہے اور اس قسم کی غلطی بعض مرتبہ کفر تک پہنچادیتی ہے بعض مرتبہ بدعت تک کبھی علماً ہوتی ہے کبھی عملاً کبھی ظاہری ہوتی ہے کبھی باطنی کبھی مالی کبھی بدنی۔ خداتعالیٰ سب کے اپنی حفاظت میں رکھے۔

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ دھوکے میں نہ ڈالے تم کو دنیوی زندگی اور نہ دھوکے باز (یعنی شیطان) تم کو اللہ سے دھوکے میں ڈالے، و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسار کھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور (اسلام کے حق ہونے میں) تم شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم آ پہنچا اور تم کو دھوکہ دیا غرور نے (یعنی شیطان نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ ان (یہودیوں) میں بہت سے ناخواندہ (بھی) جو کتابی علم نہیں رکھتے لیکن (بلاسند) دل خوش کن باتیں (بہت یاد ہیں) اور وہ لوگ اور کچھ نہیں۔ (ویسے ہی بے بنیاد) خیالات پکا لیتے ہیں۔

حدیث ۱: اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو مطیع کرے اور آخرت کے لئے عمل کرے اور نادان وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو خواہش نفسانی کے پیچھے لگایا۔ اور (پھر بھی) اللہ سے (بدون توبہ کے) امید مغفرت

کرتا رہا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۲: و نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک اس کی خواہش اس (دین) کی تابعدار نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔ (شرح السنہ)

حدیث ۳: نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے بے شک میری امت میں ایسی قومیں نکلیں گی جن میں خواہش اس طرح سرایت کر دی جاویں گی جس طرح کہ باؤلے کتے میں ہڑک سرایت کر جاتی ہے کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا جس میں وہ داخل نہ ہوئی ہو۔ (احمد ابوداؤد)...... حدیث ۴: و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے قرآن مجید میں اپنی رائے سے کہا (یعنی محض اپنی رائے سے تفسیر کی) پس چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ (ترمذی).... حدیث ۵: نیز ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب کاموں سے برا کام بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم)

آیت مبارکہ

اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لوگ صرف بے اصل خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے (بواسطہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہدایت آ چکی ہے۔ کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے، سو (ایسا نہیں ہے کیونکہ کہ ہر تمنا) خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ آخرت (کی بھی) اور دنیا (کی بھی)۔

اضافہ: و نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اخیر زمانہ میں ایسے آدمی ہوں گے جو دین کے ذریعہ دھوکہ دے کر دنیا حاصل کریں گے (لوگوں کو دکھانے) کے واسطے بھیڑ کی کھال پہنیں گے، نرمی (تواضع) ظاہر کرنے کی غرض سے ان کی زبان شکر سے زیادہ میٹھی ہوگی۔ حالانکہ کے ان کے دل بھیڑیوں کے دل جیسے (سخت) ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا وہ لوگ میری وجہ سے (یعنی میرے ڈھیل دینے کی وجہ سے) دھوکہ کھا رہے ہیں۔ یا مجھ پر دلیری کرتے ہیں پس اپنی قسم کھائی ہے کہ ضرور ان پر انہیں میں سے ایسا فتنہ بھیجوں گا جو بڑے عقل مند آدمی کو بھی حیران کر دے (کہ باوجود عقل کے کوئی تدبیر نہ ہو سکے) (ترمذی)

خطبہ

توبہ کے واجب ہونے اور اسکی فضیلت کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِتَحْمِیْدِہٖ یُسْتَفْتَحُ کُلُّ بَابٍ. وَبِذِکْرِہٖ یُصْدَرُ کُلُّ خِطَابٍ. وَنَتُوْبُ اِلَیْہِ تَوْبَۃَ مَنْ یُّوْقِنُ اِنَّہٗ رَبُّ الْاَرْبَابِ. وَمُسَبِّبُ الْاَسْبَابِ. وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ صَلٰوۃً تُنْقِذُنَا مِنْ ھَوْلِ یَوْمِ الْعَرْضِ وَالْحِسَابِ. وَتُمَھِّدُنَا عِنْدَاللّٰہِ زُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ التَّوْبَۃَ عَنِ الذُّنُوْبِ. بِالرُّجُوْعِ اِلٰی سَتَّارِ الْعُیُوْبِ. وَعَلَّامِ الْغُیُوْبِ. مَبْدَأُطَرِیْقِ السَّالِکِیْنَ وَرَأْسُ مَالِ الْفَآئِزِیْنَ. وَاَوَّلُ اِقْدَامِ الْمُرِیْدِیْنَ. وَمِفْتَاحُ اسْتِقَامَۃِ الْمَآئِلِیْنَ. وَمَطْلَعُ الْاِصْطِفَآءِ وَالْاِجْتِبَآءِ لِلْمُقَرَّبِیْنَ. وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْ الِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ. وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَافَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ. اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا. وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَااقْتَرَفَ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کُلُّ بَنِیْٓ اٰدَمَ خَطَّآءٌ وَّخَیْرُ الْخَطَّآئِیْنَ التَّوَّابُوْنَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اللّٰہَ یَقْبَلُ تَوْبَۃَ الْعَبْدِ مَا لَمْ یُغَرْغِرْ. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ وَّالتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ کَانَتْ لَہٗ مَظْلِمَۃٌ لِّاَخِیْہِ مِنْ عِرْضِہٖ اَوْشَیْءٍ فَلْیَتَحَلَّلْہُ مِنْہُ

اَلْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

توبہ کے واجب ہونے اور اسکی فضیلت کے بیان میں

آیت مبارکہ: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے اور جو لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ کوئی (گناہ کر بیٹھتے ہیں مگر ان کی یہ حالت ہے کہ) ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو وہ اپنی ذات پر (گناہ کر کے) نقصان اٹھاتے ہیں تو (معاً) اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار (اور ہٹ) نہیں کرتے۔ اس حال میں کہ وہ جانتے ہوں (البتہ اگر ناواقفیت میں ایسا ہو جاوے تو اور بات ہے) یہی لوگ ہیں جن کی جزاء مغفرت ہے، ان کے رب کی طرف سے اور بہشت کے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی یہ ہمیشہ (ہمیشہ) اسی میں رہیں گے۔ اور (یہ) ان کے کام کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔

حدیث-۱: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ جب (گناہوں کا) اقرار کرے پھر توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (مسلم)

حدیث-۲: و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ تمام بنی آدم خطا کرنے والے ہیں اور خطا کاروں میں توبہ کرنے والے بہتر ہیں۔

حدیث-۳: اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ خرخرہ نہ لگے (یعنی حلق میں جان آ کر خرخر نہ کرنے لگے اور اس خرخرہ سے چونکہ موت آ چکنے کا پورا یقین ہو جاتا ہے ۱۲

واسطے اس کے بعد توبہ کرنا قابل قبول نہیں۔)(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

حدیث-۴: اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ ندامت توبہ ہے اور گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے مانند ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔(شرح السنہ)

حدیث-۵: ونیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کے ذمہ اس کے بھائی کا کوئی حق آبرو کا یا اور کسی طرح کا ہو اس کو چاہیے کہ آج اس سے سبکدوش ہو جاوے یعنی معاف کرالے (اور اگر حقوق مالیات کو وہ معاف نہ کرے تو ادا کرنا ضروری ہے) اس (دن) سے پیشتر کہ اس کے پاس نہ درہم ہوگا نہ دینار (بلکہ اس طرح حق ادا کیا جاوے گا کہ اگر اس کے پاس نیک عمل ہوگا تو اس ظالم سے اس (مظلوم) کے حق کے موافق لے لیا جاوے گا۔

اور اگر اس (ظالم) کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس (مظلوم) کے گناہوں میں سے (بمقدار ظلم) اس پر لاد دیئے جاویں گے۔(بخاری)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے ظلم کے بعد توبہ کی اور عمل صالح کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔ بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

اضافہ: ونیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قبر میں مردہ (ڈوبنے والے) فریاد کرنے والے شخص کے مانند ہوتا ہے۔ انتظار کرتا ہے دُعا کا جو اس کو باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ پس جب دعا اس کے پاس پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک وہ (دُعا) دنیا اور اس کی سب چیزوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ قبر والوں پر زمین والوں کی دعا کی وجہ سے پہاڑوں کے مانند (ثواب) داخل کرتا ہے اور تحقیق زندوں کا ہدیہ مردوں کی طرف ان کے لئے دعاءِ مغفرت کرتا ہے۔

خطبه

صبر وشکر کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَھْلِ الْحَمْدِ وَالثَّنَآءِ. اَلْمُتَفَرِّدِ بِرِدَآءِ الْکِبْرِیَآءِ. اَلْمُتَوَحِّدِ بِصِفَاتِ الْمَجْدِ وَالْعَلَآءِ. اَلْمُؤَیِّدِ صَفْوَۃِ الْاَوْلِیَآءِ. بِقُوَّۃِ الصَّبْرِ عَلَی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ. وَالشُّکْرِ عَلَی الْبَلَآءِ وَالنَّعْمَآءِ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سَیِّدُالْاَنْبِیَآءِ. وَعَلٰٓی اٰلِہٖ سَادَۃِ الْاَصْفِیَآءِ. وَعَلٰٓی اَصْحَابِہٖ قَادَۃِ الْبَرَرَۃِ الْاَتْقِیَآءِ. وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ صَلٰوۃً مَّحْرُوْسَۃً بِالدَّوَامِ عَنِ الْفَنَآءِ. وَمَصُوْنَۃً بِالتَّعَاقُبِ عَنِ التَّصَرُّمِ وَالْاِنْقِضَآءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاِیْمَانَ. نِصْفَانِ نِصْفٌ صَبْرٌ وَّنِصْفٌ شُکْرٌ. فَمَآ اَشَدَّ الْاِعْتِنَاءَ بِھِمَا وَمَعْرِفَۃَ فَضْلِھِمَا لِیَتَیَسَّرَ فِیْھِمَا الْفِکْرُ. فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ. وَقَالَ تَعَالٰی وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشَّاکِرِیْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی وَاشْکُرُوْالِیْ وَلاَ تَکْفُرُوْنِ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِّلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَہٗ خَیْرٌ حَمِدَ اللّٰہَ وَشَکَرَ. وَاِنْ اَصَابَتْہُ مُصِیْبَۃٌ حَمِدَ اللّٰہَ وَصَبَرَ. فَالْمُؤْمِنُ یُوْجَرُ فِیْ کُلِّ اَمْرِہٖ حَتّٰی فِی اللُّقْمَۃِ یَرْفَعُھَآ اِلٰی فِی امْرَاَتِہٖ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ یَا عِیْسٰی اِنِّیْ بَاعِثٌ مِّنْ بَعْدِکَ اُمَّۃً اِذَآ اَصَابَھُمْ مَّایُحِبُّوْنَ حَمِدُوااللّٰہَ وَاِنْ اَصَابَھُمْ مَّایَکْرَھُوْنَ احْتَسَبُوْا وَصَبَرُوْا وَلاَ حِلْمَ وَلاَ عَقْلَ فَقَالَ یَارَبِّ کَیْفَ یَکُوْنُ ھٰذَا لَھُمْ وَلاَ حِلْمَ وَلاَ عَقْلَ قَالَ اُعْطِیْھِمْ مِّنْ حِلْمِیْ وَعِلْمِیْ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

وَالسَّلاَمُ الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ. بِمَنْزِلَةِ الصَّآئِمِ الصَّابِرِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ فَلَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهٖ ابْتَلاهُ اللّٰهُ فِيْ جَسَدِهٖ اَوْ فِيْ مَالِهٖ اَوْ فِيْ وَلَدِهٖ ثُمَّ صَبَرَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى يَبْلُغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِيْ سَبَقَتْ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ.

صبروشکر کے بیان میں

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبر کرنے والوں کو ان کا ثواب بے حساب دیا جاوے گا۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ تم صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

حدیث ۱: اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کے واسطے عجیب (خوشی) ہے کہ اگر اس کو کوئی بھلائی ملے تو خدا کی حمد کرتا ہے اور شکر کرتا ہے اور اس کو کوئی ایذا پہنچے تو خدا کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کی ہر بات پر اجر و ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اس لقمہ میں بھی جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اٹھاتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۲: ونیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (عیسیٰ علیہ السلام سے) ارشاد فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تیرے بعد ایسی امت بھیجنے والا ہوں کہ جب ان کو پسندیدہ چیز ملے تو خدا کا شکر کریں اور جب ان کو ناپسند بات پیش آوے تب بھی ثواب چاہیں اور صبر کریں۔ حالانکہ ان میں نہ حِلم ہوگا نہ عقل ہوگی۔ انہوں نے (یعنی حضرت عیسیٰ نے) عرض کیا یہ کام کیسے ہو جاوے گا جبکہ ان کو نہ حلم ہوگا نہ عقل ہوگی۔ ارشاد فرمایا کہ میں ان کو اپنے حِلم اور عِلم میں سے دوں گا۔ یعنی بظاہر

ان میں عقل وغیرہ نہ ہوگی۔ لوگ ان کو معمولی خیال کریں گے مگر ان کا باطن رحمتِ خداوندی سے معمور ہوگا۔ واللہ اعلم۔

حدیث ۳: و نیز ارشاد فرمایا آنحضرتؐ نے کہ کھا کر شکر کرنے والا اس شخص کے درجہ میں ہے جو روزہ رکھے اور صبر کرے۔ (تخریج البخاری)

حدیث ۴: و نیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک جب کسی بندے کے واسطے خدا کی طرف سے کوئی درجہ مقدر ہو چکے تو پھر بندہ اس درجہ کو اپنے عمل کے ذریعے سے نہ پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ اس پر تکلیف بھیجتا ہے اس کے بدن میں یا اس کے مال میں یا اس کے بچوں میں پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے یہاں تک کہ اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے جو اس کے واسطے اللہ عز وجل کی جانب سے مقدور ہو چکا ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ سبحانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کشتی دریا میں اللہ کی نعمت سے جاری ہوتی ہے تا کہ وہ تم کو اپنی نشانیوں میں سے دکھلا دے بے شک اس میں ضرور نشانیاں ہیں صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے۔

اضافہ: (الف) حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم صبر کرو تو وہ صابرین کے واسطے بہتر ہے۔

(ب) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم شکر کرو تو میں تم کو زیادہ (نعمتیں) عطا کروں۔

(ج) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتا ہے اے ابن آدم اگر تو صبر کرے اور ثواب طلب کرے صدمے کے شروع میں تو میں تیرے لئے جنت سے کم ثواب کو پسند نہ کروں۔ (ابن ماجہ)

(د) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ جنت کی طرف بلائے جاویں گے ان میں سب سے بیشتر حمد کرنے والے ہوں گے۔ عرض کیا گیا کہ حمد کرنے والے کون ہیں آپ نے فرمایا وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں خدا کا شکر کرتے ہیں۔
(عین تخریج عراقی علی الاحیاء عن ابی نعیم والبیہقی)

خطبہ

خوف ورجا کے بیان میں

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَرْجُوّ لُطْفُہٗ وَثَوَابُہٗ. اَلْمَخُوْفِ قَہْرُہٗ وَعِقَابُہٗ. اَلَّذِیْ عَمَرَ قُلُوْبَ اَوْلِیَآئِہٖ. بِرَوْحِ رَجَآئِہٖ. وَضَرَبَ بِسِیَاطِ التَّخْوِیْفِ وَزَجْرِہِ الْعَنِیْفِ وُجُوْہَ الْمُعْرِضِیْنَ عَنْ حَضْرَتِہٖ. اِلٰی دَارِثَوَابِہٖ وَکَرَامَتِہٖ. وَقَادَھُمْ بِسَلاَسِلِ الْعُنُفِ وَاَزِمَّۃِ اللُّطْفِ اِلٰی جَنَّتِہٖ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سَیِّدُ اَنْبِیَائِہٖ وَخَیْرُ خَلِیْقَتِہٖ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعِتْرَتِہٖ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الرَّجَآءَ وَالْخَوْفَ جَنَاحَانِ بِھِمَا یَطِیْرُ الْمُقَرَّبُوْنَ اِلٰی کُلِّ مَقَامٍ مَّحْمُوْدٍ. وَمَطِیَّتَانِ بِھِمَا یُقْطَعُ مِنْ طَرِیْقِ الْاٰخِرَۃِ کُلُّ عَقَبَۃٍ کَؤُدٍ. اَلنُّصُوْصُ مِنْھُمَا مَشْحُوْنَۃٌ. مِنْفَرِدَۃٌ وَّمَقْرُوْنَۃٌ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ. وَقَالَ تَعَالٰی یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا. وَقَالَ تَعَالٰی وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّطَمَعًا. وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَھَباً ط وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ لِّنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِھِمْ ط وَاِنَّ رَبَّکَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَاعِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الْعُقُوْبَۃِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِہٖ اَحَدٌ وَّلَوْ یَعْلَمُ الْکَافِرُ مَا عِنْدَ اللہِ مِنَ الرَّحْمَۃِ مَاقَنَطَ مِنْ جَنَّتِہٖ اَحَدٌ. وَدَخَلَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ عَلٰی شَابٍّ وَّھُوَ فِی الْمَوْتِ فَقَالَ کَیْفَ تَجِدُکَ فَقَالَ اَرْجُوا اللّٰہَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلٰی ذُنُوْبِیْ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لاَ یَجْتَمِعَانِ فِیْ قَلْبِ عَبْدٍ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا الْمَوْطِنِ

اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَايَرْجُوْا وَاٰمَنَهٗ مِمَّا يَخَافُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
اِنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِفُلَانٍ وَّاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ ذَاالَّذِیْ
يَتَاَلّٰى عَلَىَّ اَنِّىْ لَآ اَغْفِرُ لِفُلَانٍ فَاِنِّىْ قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَّاَحْبَطْتُ عَمَلَكَ
اَوْكَمَا قَالَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ
الرَّحِيْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ.

خوف ورجا کے بیان میں

آیات طیبات: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جولوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور ارشاد فرمایا کہ پکارتے ہیں اپنے رب کوڈر اور توقع کی وجہ سے، و نیز ارشاد فرمایا کہ پکارو تم اس کوڈر اور توقع سے، و نیز ارشاد فرمایا کہ بے شک وہ (انبیاء علیہم السلام) کوشش کرتے تھے نیک کاموں میں اور ہم کو پکارتے تھے شوق سے اور ڈر سے، و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک تیرا پروردگار ضرور بخشش والا ہے۔ لوگوں کے لئے ان کے ظلم پر (بھی جب وہ توبہ کریں) اور بے شک تیرا پروردگار سخت عذاب والا ہے۔

حدیث ا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مومن کو معلوم ہو جائے تو وہ عذاب (قہر) جو خدا کے پاس ہے تو کوئی شخص اس کی جنت کا امیدوار نہ ہوگا اور اگر کافر کو معلوم ہو جاوے وہ رحمت جو خدا کے پاس ہے تو کوئی شخص اس کی جنت سے مایوس نہ ہو۔ (متفق علیہ)........ف: پس لازم ہے کہ دونوں چیزیں یعنی امید وبیم ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ کیا خوب کہا ہے۔

غافل مرد کہ مرکب مرداں مردوار　　درسنگاخ بادیہ پیا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رنداں بادہ نوش　　ناگہ بیات خروش بمنزل رسیدہ اند

حدیث ۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان کے پاس تشریف لے گئے اس

حال میں کہ وہ جوان مرنے والا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اپنے آپ کو کیسا پاتا ہے (یعنی تیرا حال قلبی کیا ہے) اس نے عرض کیا کہ میں اللہ سے امید رکھتا ہوں اور بے شک اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں ایسے موقع پر (یعنی دمِ مرگ) کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہوتیں مگر اللہ تعالیٰ اس بندے کو وہ چیز دیتا ہے جس کا وہ امیدوار ہے اور اس چیز سے محفوظ رکھتا ہے جس سے اس کو ڈر ہے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حدیث ۳: ونیز ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص نے یوں کہہ دیا تھا کہ بخدا فلاں شخص کو اللہ نہ بخشے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کون ہے یہ شخص جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا۔ پس تحقیق میں نے اسکو بخش دیا اور تیرے عمل کو حبط کر لیا۔ (اوکما قال رواہ مسلم)

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا حق سبحانہ نے کہ میرے بندوں کو خبر دے دیجئے کہ میں بے شک غفور رحیم ہوں اور بے شک میرا عذاب دردناک ہے۔

اضافہ: (الف) ارشاد فرمایا ہے کہ خدا کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے۔ مگر ٹوٹے والے لوگ۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔ ۱۲

ف: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنت تم میں سے ہر ایک سے اس کے پاپوش کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے اور دوزخ بھی اسی طرح (ہر ایک سے قریب ہے)۔ (بخاری)

خطبہ

فقر و زہد کے بیان میں

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنَ الطِّیْنِ اللَّازِبِ وَالصَّلْصَالِ. وَزَیَّنَ صُوْرَتَہٗ بِاَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ وَّاَتَمِّ اعْتِدَالٍ.ثُمَّ کَحَّلَ بَصِیْرَۃَ الْمُخْلِصِ فِیْ خِدْمَتِہٖ حَتّٰی انْکَشَفَ لَہٗ مِنَ الدُّنْیَا قَبَآئِحُ الْاَسْرَارِ وَالْاَفْعَالِ. فَزَھِدُوْا فِیْھَا زُھْدَ الْمُبْغِضِ لَھَا فَتَرَکُوْھَا وَتَرَکُوا التَّفَاخُرَ وَالتَّکَاثُرَ بِالْاَمْوَالِ. وَاَقْبَلُوْا بِکُنْہِ ھِمَمِھِمْ عَلٰی دَارٍ لَّایَعْتَرِیْھَا فَنَآءٌ وَّلَا زَوَالٌ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سَیِّدُ اَھْلِ الْکَمَالِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اَصْحَابِہٖ خَیْرِ اَصْحَابٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ خَیْرِاٰلٍ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ ثَبَتَ بِالنُّصُوْصِ اَنْ لَّا مَطْمَعَ فِی النَّجَاۃِ اِلَّا بِالْاِنْقِطَاعِ عَنِ الدُّنْیَا وَالْبُعْدِ مِنْھَا. وَھٰذَاالْاِنْقِطَاعُ اِمَّا بِانْزِوَآئِھَا عَنِ الْعَبْدِ وَھُوَا لْفَقْرُ وَاِمَّا بِانْزِوَآءِ الْعَبْدِ عَنْھَا وَھُوَالزُّھْدُ کَمَا قَالَ تَعَالٰی وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا. فَالْاَکْلُ کَذٰلِکَ لَایَکُوْنُ مِمَّنْ رَّضِیَ بِالْفَقْرِ وَالْحُبُّ کَذٰلِکَ لَا یَکُوْنُ لِمَنِ اتَّصَفَ بِالزُّھْدِ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْفُقَرَآءُ الْجَنَّۃَ قَبْلَ الْاَغْنِیَآءِ بِخَمْسِ مِائَۃِ عَامٍ نِّصْفِ یَوْمٍ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَآئِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآئِکُمْ وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِذَا رَاَیْتُمُ الْعَبْدَ یُعْطٰی زُھْدًا فِی الدُّنْیَا وَقِلَّۃَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْہُ فَاِنَّہٗ یُلَقَّی الْحِکْمَۃَ. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِزْھَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ اللّٰہُ وَازْھَدْ فِیْ مَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبُّکَ النَّاسُ.

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَوَّلُ اِصْلَاحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِ هَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ. قَالَ سُفْيَانُ لَيْسَ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا بِلُبْسِ الْغَلِيْظِ وَالْخَشِنِ وَاَكْلِ الْجَشَبِ اِنَّمَا الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَصْرُ الْاَمَلِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ وَاللّٰهُ لَايُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ.

فقر وزہد کے بیان میں

فقر کے معنی تنگدستی اور فقر و تنگ دستی پر قناعت کرنے کا حکم ہے اور زُہد کے معنیٰ یہ ہیں کہ مال وغیرہ کی طرف رغبت اور محبت نہ کی جاوے اور یہ خود مامور بہ ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تم لوگ میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھاتے ہو (یعنی دوسرے شرکاء و مستحقین کو بھی نہیں دیتے) اور مال سے بے انتہا محبت کرتے ہو۔

ف: ظاہر ہے کہ جو شخص فقر پر راضی ہو وہ اس طرح اندھا دھند کام نہیں کرسکتا اور جو شخص زاہد ہو اس کو اس طرف التفات بھی نہیں ہوسکتا۔

حدیث ۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ فقیر (تنگ دست) لوگ جنت میں امیروں سے پانچ سو سال پہلے یعنی آدھے دن پیشتر داخل ہوں گے۔ (ترمذی)

ف: آخرت میں ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اس واسطے پانچ سو سال کو آدھا فرمایا ہے۔

حدیث ۲: اور ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو (یعنی میری خوشی کو کمزوروں کی دلجوئی) میں تلاش کرو۔ کیونکہ کمزوروں کی وجہ سے تم کو بھی رزق دیا جاتا ہے یا (یوں فرمایا کہ) تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

حدیث ۳: ونیز ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب تم ایسے آدمی کو دیکھو جس کو دنیا سے بے رغبتی اور کم گوئی کی عادت دی گئی ہو تو اس کے پاس رہا

کرو کیونکہ اس کو حکمت اور (دانائی) کا القا کیا جاتا ہے۔ (بیہقی)

حدیث ۴: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تو دنیا سے بے رغبت رہ اللہ تعالیٰ تجھ کو دوست رکھے گا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بھی بے رغبت رہ وہ لوگ بھی تجھ کو دوست بنالیں گے۔ (ترمذی وابن ماجہ)

حدیث ۵: و نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس امت کی پہلی اصلاح یقین اور زہد ہے اور اس کا اول فساد بخل اور امل (یعنی ہوس) ہے۔ (بیہقی)

اور سفیان نے فرمایا ہے کہ زہد (یعنی دنیا سے بے رغبتی) موٹا اور سخت کپڑا پہننا نہیں ہے اور نہ روکھا سوکھا کھانا ہے بلکہ اصل زہد ہوس کا کم کرنا ہے۔ (شرح السنہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے یہ بات یعنی ہر مصیبت (وغیرہ کا مقدر ہونا اس لئے بتلا دیا) تا کہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر اتنا رنج نہ کرو اور تا کہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ تعالیٰ اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

اضافہ: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں فرمایا ہے اے اللہ مجھ کو مسکین کر کے زندہ رکھ اور مسکین ہی کر کے موت دے اور مساکین ہی کے زمرے میں میرا حشر فرما۔ (ترمذی)

خطبه

توحید وتوکل کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ مُدَبِّرِ الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ. اَلْمُنْفَرِدِ بِالْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ. اَلرَّافِعِ لِلسَّمَآءِ بِغَيْرِ عِمَادٍ. اَلْمُقَدِّرِ فِيْهَآ اَرْزَاقَ الْعِبَادِ. اَلَّذِیْ صَرَفَ اَعْيُنَ ذَوِی الْقُلُوْبِ وَالْاَلْبَابِ. عَنْ مُّلَاحَظَةِ الْوَسَآئِطِ وَالْاَسْبَابِ. فَلَمَّا تَحَقَّقُوْ آاَنَّهٗ لِرِزْقِ عِبَادِهٖ ضَامِنٌ وَّبِهٖ كَفِيْلٌ. تَوَكَّلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْ اَحْسُبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ قَامِعُ الْاَبَاطِيْلِ. اَلْهَادِیْ اِلٰی سَوَآءِ السَّبِيْلِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ التَّوَكُّلَ عَلَی اخْتِلَافِ مَرَاتِبِهٖ مَنْزِلٌ مِّنْ مَّنَازِلِ الدِّيْنِ. وَكَذٰلِکَ اَصْلُهٗ مِنَ التَّوْحِيْدِ وَالْيَقِيْنِ. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لاَ يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَاللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْ الَهٗ ط اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ. وَقَالَ تَعَالٰی وَعَلَی اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْآاِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اِنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰٓی اَنْ يَّنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَکَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰٓی اَنْ يَّضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْکَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَيْرٌوَّاَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِیْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰی مَايَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا

نَعجِزُ وَاِنْ اَصَابَکَ شَیْءٌ فَلاَ تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَکَذَا وَلٰکِنْ قُلْ قَدَرَ اللّٰہُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْتَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَرْزُقُکُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ج لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ.

توحیدوتوکل کے بیان میں

توحید کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تصرف حقیقی میں یکتا ہونے کو پیش نظر رکھے اورتوکل کا یہ مطلب ہے کہ ماسوا اللہ سے نظر اٹھالے اورتوکل اعتقادی یعنی اس کاعقیدہ رکھنا کہ خدا کے سوا کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہے۔

یہ تو سب پر فرض ہے لیکن اس سے آگے درجہ یعنی اس عقیدہ کے پختہ ہونے پر معاش وغیرہ کے اسباب ظاہریہ کو ترک کردے۔ یہ قویُ القلب کے لئے بشرطیکہ کسی امرواجب میں خلل واقع نہ ہواورتوکل توحید کاثمرہ ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے (قصہ ابراہیمؑ میں) ارشادفرمایاتم نے خدا کو چھوڑا۔تم جن کو پوجتے ہو وہ تم کو کچھ رزق دینے کا بھی اختیار نہیں رکھتے سوتم لوگ رزق خدا کے پاس سے طلب کرواوراسی کی عبادت کرواوراسی کاشکر کروتم سب کواسی کے پاس لوٹ کر جاناہے ونیزارشادفرمایاہے کہ خداہی پرتوکل کرواگرتم ایمان رکھتے ہو۔

حدیث ۱: اوررسول خداصلی اللہ علیہ وسلم نے (ابن عباسؓ سے) ارشادفرمایا ہے اے بچے خداکو یادرکھ تو اس کواپنے سامنے پاوے گااور جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کراور جب تو مدد چاہےتو اللہ ہی سے مدد مانگ اور جان لے اس بات کو کہ اگرتمام لوگ اس پراتفاق کرلیں کہ تجھ کو کچھ نفع پہنچاویں تو ہرگز اس کے سوا کچھ نفع نہیں پہنچاسکتے جو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے واسطے لکھ دیا ہے اور اگرتمام لوگ اس پر متفق ہو جائیں کہ تجھ کو کچھ نقصان پہنچاویں تو ہرگز اس کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچاسکتے جو اللہ

تعالیٰ نے تیرے واسطے لکھ دیا ہے۔ (تقدیر کے) قلم اٹھا دیئے گئے اور دفتر خشک ہو چکے (اب ان میں کوئی تغیر وتبدل نہ ہوگا)۔ (احمد، ترمذی)

حدیث ۲: و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مومن قوی، مومن ضعیف سے بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے اور ہر ایک میں خیر اور (بھلائی) ہے جو چیز تم کو نفع دے اس کی حرص کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور عاجز مت بنو۔ اور اگر تجھ کو کوئی مصیبت پہنچے تو یوں مت کہا کر کہ اگر میں یوں کرتا تو یوں ہو جاتا و لیکن یوں کہا کر کہ اللہ تعالیٰ نے جو مقدر کر دیا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے کیوں کہ ''اگر'' (یعنی یوں کہنا کہ اگر یوں کرتا تو یوں ہو جاتا) شیطان کے کام کھول دیتا ہے۔ (مسلم)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے لوگو! اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر (ہوئی) ہے کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس تم کہاں الٹے پھرے جاتے ہو۔

اضافہ: (الف) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ متوکلین کو دوست رکھتا ہے۔

(ب) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اس پر عمل کریں تو ان کو وہی کافی ہو جاوے۔ وہ آیت یہ ہے: و من یتق اللّٰہ (لآیۃ) یعنی جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے واسطے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔

(احمد۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

(ج) و نیز ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بلا شبہ رزق انسان کو اس طرح ڈھونڈتا ہے جیسا کہ اس کو اس کی اجل ڈھونڈھتی ہے۔ (ابونعیم)

خطبہ

محبت اور شوق اور اُنس ورضا کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ نَزَّهَ قُلُوْبَ اَوْلِيَآئِهٖ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ اِلٰى زُخْرُفِ الدُّنْيَا وَنَضْرَتِهٖ. وَصَفّٰى اَسْرَارَهُمْ مِنْ مُلَاحَظَةِ غَيْرِ حَضْرَتِهٖ. ثُمَّ كَشَفَ لَهُمْ عَنْ سُبُحَاتِ وَجْهِهٖ حَتّٰى احْتَرَقَتْ بِنَارِمَحَبَّتِهٖ. ثُمَّ احْتَجَبَ عَنْهَا بِكُنْهِ جَلَالِهٖ حَتّٰى تَاهَتْ فِیْ بَيْدَآءِ كِبْرِيَآئِهٖ وَعَظْمَتِهٖ. فَبَقِيَتْ غَرْقٰى فِیْ بَحْرِمَعْرِفَتِهٖ. وَمُحْتَرِقَةً بِنَارِ مَحَبَّتِهٖ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ خَاتِمُ الْاَنْبِيَآءِ بِكَمَالِ نُبُوَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ سَادَةِ الْخَلْقِ وَائِمَّتِهٖ. وَقَادَةِ الْحَقِّ وَاَزِمَّتِهٖ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ. وَقَالَ تَعَالٰى فِی الْمَلٰٓئِكَةِ يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَايَفْتُرُوْنَ. وَهٰذَا لَايَكُوْنُ فِی الْعَادَةِ اِلَّا بِالشَّوْقِ. وَقَالَ تَعَالٰى قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا وَالْاُنْسُ هُوَالْفَرَحُ بِمَا حَصَلَ مَعَ حِفْظِ الْحُدُوْدِ. وَقَالَ تَعَالٰى رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاَسْئَلُكَ الرِّضَآءَ بَعْدَ الْقَضَآءِ وَاَسْئَلُكَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ. وَاَسْئَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَآءِكَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَايَقْعُدُ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهِ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ. وَالسَّكِيْنَةُ اَیِ الْاِرْتِيَاحُ هُوَالْاُنْسُ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ. وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ. وَلَوْيَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْيَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ.

محبت اور شوق اور اُنس ورضا کے بیان میں

محبت کے معنی تو ظاہر ہیں کہ دل کا مائل ہونا ہے اور شوق وانس کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی چیز ایک درجہ میں غائب ہو اور ایک درجہ میں حاضر ہو تو جس وقت غائب کی طرف خیال کر کے طلب غالب ہو جاوے تو وہ شوق ہوا اور جس وقت حاضر کی طرف خیال کر کے خوشی غالب ہو جائے اس کو اُنس کہتے ہیں اور رضا کے معنی یہ ہیں کہ قضاو قدر پر اعتراض کو ترک کر دے پھر اس میں دو درجے ہیں ایک یہ کہ تکلیف کا احساس بھی نہ رہے یہ رضائے طبعی ہے اور دوسرا یہ کہ احساس تکلیف اور رنج کا باقی رہے یہ رضائے عقلی ہے اور مامور بہ یہی ہے اور پہلا درجہ اسی پر مداومت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ نے فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ وہ شب وروز اس کی تسبیح کرتے ہیں اکتاتے نہیں۔

ف: اور عادتاً ایسا حال بدون شوق کے نہیں ہوسکتا۔۱۲۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے۔

ف: اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ انس حاصل شدہ نعمت پر خوشی کو کہتے ہیں پس اس آیت سے اس کا مامور بہ ہونا ثابت ہو گیا۔

تنبیہ: ایک ضروری امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ خوشی کو حد سے نہ بڑھنے دے اور بجائے شکر کے اِترائی نہ کرنے لگے ورنہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ۔ کا مصداق بن جاوے گا و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

حدیث ۱: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں فرمایا ہے اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس کی محبت مانگتا ہوں جو تجھے محبوب رکھتا ہو اور وہ عمل مانگتا ہوں جو تیری محبت تک پہنچا دے۔ اے اللہ میرے لئے اپنی محبت کو میری جان اور مال اور اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ (ترمذی)

حدیث ۲: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے اللہ میں تجھ سے تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں اور موت کے بعد ٹھنڈا عیش مانگتا ہوں اور تیرے دیدار کی لذت مانگتا ہوں اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں۔ (نسائی)

حدیث ۳: و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی جماعت اس حال میں نہیں بیٹھتی کہ اللہ کا ذکر کرتی ہو مگر ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان (مقرب فرشتوں) سے کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں (مسلم) اور سکینہ یعنی خوشی ہی کا نام انس ہے جیسا کہ پیشتر معلوم ہو چکا ہے۔

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہ) نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعض آدمی ایسے بھی ہیں جو خدا کے علاوہ اوروں کو بھی شریک قرار دیتے ہیں ان سے ایسے محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے (رکھنا ضروری) ہے اور جو مومن ان کو (صرف) اللہ سے بہت ہی محبت ہے اور کیا خوب ہوتا اگر یہ ظالم لوگ جب کسی مصیبت کو دیکھتے تو سمجھ لیا کرتے کہ سب قوت (وقدرت) اللہ ہی کو ہے اور بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

اضافہ: اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے خدا اس کے ملنے کو محبوب رکھتا ہے اور جو رضائے خداوندی کو ناپسند کرتا ہے خدا اس کی حاضری کو ناپسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

خطبہ

اخلاص وصدق کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدَ الشَّاكِرِيْنَ. وَنُؤْمِنُ بِهٖٓ اِيْمَانَ الْمُوْقِنِيْنَ. وَنُقِرُّبِوَحْدَانِيَّتِهٖٓ اِقْرَارَ الصَّادِقِيْنَ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ. وَمُكَلِّفُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ. اَنْ يَّعْبُدُوْهُ عِبَادَةَ الْمُخْلِصِيْنَ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى جَمِيْعِ النَّبِيِّيْنَ. وَعَلٰٓى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ. وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَقَدِ انْكَشَفَ لِاَرْبَابِ الْقُلُوْبِ بِبَصِيْرَةِ الْاِيْمَانِ. وَاَنْوَارِ الْقُرْاٰنِ. اَنْ لَّاوُصُوْلَ اِلَى السَّعَادَةِ اِلَّابِالْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ فَالنَّاسُ كُلُّهُمْ هَلْكٰىٓ اِلَّاالْعٰلِمُوْنَ. وَالْعَالِمُوْنَ كُلُّهُمْ هَلْكٰى اِلَّاالْعَامِلُوْنَ. وَالْعَامِلُوْنَ كُلُّهُمْ هَلْكٰى اِلَّاالْمُخْلِصُوْنَ وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰى خَطَرٍعَظِيْمٍ. فَالْعَمَلُ بِغَيْرِنِيَّةٍ عَنَآءٌ. وَالنِّيَّةُ بِغَيْرِ اِخْلَاصٍ رِيَآءٌ. وَهُوَ لِلنِّفَاقِ كِفَآءٌ. وَمَعَ الْعِصْيَانِ سَوَآءٌ وَالْاِخْلَاصُ مِنْ غَيْرِ صِدْقٍ وَّتَحْقِيْقٍ هَبَآءٌ. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كُلِّ عَمَلٍ كَانَ بِاِرَادَةِ غَيْرِ اللّٰهِ مَشُوْبًا مَّغْمُوْرًا. وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط وَقَالَ تَعَالٰى اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُعَاذٍ اَخْلِصْ دِيْنَكَ يَكْفِيْكَ الْعَمَلُ الْقَلِيْلُ. وَنَادٰى رَجُلٌ يَّارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِيْمَانُ قَالَ الْاِخْلَاصُ.

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَّانَوٰى. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِاَبِىْ بَكْرٍ وَّهُوَا يَلْعَنُ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ فَقَالَ لَعَّانِيْنَ وَصِدِّيْقِيْنَ كَلَّاوَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَاَعْتَقَ اَبُوْبَكْرٍ يَّوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ ثُمَّ جَآءَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَآ اَعُوْدُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ.

اخلاص وصدق کے بیان میں

آیات طیبات: حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم (قیامت کے روز) اس عمل کی طرف ہوں گے جس کو وہ لوگ (دنیا) میں کر چکے تھے۔ پس ہم اس کو پریشان غبار کی طرح بیکار کر دیں گے۔

ف: یہ خسارہ ان لوگوں کے لئے ہے جو عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرتے ہیں۔۱۲

ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ خوب سمجھ لو کہ اللہ کے لئے ایسی عبادت ہے جو (شرک اور ریاء سے) خالص ہو۔ ونیز ارشاد فرمایا ہے کہ مومن وہی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے۔ پھر شک نہیں کیا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے رستہ میں جہاد کیا۔ وہی لوگ صدق والے ہیں۔

ف: صدق کے معنی ہیں کامل طور پر کسی طاعت کو بجالانا۔

حدیث ۱- اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے دین کو خالص کر لے تجھے تھوڑا ہی عمل کافی ہے۔ (عین ترغیب عن الحاکم)

حدیث ۲- ایک شخص نے پکار کر دریافت کیا اے رسول اللہ ایمان کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا اخلاص۔ (عین ترغیب عن البیہقی)

حدیث ۳- ونیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اعمال نیت ہی کے ساتھ ہیں اور ہر شخص کے واسطے وہی چیز ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (متفق علیہ)

حدیث ۴- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور ابوبکرؓ اپنے کسی غلام کو لعنت کر رہے تھے۔ پس آپ نے ان کی طرف التفات فرمایا اور (ازراہ تعجب) یہ ارشاد فرمایا کہ لعنت کرنے والے ہیں اور صدیق ہیں ایسا ہرگز نہیں۔ قسم ہے رب کعبہ کی۔ بس (یہ سن کر) ابوبکرؓ نے اسی روز اپنا کوئی غلام آزاد کر دیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا پھر کبھی ایسا نہ کروں گا۔

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) ارشاد فرمایا ہے۔ فرما دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم کیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اس حال میں کہ (شرک وغیرہ سے) خالص رکھوں اس کے واسطے عبادت کو۔

اضافہ: اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بشارت ہے مخلصین کے واسطے کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں ہر اندھیرا فتنہ ان کی وجہ سے کھل جاتا ہے۔

(عین ترغیب عن البیہقی)

خطبہ

مراقبہ ومحاسبہ وغیرہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الْقَآئِمِ عَلٰی کُلِّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ. اَلرَّقِیْبِ عَلٰی کُلِّ جَارِحَۃٍ بِمَا اجْتَرَحَتْ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سَیِّدُ الْاَنْبِیَآءِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ سَادَۃِ الْاَصْفِیَآءِ. وَعَلٰی اَصْحَابِہٖ قَادَۃِ الْاَتْقِیَآءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ رَحَی النَّجَاۃِ تَدُوْرُ عَلَی الْاَعْمَالِ . وَلاَ یُعْتَدُّ بِالْاَعْمَالِ. اِلَّا بِالْمُوَاظَبَۃِ عَلَیْھَا وَعَلٰی حُقُوْقِھَا وَھُوَ الْمُرَابَطَۃُ. وَلَایَتِمُّ ھٰذِہِ الْمُوَاظَبَۃُ وَالْمُرَابَطَۃُ اِلَّا بِاِلْزَامِ النَّفْسِ الْاَعْمَالَ اَوَّلاً وَّھُوَالْمُشَارَطَۃُ. ثُمَّ مُلَاحَظَۃُ ھٰذِہِ الْمُشَارَطَۃِ کُلَّ وَقْتٍ ثَانِیًا وَّھُوَ الْمُرَاقَبَۃُ. ثُمَّ الْاِحْتِسَابُ عَلَی النَّفْسِ فِیْ وَقْتٍ خَاصٍ اَنَّھَا وَفَتِ الشَّرْطَ اَمْ لَاثَالِثًا وَّھُوَالْمُحَاسَبَۃُ. ثُمَّ عِلَاجُھَا بِمَشَقَّۃٍ تُصْلِحُھَا اِذَالَمْ تَفِ بِالشَّرْطِ رَابِعًا وَّھُوَالْمُعَاقَبَۃُ. ثُمَّ تَاْدِیْبُھَا بِفُنُوْنٍ مِّنَ الْوَظَآئِفِ الثَّقِیْلَۃِ جَبْرًا لِمَا فَاتَ مِنْھَآ اِذَارَاٰھَا تَوَانَتْ خَامِسًا وَّھُوَالْمُجَاھَدَۃُ. ثُمَّ تَوْبِیْخُھَا وَالْعَذْلُ عَلَیْھَا اِذَا اسْتَعْصَتْ وَحَمْلُھَا عَلَی التَّلَافِیْ سَادِسًا وَّھُوَا لْمُعَاتَبَۃُ. وَیَرْجِعُ الْجَمِیْعُ اِلٰی عَدَمِ اِھْمَالِھَا لَحْظَۃً فَتَجْمَحَ وَتَشْرُدَ. وَالنُّصُوْصُ مَشْحُوْنَۃٌ مِّنْہُ فَانْظُرْمَا یُسْرَدُ. قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ. وَقَالَ تَعَالٰی وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی. وَقَالَ تَعَالٰی وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوٰہُ. وَعَنْ اَسْلَمَ اَنَّ عُمَرَ دَخَلَ یَوْمًا عَلٰی اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ وَھُوَا یَجْبِذُ لِسَانَہٗ فَقَالَ عُمَرُمَہٗ

غَفَرَاللّٰهُ لَکَ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَکْرٍ اِنَّ هٰذَا اَوْرَدَنِی الْمَوَارِدَ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ. وَقَالَ عُمَرُ حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا وَزِنُوْا قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍط. وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ.

مراقبہ ومحاسبہ وغیرہ کے بیان میں

یہ تو ظاہر ہے کہ بدونِ دوام ومواظبت اور پابندی کے کوئی عمل معتد بہ نہیں ہے اس پابندی کا نام اصطلاح تصوف میں مرابطہ ہے اور علماء نے بھی مرابطہ کو اس معنی میں لیا ہے۔ چنانچہ بیضاوی نے ورابطوا کی تفسیر واظبوا سے کی ہے اور اس دوام و پابندی کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ نفس کو اول متنبہ کر دیا جاوے کہ کام کرنا پڑے گا اور فلاں فلاں کام سے پرہیز کرنا ہوگا۔ اس تنبیہ کو مشارطہ (یعنی شرط وقرارداد) کہتے ہیں اور اس کی نگہبانی کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کا نام مراقبہ ہے فقط گردن جھکانا مراقبہ نہیں ہے بلکہ نفس کو گناہوں سے بچاوے اور نیک اعمال پر پابندی کرے اور اس کا ہر وقت خیال رکھے۔ یہ نگہداشت اصل مراقبہ ہے۔ پھر کسی وقت خاص میں اس کا حساب لینا چاہیے جس سے معلوم ہو کہ اس نے شرط وقرارداد کو پورا کر دیا ہے یا نہیں اس کو محاسبہ کہتے ہیں پھر محاسبہ سے اگر معلوم ہو کہ نفس نے شرط کو پورا نہیں کیا ہے۔ تو اس کا کسی مشقت میں ڈال کر علاج بھی کیا جاوے اس کو معاقبہ کہتے ہیں اور گزشتہ کی تلافی کے واسطے کوئی ایسا نیک عمل بھی کیا جاوے جو نفس کو گراں ہو اس کو مجاہدہ کہتے ہیں۔ (وقتی علاج بطور سزا وجرمانہ تو معاقبہ ہے اور دائمی وظیفہ تلافی مافات کے واسطے مقرر کرنا مجاہدہ ہے) پھر اس نفس کو اس کوتاہی پر دھمکا دیں اور ملامت کریں اور تلافی مافات پر برانگیختہ کریں اس کا نام معاقبہ ہے یہ سب چھ چیزیں ہیں حاصل ان کا یہ ہے کہ نفس کو

کسی وقت آزادانہ چھوڑیں ورنہ سرکش ہو جاتا ہے۔

اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ آنکھوں کی چوری سے واقف ہے اور اس سے بھی واقف ہے جس کو سینے میں چھپاتے ہیں و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے رب کے پاس حاضر ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش نفسانی سے روکا اس کا ٹھکانہ جنت ہے اور حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جس نے اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کی۔

حدیث ۱: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے تھے، پس حضرت عمرؓ نے کہا کہ ٹھہرو (ایسا نہ کرو) اللہ تمہاری مغفرت کریگا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اس نے مجھ کو ہلاکتوں میں ڈالا ہے۔ (مالک)........حدیث ۲: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (دراصل) مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے اتباع خداوندی کے بارے میں جہاد کرے۔ (بیہقی)

ف: یعنی جس طرح کفار سے اعلاء کلمۃ الحق کے لئے جہاد کیا جاتا ہے اسی طرح نفس سے بھی جہاد کرنا چاہیے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو جائے اور یہ جہاد مقام اور افضل ہے جہاد معروف ہے۔

حدیث ۳: اور حضرت عمرؓ نے خطبہ میں فرمایا ہے کہ تم خود (نفس سے) حساب لے لو اس سے قبل کہ تمہارا حساب لیا جاوے اور اس کو جانچ لو اس سے پیشتر کہ تمہاری جانچ کی جائے اور تیاری کر لو خدا کے سامنے بڑی پیشی کی جس دن تم پیش کئے جاؤ گے۔ تمہاری کوئی بات چھپ نہ سکے گی۔ (عین کنز العمال عن ابن المبارک وغیرہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے مومنو اللہ سے ڈرو اور چاہیے کہ ہر شخص (اس کی) دیکھ بھال کرتا رہے کہ اس نے کل (یعنی قیامت) کے واسطے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تمہارے اعمال کی خوب خبر رکھتا ہے۔

اضافہ: (الف) حق تعالیٰ نے (حضرت داؤد علیہ السلام) سے ارشاد فرمایا ہے کہ

خواہش کی پیروی (کبھی) نہ کرنا کہ وہ اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔

(ب) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ (اے مخاطب) کیا اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش نفسانی کو خدا بنا رکھا ہے (کہ جو جی میں آتا ہے وہی کر گزرتا ہے)

(ج) و نیز ارشاد فرمایا ہے اے لوگو (خدا کے عذاب) سے بچتے رہو اور اس دن سے ڈرتے رہو جس دن نہ کوئی والد اپنے بچے کے کام آوے گا نہ کوئی بچہ اپنے والد کے کام آوے گا۔

خطبہ

تفکر کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ کَثَّرَ الْحَثَّ فِیْ کِتَابِهٖ عَلَی التَّدَبُّرِ وَالْاِعْتِبَارِ. وَالنَّظَرِ وَالْاِفْتِكَارِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ فِیْ دَارِ الْقَرَارِ. وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْاَخْیَارِ الْاَبْرَارِ. اَمَّابَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ اَمَرَ بِالتَّفَكُّرِ وَالتَّدَبُّرِ فِیْ مَوَاضِعَ لَاتُحْصٰی مِنْ کِتَابِهِ الْمُبِیْنِ. وَاَثْنٰی عَلَی الْمُتَفَكِّرِیْنَ. فَقَالَ تَعَالٰی اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَقَالَ تَعَالٰی اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. وَقَالَ تَعَالٰی اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا. وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا. وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا. وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا. وَّجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا. وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا. وَبَنَیْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا. وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا. وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَآءً ثَجَّاجًا. لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا. وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا. وَقَالَ تَعَالٰی قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ. مِنْ اَیِّ

شَیْءٍ خَلَقَهٗ. مِنْ نُّطْفَةٍ ط خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ. ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ. ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ. ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ. كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ. فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ. اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا. ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا. فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا. وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا. وَّزَيْتُوْنًا وَنَخْلًا. وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا. وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا. مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نُزُوْلِ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْاٰيَةَ وَيْلٌ لِّمَنْ قَرَاَهَا وَلَمْ يَتَفَكَّرْ فِيْهَا. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ قَوْمًا تَفَكَّرُوْا فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَكَّرُوْا فِيْ خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَتَفَكَّرُوْا فِي اللّٰهِ فَاِنَّكُمْ لَمْ تَقْدِرُوْا قَدْرَهٗ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ط اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

تفکر کے بیان میں

آیاتِ طیبات: تفکر اور فکر کے یہ معنی ہیں کہ انسان کو جو علمی یا عملی مفید باتیں معلوم ہیں ان میں غور کرتا رہے تاکہ اور نئی نئی باتیں حاصل ہوں اور علمی و عملی ترقی ہو اور جو ضرر رساں امور ہیں۔ ان میں بھی غور کرتا رہے تاکہ ان سے آئندہ بچا رہے اور اگر گزشتہ زمانہ میں کوئی خلافِ شریعت کام سرزد ہو چکا ہے تو اس کا تدارک کرے، حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور سوچتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ نے کہ کیا ان لوگوں نے آسمان اور زمین کے عالم میں غور نہیں کیا اور فرمایا کہ کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا اور پہاڑوں کو (زمین کی) میخیں نہیں بنایا اور تم کو ہم نے جوڑا جوڑا بنایا۔ اور تمہاری نیند کو آرام کی چیز بنایا اور رات کو پردہ کی چیز بنایا اور دن کو تمہارے لئے روزگار بنایا اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اور ایک چراغ (یعنی سورج) بنایا اور

پانی بھرے بادلوں سے خوب پانی برسایا تاکہ اس کے ذریعے سے اناج اور سبزہ اور گنجان باغ پیدا کریں۔ و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کو (خدا کی مار) ہو وہ کیسا ناشکرا ہے (خدا نے) اس کو کس چیز سے بنایا ہے۔ اس کو ایک بوند سے بنایا ہے اور اس کو بنایا اور پھر اس (کے اعضاء) میں اندازہ رکھا۔ پھر اس کے واسطے راستہ آسان کر دیا (پھر اس کو موت دی) پھر قبر میں رکھوایا۔ پھر جب چاہے گا اس کو (قبر سے زندہ کر کے) اٹھاوے گا۔ ہرگز (شکرگزار) نہیں جو اس کو حکم کیا اس کو پورا نہ کیا بس انسان کو غور کرنا چاہیے اپنے کھانے میں کہ ہم نے پانی برسایا پھر زمین کو پھاڑا پھر اس میں غلہ اگایا اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور گنجان باغ اور میوہ اور چارہ (یہ سب چیزیں پیدا کیں) تمہارے نفع کے لئے اور (بعض) تمہارے مویشی کے واسطے۔

حدیث ۱: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب آیت: اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ نازل ہوئی کہ ہلاکت ہے اس شخص کے واسطے جس نے اس کو پڑھا اور ان چیزوں میں غور نہیں کیا۔ (عین تخریج عراقی عن صحیح ابن حبان)

حدیث ۲: اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے متعلق غور کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کی مخلوق پر غور کرو اور ذات خداوندی میں غور نہ کرو کیونکہ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔

(عین تخریج عن الترغیب والترہیب)

اسی واسطے سعدی نے کہا ہے ۔

توان در بلاغت بسحباں رسید نہ درکنہ بیچون سبحاں رسید

و نیز کہا ہے ۔

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چین کیں جا ہمیشہ باد دست است دام را

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا ہے حق تعالیٰ نے کہ دیکھ تو رحمت خداوندی کی نشانیوں کی طرف مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کر دیتا ہے بلاشبہ وہ مردوں کو زندہ

کرنے والا ہے اور ہر ہر چیز پر قادر ہے۔

اضافہ: (الف) و نیز ارشاد فرمایا ہے خدائے عزوجل نے کہ بے شک اس میں غور کرنے والوں کے واسطے نشانیاں ہیں۔

(ب) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ کیا وہ لوگ اپنے اندر غور نہیں کرتے۔

(ج) اور ارشاد فرمایا کہ کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔

(د) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور تا کہ سمجھدار لوگ نصیحت حاصل کریں۔

(ہ) اور ارشاد فرمایا ہے کہ اس میں عبرت ہے اہل فہم کے لئے۔

(و) نیز ارشاد فرمایا ہے کہ ان (انبیاء وامم سابقین کے قصہ) میں سمجھ دار لوگوں کے واسطے بڑی عبرت ہے۔

(ز) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک اس میں نشانی ہے اس قوم کے لئے جو سمجھتی ہو۔

خطبه

موت اور مابعد الموت کا ذکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی قَصَمَ بِالْمَوْتِ رِقَابَ الْجَبَابِرَةِ. وَكَسَرَبِهٖ ظُهُوْرَ الْاَكَاسِرَةِ. وَقَصَرَبِهٖ اٰمَالَ الْقَيَاصِرَةِ. وَجَعَلَ الْمَوْتَ مَخْلَصًا لِّلْاَتْقِيَآءِ. وَمَوْعِدًا فِیْ حَقِّهِمْ لِلِّقَآءِ. فَلَهُ الْاِنْعَامُ بِالنِّعَمِ الْمُتَظَاهِرَةِ. وَلَهُ الْاِنْتِقَامُ بِالنِّقَمِ الْقَاهِرَةِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ذُوالْمُعْجِزَاتِ الظَّاهِرَةِ. وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اُولِی الْكَمَالَاتِ الْبَاهِرَةِ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا ذِكْرَهَا ذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا احْتُضِرَالْمُؤْمِنُ اَتَتْ مَلٰٓئِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيْرَةٍ بَيْضَآءَ فَيَقُوْلُوْنَ اخْرُجِیْ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً عَنْكِ اِلٰی رَوْحِ اللّٰهِ وَرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ وَفِيْهِ اَنَّ الْكَافِرَاِذَا احْتُضِرَ اَتَتْهُ مَلٰٓئِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُوْلُوْنَ اخْرُجِیْ سَاخِطَةً مَّسْخُوْطَةً عَلَيْكِ اِلٰی عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَاتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَادِيْنُكَ فَيَقُوْلُ دِيْنِیَ الْاِسْلَامُ فَيَقُوْلَانِ مَاهٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِيْكُمْ فَيَقُوْلُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْهِ فَيُنَادِیْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ صَدَقَ عَبْدِیْ فَافْرُشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْالَهٗ بَابًا اِلَی الْجَنَّةِ فَيُفْتَحُ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَذَكَرَمَوْتَهٗ (وَجَمِيْعُ حَالِهٖ عَلٰی ضِدِّ ذٰلِكَ) وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ

رَاَتْ وَلَآ اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ اَلْحَدِیْث. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَّنْ لَّهٗ نَعْلَانِ وَشِرَاکَانِ مِنْ نَّارٍ یَّغْلِیْ مِنْهُمَا دِمَاغُهٗ کَمَا یَغْلِیْ الْمِرْجَلُ مَایُرٰی اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَّاِنَّهٗ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَاتُضَآمُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِهٖ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِط ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ.

موت اور مابعد الموت کا ذکر

حدیث ۱- حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لذتوں کو قطع کرنے والی یعنی موت کو بہت یاد رکھو۔ (ترمذی، نسائی۔ ابن ماجہ)

حدیث ۲- و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب مومن کی موت آتی ہے تو (کفن کے واسطے) رحمت کے فرشتے سفید ریشم کا کپڑا لے کر آتے ہیں اور مومن کی روح کو کہتے ہیں کہ نکل اس حال میں کہ تو خدا سے خوش ہے اور خدا تجھ سے خوش ہے (چل) خدا کی (دی ہوئی) راحت (اور رحمت) کی طرف اور (عمدہ اور) فراخ روزی کی طرف اور ایسے رب کی طرف (جو تجھ سے) ناراض نہیں ہے پس وہ مشک کی بہترین خوشبو جیسی (مہکتی ہوئی) نکلتی ہے (اور اسی روایت میں آگے یہ بھی ہے کہ) اور جب کافر کی موت آتی ہے، تو عذاب کے فرشتے اس کے پاس ٹاٹ لے کر آتے ہیں (اور اس کی روح کو کہتے ہیں کہ) نکل خدائے عز و جل کے عذاب کی طرف اور اس حال میں کہ تو بھی ناخوش ہے اور خدا بھی تجھ سے ناراض ہے پس وہ نہایت بدبودار مردار کی طرح سڑی ہوئی نکلتی ہے الخ۔ (احمد، نسائی)

حدیث ۳- نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (جب مومن کی روح) بدن کی طرف لوٹا دی جاتی ہے تو میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھلا کر

کہتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر وہ دونوں فرشتے دریافت کرتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے جو تم میں نبی بنا کر بھیجا گیا وہ جواب میں کہتا ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا علم کیا ہے (جس کے ذریعے سے تجھ کو دین معلوم ہوا) وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب (قرآن شریف) کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اور اس کو سمجھا (افسوس) کہ آج بعض نام نہاد مسلمان اس علم کو حاصل نہیں کرتے بلکہ دنیوی علم میں منہمک ہو کر اس کو بالکل چھوڑ بیٹھے ہیں یاد رکھو قبر میں جا کر ملانوں ہی کی شاگردی کام آوے گی) پھر (اس سوال کے جواب کے بعد) ایک پکارنے والا آسمان سے پکارے گا۔ میرے بندے نے سچ کہا ہے پس اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو۔ اور جنت ہی سے اس کو لباس پہنا دو اور اس کے واسطے جنت کی طرف دروازہ بھی کھول دو۔ اور وہ کھول دیا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر دروازہ کھلتے ہی اس کے پاس جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور اس کے لئے نگاہ پہنچنے تک قبر میں فراخی کر دی جاتی ہے اور کافر کا حال اس کے برعکس فرمایا ہے۔ (احمد وابوداؤد)

حدیث ۴- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ نے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے واسطے (جنت میں) ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا گزر ہوا (جیسا کہ آدمی سوچا کرتا ہے کہ یوں ہونا چاہیے، یوں ہونا چاہیے، یعنی اس خیالی پلاؤ میں بھی ان چیزوں کا خطرہ نہیں ہوا۔ (متفق علیہ)

حدیث ۵- ونیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اہل دوزخ میں سب سے کم عذاب اس شخص کا ہے جس کو آگ کی دو جوتیاں اور (ان کے) دو تسمے پہنائے جائیں گے کہ ان کی وجہ سے ان کا دماغ دیگ کی طرح کھولتا ہوگا اور

اس کو یہ گمان بھی نہ ہوگا کہ کسی کو اس سے زیادہ عذاب ہو رہا ہے اور درحقیقت وہ سب سے کم عذاب ہوگا۔ (متفق علیہ)

حدیث ۶ - و نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک تم اپنے پروردگار کا دیدار کرو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ (باوجود زیادہ ہجوم کے بھی) کوئی کسی کے لئے اس کے دیکھنے میں مزاحم نہیں ہوتا) بلکہ مختلف مقامات سے بھی سب کے سب اس کو بے تکلف دیکھ لیتے ہیں۔ پس دیدار خداوندی میں یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ اتنے لوگوں کو کس طرح دیدار ہوگا۔ (متفق علیہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے پھر تم ہماری طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔

اضافہ: (الف) و نیز ارشاد فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جہنم پر پل صراط رکھی جاوے گی (اور اسی روایت میں ہے کہ بعض آدمی (یعنی کافر) تو ان میں سے اپنے عمل (بد) کے سبب بالکل ہی ہلاک ہو جاویں گے اور ان میں سے بعض آدمی (یعنی گنہگار مسلمان) کو عذاب ہوگا مگر وہ پھر نجات پاویں گے۔ (متفق علیہ)

(ب) و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ سب لوگ جہنم پر آویں گے (پھر نیک لوگ) اپنے اعمال (حسنہ) کی وجہ سے وہاں عبور کر جاویں گے (یعنی اس پر سے گزر جاویں گے) پس اول ان (گزرنے والوں) میں سے بجلی کی مانند گزر جاوے گا، پھر ہوا کی طرح پھر تیز گھوڑے کی طرح پھر اونٹ سوار کی طرح پھر آدمی کے دوڑنے کی طرح پھر آدمی کے چلنے کی طرح۔ (ترمذی و دارمی)

خطبه

عاشورہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ بِحُسْبَانٍ. وَالنَّجْمَ وَالشَّجَرَ یَسْجُدَانِ. وَفَضَّلَ زَمَانًا عَلٰی زَمَانٍ. کَمَا فَضَّلَ مَکَانًا عَلٰی مَکَانٍ. وَاِنْسَانًا عَلٰی اِنْسَانٍ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ هَدٰنَآ اِلَی الْخَیْرَاتِ. وَمِنْهَا صَوْمُ عَاشُوْرَآءَ یَوْمِ الْحَسَنَاتِ. وَنَهَانَا عَنِ الْمُنْکَرَاتِ. وَمِنْهَا مَاابْتَدَعُوْا فِیْهِ مِنَ الْمُخْتَرَعَاتِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ اَقَامُوا الدِّیْنَ الْوَاجِبَاتِ مِنْهَا وَالْمَنْدُوْبَاتِ. وَاَبْطَلُوْا رُسُوْمَ الْجَاهِلِیَّةِ الْمُحَرَّمَاتِ مِنْهَا وَالْمَکْرُوْهَاتِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ یَوْمُ عَاشُوْرَآءَ. لِلنَّاسِ فِیْهِ مَعْرُوْفَاتٌ وَّمُنْکَرَاتٌ ظُلْمَآءَ فَمِنَ الْاَوَّلِ اسْتِحْبَابَا نِ الصَّوْمُ فِیْهِ. فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صِیَامُ یَوْمِ عَاشُوْرَآءَ اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰهِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهٗ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صُوْمُوْا عَاشُوْرَآءَ وَخَالِفُوْا فِیْهِ الْیَهُوْدَ وَصُوْمُوْا قَبْلَهٗ یَوْمًا وَبَعْدَهٗ یَوْمًا. وَکَانَ عَاشُوْرَآءَ یُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ کَانَ مَنْ شَآءَ صَامَ وَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ وَمِنَ الْاَوَّلِ اِبَاحَةٌ وَّبَرَکَةُ نِ التَّوْسِعَةُ فِیْهِ عَلٰی عَیَالِهٖ. فَقَدْ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَّسَّعَ عَلٰی عَیَالِهٖ فِی النَّفَقَةِ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ سَآئِرَ سَنَتِهٖ وَمِنَ الثَّانِی اِتِّخَاذُهٗ عِیْدًا

وَمَوْسِمًا اَوِاتِّخَاذُهٗ مَاْتَمًا مِّنَ الْمَرَاثِیْ وَالنِّیَاحَةِ وَالْحُزْنِ بِذِکْرِ مَصَآئِبِ اَهْلِ الْبَیْتِ وَاتِّخَاذِ الضَّرَآئِحِ وَالْاَعْلَامِ. وَمَایُقَارِنُهَا مِنَ الْمَلَاهِیْ وَالشِّرْکِ وَالْاٰثَامِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ. وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ.

عاشورہ کے بیان میں

حدیث ا۔ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب روزوں سے افضل رمضان کے بعد اللہ تعالیٰ کا مہینہ محرم ہے (یعنی اس کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا رمضان کے سوا اور سب مہینوں کے روزہ سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔(مسلم)

حدیث ۲۔ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے کہ عاشورہ کا روزہ کفارہ ہوجاتا ہے۔اس سال کا (یعنی اس سال کے چھوٹے گناہوں کا) جو اس سے پیشتر (گزر چکا) ہے۔(مسلم)

حدیث ۳۔اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔روزہ رکھو تم عاشوراء کا اور مخالفت کرو اس میں یہود کی اور (وہ اس طرح کہ) روزہ اس سے ایک دن پہلے کا یا بعد کا رکھ لینا چاہیے۔(عین جمع الفوائد عن احمد والبزار بلین والیہ ذہب فقہاءنا کرہوا انفراد عاشوراء بالصوم)

حدیث ۴۔اور حدیث شریف میں ہے کہ عاشورہ کا روزہ رمضان (کے روزے فرض ہونے) سے پیشتر (بطور فرضیت) رکھا جاتا تھا۔پس جب رمضان (کے روزہ کا حکم) نازل ہوا تو جس نے چاہا (عاشورہ کا روزہ) رکھا (اور جس نے چاہا نہ رکھا۔

(عین جامع الفوائد عن الستۃ الا النسائی)

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے فراخی کی اپنے اہل و عیال پر،خرچ میں عاشورہ کے دن فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر (رزق میں) تمام سال (رزین وبیہقی وفی المرقاۃ قال العراقی لہ طرق بعضہا صحیح وبعضہا علی شرط مسلم)

پس یہ دونوں باتیں تو کرنے کی ہیں۔ ایک روزہ رکھنا کہ وہ مستحب ہے دوسرے مصارف عیال میں کچھ فراخی کرنا (اپنی حیثیت کے موافق) اور یہ مباح ہے اس کے علاوہ اور سب باتیں جو اس دن میں کی جاتی ہیں خرافات ہیں، لوگ اس دن میلہ لگاتے ہیں اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مصائب کا ذکر کرتے ہیں اور ان کا ماتم کرتے ہیں اور مرثیہ پڑھتے ہیں اور روتے اور چلاتے بھی ہیں۔ اور بعض لوگ تو تعزیہ و علم وغیرہ بھی نکالتے ہیں اور ان کے ساتھ شرک اور کفر کا معاملہ کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں واجب الترک ہیں۔ شریعت میں اس ماتم وغیرہ کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ ان سب امور کی سخت ممانعت آئی ہے۔

ف: بعض لوگ اس روز مسجد وغیرہ میں جمع ہو کر ذکر شہادت وغیرہ سناتے ہیں، اس میں ثقہ لوگ بھی غلطی سے شریک ہو جاتے ہیں اور بعض اہل علم بھی اس کو جائز سمجھنے کی عظیم غلطی میں مبتلا ہیں۔ درحقیقت یہ بھی ماتم ہے گو مہذب طریقہ سے ہے۔ سینہ وغیرہ وحشی لوگوں کی طرح سے نہیں کوٹتے لیکن حقیقت ماتم کی یہاں بھی موجود ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے پس جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

اضافہ: (الف) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا اس پر آپؐ نے ان سے فرمایا یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو انہوں نے کہا یہ بڑا دن ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کی قوم غرق ہوئی۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس کا روزہ بطور شکر کے رکھا تو ہم بھی اس کا روزہ رکھتے ہیں۔ پس ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہم تم سے زیادہ حق دار اور قریب ہیں موسیٰ علیہ السلام کے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا روزہ رکھا اور (دوسروں کو) اس روزے کا حکم دیا۔ (متفق علیہ)

(ب) اور حدیث شریف میں ہے کہ جب رسول خدا نے روزہ رکھا اور اس روزہ کا

حکم دیا تو انہوں نے (یعنی صحابہؓ نے) عرض کیا کہ یہ ایسا دن ہے جس کو یہود ونصاریٰ معظم سمجھتے ہیں (پس اس میں روزہ رکھنے سے مشابہت کا شبہ ہوتا ہے) اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو تاریخ کو بھی روزہ ضرور رکھوں گا ،تاکہ مشابہت کا شبہ جاتا رہے۔(مسلم)

خطبہ

ماہ صفر کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ بِيَدِهٖ اَزِمَّةُ الْاُمُوْرِ. وَهُوَ خَالِقُ كُلِّ شَیْ ءٍ وَّالْمُتَصَرِّفُ فِيْهِ مِنَ الْخَيْرَاتِ وَالشُّرُوْرِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ الَّذِیْ اَخْرَجَنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ. وَمَحَا كُلَّ جَهْلٍ وَّدَيْجُوْرٍ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ ظَهَرَ بِهِمُ الدِّيْنُ اَتَمَّ ظُهُوْرٍ. وَرَسَخَ بِهِمُ الْيَقِيْنُ فِی الصُّدُوْرِ. مَاتَعَاقَبَتِ الْاَيَّامُ وَالشُّهُوْرُ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَهْرُ صَفَرَ. يَتَشَآءَ مُ بِهٖ بَعْضُ النَّاسِ وَيَتَطَيَّرُ. كَمَا كَانَ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ مَعَ هٰذَالْاِعْتِقَادِ يَبْتَدِعُوْنَ فِيْهِ النَّسِیِّ ءَ النُّكْرَ. فَاَبْطَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِقَوْلِهٖٓ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِيَادَةٌ فِی الْكُفْرِ. وَكَذٰلِكَ نَفٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّوْمَ وَالطِّيَرَةَ بِهٖ خُصُوْصًا وَّبِكُلِّ شَیْءٍ عُمُوْمًا. وَاَزَاحَ بِهٰذَا النَّفِیْ عَنَّا هُمُوْمًا وَّغُمُوْمًا فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَاعَدْوٰی وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ. اَلْحَدِيْثُ قَالَ مُحَمَّدُبْنُ رَاشِدٍ يَّتَشَآءَ مُوْنَ بِدُخُوْلِ صَفَرَ. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاصَفَرَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ قَالَهٗ ثَلٰثًا. وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ مَّا مِنَّآ اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهٗ بِالتَّوَكُّلِ. وَعُلِمَ

بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ وَسْوَسَةَ الطِّيَرَةِ اِذَا لَمْ يَعْتَقِدْهَا بِالْقَلْبِ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمُقْتَضَاهَا بِالْجَوَارِحِ وَلَمْ يَتَكَلَّمْ بِهَا بِاللِّسَانِ لَايُؤَا خَذُ عَلَيْهَا وَهٰذَا هُوَالْمُرَادُ بِالتَّوَكُّلِ. وَمَا رُوِىَ اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ الشُّوْمُ فِي الْمَرْاَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ فَهُوَ عَلٰى سَبِيْلِ الْفَرْضِ لِمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِيْ شَيْءٍ فَفِى الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ط اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ.

ماہ صفر کے بیان میں

آیت مبارکہ: ارشاد فرمایا حق تعالیٰ نے کہ بے شک مہینوں کا ہٹانا کفر میں (ترقی کا باعث) ہے (یعنی منجملہ اور کفریات کے یہ حرکت بھی کفر ہے جو کفار قریش ماہ محرم وغیرہ کے متعلق کیا کرتے تھے۔ مثلاً اپنی غرض سے محرم کو صفر قرار دے کر اس میں لڑائی کو حلال کہہ دیتے تھے۔ وغیرذالک)

حدیث ۱- اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ (مرض کا) تعدیہ ہے (بلکہ جس طرح اولاً حق تعالیٰ کسی کو مریض بناتے ہیں اسی طرح دوسرے کو اپنے مستقل تصرف سے مریض کر دیتے ہیں۔ میل جول وغیرہ سے مرض کسی کو نہیں لگتا، یہ سب وہم ہے) اور نہ (جانور کے اڑنے سے بدشگونی لینا کوئی چیز ہے (جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ داہنی جانب سے تیتر وغیرہ اڑے تو منحوس جانتے ہیں۔ یہ سب ڈھکوسلے ہیں) اور نہ اُلو کی نحوست کوئی چیز ہے (جیسا کہ عام طور پر لوگ اس کو منحوس خیال کرتے ہیں۔ یہ بالکل من گھڑت بات ہے اور حدیث صریح کے خلاف ہے اور ایک رسم اس ماہ میں آخری چہار شنبہ کی مروج ہے یہ بھی بالکل بے اصل ہے۔۱۲

حدیث ۲- اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بدفالی شرک ہے

اسکو تین مرتبہ فرمایا۔

حدیث ۳۔ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم میں کوئی ایسا نہیں جس کو خیال نہ آتا ہو لیکن اس کو توکل کے ذریعے بھگا دیتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ف: جو بات مشہور ہو اس کا خیال وقت پر آ ہی جاتا ہے لیکن اس خیال پر عمل کرنا یا اس کو دل میں جمانا جائز نہیں ہے بلکہ توکل کے خیال کو غالب کر لے تو وہ خیال باطل فوراً رفع دفع ہو جاوے گا۔۱۲

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت اور مکان اور گھوڑے میں نحوست ہونا جو (بخاری و مسلم) میں مروی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان میں ہوتی جیسا کہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

آیت مبارکہ

اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ (جو رسول اصحاب قریہ کی طرف بھیجے گئے تھے) انہوں نے (کفار سے) فرمایا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔ کیا نحوست اس کو سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاتی ہے بلکہ تم حد سے نکل جانے والے ہو۔

خطبه

ربیع الاول وربیع الثانی کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى. اَلَّذِىْ بِكَمَالَاتِهٖ ظَهَرَ وَبِذَاتِهٖ اخْتَفٰى. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُصْطَفٰى. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ وِرْدُهُمْ قَدْ صَفَا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَهْرُ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ. الَّذِى اعْتَادَ فِيْهِ بَعْضُ النَّاسِ ذِكْرَ الْمَوْلِدِ النَّبَوِىِّ فِى الْمُحْتَفَلِ. فَنَقُوْلُ لِتَحْقِيْقِ الْمَسْئَلَةِ اَنَّهٗ ثَبَتَ بِحَدِيْثِ الشَّيْخَيْنِ. فِى الصَّلٰوةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ. وَغَيْرِهٖ مِنَ الْبَرَاهِيْنِ. وَمِنْهَا اِتِّفَاقُ الْمُحَقِّقِيْنَ. اَنَّ اعْتِقَادَ غَيْرِ الْقُرْبَةِ قُرْبَةً اَوْغَيْرِ اللَّازِمِ لَازِمًا تَغْيِيْرٌ لِلدِّيْنِ. وَاَنَّ اِيْهَامَ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ يُشَابِهُ هٰذَا التَّغْيِيْرَ. وَيَلْحَقُ بِهٖ فِى الْحُكْمِ لُحُوْقُ النَّظِيْرِ بِالنَّظِيْرِ. فَهٰذَا الذِّكْرُ الشَّرِيْفُ اِنْ كَانَ خَالِيًا مِّنَ التَّخْصِيْصَاتِ وَالْقُيُوْدِ. فَلاَ كَلَامَ فِىْ دُخُوْلِهٖ تَحْتَ الْحُدُوْدِ وَاِنْ كَانَ مُقَارِنًا لَّهَا مَعَ اِبَاحَتِهَا فَاِنِ اعْتَقَدَ كَوْنَهَا لَازِمًا اَوْ مَقْصُوْدًا كَانَ مِنَ الْمُحْدَثَاتِ. وَاِنْ لَّمْ يَعْتَقِدْ كَوْنَهَا قُرْبَةً لٰكِنْ اَوْهَمَهٗ كَانَ مُشَابِهًا بِالْبِدْعَاتِ. وَيُمْنَعُ عَنْهُمَا مَنْعَ الْمُنْكَرَاتِ. بِتَفَاوُتٍ فِى الْمَنْعِ بِتَفَاوُتِ الدَّرَجَاتِ. فَمَنْ ظَنَّ بِالْفَاعِلِ هٰذَا الْاِعْتِقَادَ اَوْاِيْهَامَ الْفَسَادِ. اَدْخَلَ اعْتِيَادَهٗ فِىْ مَحْظُوْرِ الْاِلْتِزَامِ. وَمَنْ ظَنَّ بِهٖ خُلُوَّهٗ عَنْهُمَا اَدْخَلَ اعْتِيَادَهٗ فِىْ سَآئِغِ الدَّوَامِ. وَالَّذِىْ يُشَاهِدُ حَالَ الْعَوَامِ. مِنْ تَشْنِيْعِهِمْ عَلَى التَّارِكِيْنَ وَالْمَلَامِ. اَشَدَّ مِنْهُ عَلٰى تَارِكِ الْاَحْكَامِ. يُرَجِّحُ تَتَبُّعَ الْمَانِعِ بِلَاكَلَامٍ. وَهٰذَا الْاِخْتِلَافُ مِنَ الْخَلَفِ كَالْاِخْتِلَافِ مِنَ السَّلَفِ فِى الْعَمَلِ

بِاَحَادِيْثِ اِفْرَادِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِالصِّيَامِ. وَنُزُوْلِ الْحَاجِّ بِالْمُحَصَّبِ لِلْمَقَامِ. وَمَاضَاهَا هُمَا مِنَ الْاَحْكَامِ. وَاَمَّآ اِذَا قَارَنَ هٰذَا الْاِحْتِفَالُ مُنْكَرَاتٍ بَيِّنَةً. فَالْفَتْوٰى بِالْمَنْعِ مُتَعَيِّنَةٌ. وَهٰذَا هُوَ الْحُكْمُ فِيْ رَسْمٍ اٰخَرَ. يُسَمّٰى بِالْحَادِيْ عَشَرَ. اَلَّذِيْ يَقَعُ فِيْ رَبِيْعِ الثَّانِيْ. وَهُوَ عُرْسُ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيْلَانِيْ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ.

ربیع الاول وربیع الثانی کے بیان میں

حدیث اوّل: ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھو مغرب سے پہلے دو رکعت تین بار ارشاد فرمایا اور تیسری مرتبہ جو چاہے لفظ بھی فرمایا بوجہ ناپسند فرمانے اِس بات کے کہ لوگ اُس کو سنت سمجھ لیں۔ (بخاری ومسلم)

اِس حدیث شریف سے معلوم ہوگیا کہ جو چیز شرعاً ضروری نہ ہو اُس کو ضروری قرار دے لینا بھی شریعت کے خلاف اور ناجائز ہے اور اِس پر محققین کا اتفاق ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی غیر ضروری چیز کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا گیا جس سے ضروری ہونے کا شبہ ہوتا ہے، یہ بھی اُسی کے مشابہ ہے۔ لہٰذا ایسا برتاؤ بھی ممنوع ہے اور اِس ماہ اکثر لوگ ذکرِ میلاد کی عادت رکھتے ہیں۔ اس کا حکم بھی اس سے معلوم ہوگیا کہ اگر اس میں کوئی قید اور تخصیص (دن اور ماہ وغیرہ کی) نہ ہو تو وہ مباح کے درجہ میں ہے اور اگر اس میں کچھ قیود اور تخصیصات بھی ملی ہوئی ہوں تو دو حالتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان قیود کو لازم سمجھتا ہو تب تو اس کے بدعت ہونے میں کوئی کلام ہی نہیں اور اگر ان قیود کو ضروری اور ثواب نہ سمجھتا ہو (بلکہ مباح سمجھ کر کسی مصلحت سے کرتا ہو) تو بدعت کے مشابہ ضرور ہے۔ لہٰذا اپنے اپنے درجہ کے موافق دونوں کو منع کیا جاوے گا۔ پس جس عالم نے ذکر میلاد والوں کے ساتھ یہ گمان رکھا کہ وہ اُس کو ضروری اور قربت

خیال کرتے ہیں۔ اس نے اُن کو منع کیا اور جس عالم نے اِس اعتقاد (فاسد) کی طرف دھیان نہیں کیا وہ جائز کہتا ہے۔ اِس سے اختلاف علماء کی وجہ معلوم ہوگئی اور جو شخص عوام کی حالت کو بغور دیکھے وہ اِن قیود یا اس فعل غیر ضروری کے تارک پر ایسی بُری طرح ملامت اور اعتراض کرتے ہیں کہ ایسی ملامت نماز، روزہ ترک کرنے پر بھی نہیں کرتے وہ شخص منع کرنے والوں کے فتویٰ کو بلاشبہ ترجیح دے گا اور یہ اِختلاف علماء کا ایسا ہے جیسا کہ سلف میں ہو چکا ہے کہ ان میں بعض نے تنہا جمعہ کا روزہ رکھنے کو منع قرار دیا ہے اور بعض نے اِس کو جائز رکھا ہے۔ اِسی طرح بعض صحابہ نے محصب میں ٹھہرنے کو (حج کرنے والے کے واسطے) سنت کہا ہے اور بعض صحابہ نے کہا کہ یہ کوئی چیز نہیں اور اسی طرح بہت احکام ہیں۔ (پس اِس اختلاف علماء کو جو درباره ذکر مولد شریف ہو رہا ہے ہوّا بنانا سخت نادانی ہے اور اگر ذکرِ میلاد میں کوئی بات کھلم کھلا خلاف شرع ہے تو پھر اس میں کسی کو اختلاف کی گنجائش ہی نہیں وہ سب کے نزدیک منع ہے اور اِس تحقیق سے گیارہویں کا حکم بدرجہ اولیٰ معلوم ہوگیا جو ربیع الثانی میں (خصوصاً و نیز دیگر مہینوں میں عموماً) کی جاتی ہے۔

آیت مبارکہ

اورارشادفرمایاحق تعالیٰ شانہ نے کہ بلند کیا ہم نے آپ کے ذکر کو۔

خطبہ

رجب کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی. ثُمَّ مِنْهُ اِلَی السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ الْوَرٰی. صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ كَشَفُوا الدُّجٰی. وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَهْرُ رَجَبَ الْاَصَمّ. لَهٗ اَحْكَامٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ اَهَمُّ. فَمِنْهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَجَبُ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ. وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ. وَمِنْهَا الصَّوْمُ فِیْ بَعْضِ اَيَّامِهٖ تَخْصِيْصًا وَّفِيْهِ رِوَايَاتٌ. اَلْاَوَّلُ مَارُوِیَ مَرْفُوْعًا وَّلَمْ يَصِحَّ مِنْهَا شَیْءٌ وَّغَايَتُهُ الضُّعْفُ وَجُلُّهَا مَوْضُوْعٌ. وَالثَّانِیْ مَاعَنْ خَرَشَةَ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَضْرِبُ اَكُفَّ الرِّجَالِ فِیْ صَوْمِ رَجَبَ حَتّٰی يَضَعُوْهَا فِی الطَّعَامِ. وَالثَّالِثُ مَاهُوَ مَوْقُوْفٌ عَلٰی اَبِیْ هُرَيْرَةَ مَنْ صَامَ يَوْمَ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنْ رَّجَبَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ صِيَامَ سِتِّيْنَ شَهْرًا. وَهٰذَا مِثْلُ مَاوَرَدَ فِیْ هٰذَا الْمَعْنٰی ذَكَرَ هٰذَا كُلَّهٗ فِیْ مَاثَبَتَ بِالسُّنَّةِ. وَمُقْتَضَی الثَّالِثِ الصَّوْمُ لٰكِنْ لَّابِاِعْتِقَادِ السُّنَّةِ وَثُبُوْتِهٖ عَنِ الشَّارِعِ بَلْ مِنْ حَيْثُ الْاِحْتِيَاطِ. وَمُقْتَضَی الْبَاقِيَتَيْنِ عَدَمُ الصَّوْمِ تَخْصِيْصًا صَوْنًا لِّلْاَحْكَامِ عَنِ الْاِخْتِلَاطِ. وَمِنْهَا مَا اخْتَرَعَهُ الْعَوَآمُّ اَوِالْخَوَآصُّ كَالْعَوَآمِّ مِنَ اتِّخَاذِهِمْ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ مَوْسِمًا وَيَذْكُرُوْنَ فِيْهَا قِصَّةَ الْمِعْرَاجِ الشَّرِيْفِ. وَالْحُكْمُ فِيْهِ هُوَالْحُكْمُ الَّذِیْ سَبَقَ فِیْ خُطْبَةِ الْمَوْلِدِ الْمُنِيْفِ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ.

رجب کے بیان میں

جب رجب کا مہینہ آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگتے کہ اے اللہ! برکت دے ہمارے رجب میں اور شعبان میں اور پہنچا ہم کو رمضان تک۔ (بیہقی)

اِس ماہ کی ستائیسویں شب کو معراج ہوئی ہے اور چند روایتیں ۲۷ر تاریخ کو روزہ رکھنے کے بارے میں آتی ہیں۔ لیکن کوئی قوی سند سے مروی نہیں۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ روزہ نہ رکھا جاوے۔ ہاں اگر کوئی سنت نہ سمجھے بوجہ ضعف روایات کے اور ویسے ہی روزہ رکھ لے کہ اگر زیادہ ثواب نہ ملا تو نفل روزہ کامل جاوے گا تو مضائقہ نہیں اور بعض لوگ قصہ معراج کو اِس رات میں بیان کرتے ہیں۔

اِسی کا وہی حکم ہے جو مولود شریف کا حکم گزر چکا ہے اور اِرشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے البتہ لے جائے گئے آپ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک (یہاں تک کہ ساتوں آسمان سے گزر گئے)۔

خطبه

ماہ شعبان کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ قَدَّرَالْاَرْزَاقَ وَالْاٰجَالَ. وَاَمَرَ بِذِكْرِهٖ وَطَاعَتِهٖ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ اَهْلِ الْفَضْلِ وَالْكَمَالِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ خَيْرِ اَصْحَابٍ وَّاٰلٍ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ شَهْرُ شَعْبَانَ. اَلَّذِیْ هُوَ مُقَدِّمَةُ رَمَضَانَ. لَهٗ بَرَكَاتٌ وَفَضَآئِلُ. وَيَتَعَلَّقُ بِهٖ بَعْضُ الْمَسَآئِلِ. فَاسْمَعُوْهَا. وَعُوْهَا. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ. لِرَمَضَانَ. وَكَانَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَالَا يَحْفَظُ مِنْ غَيْرِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَايَتَقَدَّ مَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْيَوْمَيْنِ اِلَّااَنْ يَّكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الْيَوْمَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِیْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ يَعْنِیْ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اَنْ يُّكْتَبَ كُلُّ مَوْلُوْدِ بَنِیْ اٰدَمَ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ. وَفِيْهَا اَنْ يُّكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ فِیْ هٰذِهِ السَّنَةِ. وَفِيْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَفِيْهَا تُنْزَلُ اَرْزَاقُهُمْ اَلْحَدِيْثَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَاكَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَيْلَهَا وَصُوْمُوْا يَوْمَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ فِيْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ اَلَامِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَهٗ اَلَا مُسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَهٗ اَلَامُبْتَلٰى فَاُعَافِيَهٗ اَلَاكَذَا اَلَاكَذَا حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ وَقَالَ صَاحِبُ مَاثَبَتَ بِالسُّنَّةِ وَمِنَ الْبِدَعِ الشَّنِيْعَةِ مَا تَعَارَفَ النَّاسُ فِیْ اَكْثَرِ بِلَادِ الْهِنْدِ مِنْ اِيْقَادِ السُّرُجِ وَضْعِهَا

عَلَی الْبُیُوْتِ وَالْجُدْرَانِ وَتَفَاخُرِهُمْ بِذٰلِکَ وَاجْتِمَاعِهِمْ لِللَّهْوِ وَاللَّعِبِ بِالنَّارِ وَاِحْرَاقِ الْکِبْرِیْتِ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِکَ وَهُوَ الظَّنُّ الْغَالِبُ اتِّخَاذًا مِّنْ رُسُوْمِ الْهُنُوْدِ فِیْ اِیْقَادِ السُّرُجِ لِلدِّوَالِیْ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ. اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَکَةٍ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ. فِیْهَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ. اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ط اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ.

ماہ شعبان کے بیان میں

حدیث ۱- ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمار رکھو شعبان کے چاند کو رمضان کیلئے (یعنی جب ماہ شعبان کی تاریخ صحیح ہوگی تو رمضان میں اختلاف کم ہوگا)۔'' (ترمذی)

حدیث ۲- ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ اور کسی ماہ (کے چاند) کا اتنا خیال نہ فرماتے تھے۔'' (ابوداؤد)

حدیث ۳- ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص رمضان کے ایک دن یا دو دن پہلے سے روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ وہ شخص (کسی) خاص دن کا روزہ رکھا کرتا ہو (اور رمضان سے ایک دن پہلے وہ دن ہو مثلاً ہر پیر کو روزہ رکھنے کا معمول ہے اور ۲۹ شعبان کو پیر کا دن ہے) تو وہ شخص اس دن بھی روزہ رکھے۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۴- ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس رات میں وہ سب بنی آدم لکھ لیے جاتے ہیں جو اس سال میں پیدا ہوں گے اور جو اس سال میں مریں گے اور اسی رات میں ان کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں اور اسی میں ان کے رزق نازل ہوتے ہیں۔'' (بیہقی)

ف: اعمال اُٹھائے جانے سے مراد ان کا پیش ہونا ہے اور رزق نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس سال میں جو رزق ملنے والا ہے وہ سب لکھ دیا جاتا ہے اور گو یہ سب چیزیں پیشتر سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں مگر اس رات کو لکھ کر فرشتوں

کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

حدیث ۵- ’’اورارشادفرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدھے شعبان کی رات ہوتو اس رات کو شب بیداری کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس رات غروب آفتاب کے وقت ہی آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں؟ کیا کوئی روزی مانگنے والا ہے کہ میں اس کو روزی دوں؟ کیا کوئی مصیبت زدہ ہے (کہ وہ عافیت کی دعا مانگے اور) میں اس کو عافیت دوں؟ کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے (رات بھر یہی رحمت کا دریا بہتا رہتا ہے) یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاوے۔‘‘

آیت مبارکہ: اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ بے شک ہم نے نازل کیا ہے اس قرآن کو برکت والی رات میں بلاشبہ ہم آگاہ کرنے والے ہیں اُسی (رات) میں ہر حکمت والا معاملہ ہمارے حکم سے طے کیا جاتا ہے بے شک ہم آپ کو پیغمبر بنانے والے ہیں۔

(فسر الایات بلیلۃ النصف من شعبان عکرمۃ کذا فی الدر المنثور عن ابن جریر وابن المنذر وابن حاتم)

اضافہ: (الف) اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ روزہ رکھتے ہوئے کسی ماہ میں نہیں دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ (کل) ماہ شعبان میں روزہ رکھتے تھے سوائے تھوڑے دنوں کے۔ (متفق علیہ)

(ب) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتا ہے شعبان کی پندرھویں رات میں بس مغفرت فرما دیتا ہے سب مخلوق کی مگر مشرک و کینہ والے شخص کے لیے (مغفرت نہیں فرماتا) (ابن ماجہ) اور ایک روایت میں ہے مگر دو شخص ایک کینہ رکھنے والا اور ایک قتل ناحق کرنے والا اور ایک روایت میں ہے یا قطع رحم کرنے والا (عین ما ثبت بالسنۃ عن سعید بن منصور) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نظر (رحمت) نہیں کرتا ہے اس رات میں (بھی) مشرک کی طرف اور نہ کینہ والے کی

طرف اور نہ قاطع رحم (یعنی رشتہ ناطہ والوں سے بلا وجہ شرعی تعلق توڑنے والے) کی طرف اور نہ پاجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے کی طرف اور نہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کی طرف اور نہ ہمیشہ شراب پینے والے کی طرف۔ البتہ اگر توبہ کر چکا ہے تو رحمت خداوندی اس پر بھی متوجہ ہوتی ہے۔ (عین ماثبت بالسنۃ عن بیہقی)

ف: ان کے علاوہ بعض اور گناہ گاروں پر بھی نظر رحمت نہ ہونا۔ دوسری روایتوں میں آیا ہے پس سب گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے۔ سب روایتوں پر نظر ڈالنے سے احقر کے فہم ناقص میں یہ آتا ہے کہ کبائر بدون توبہ معاف نہیں ہوتے اور صغائر سب اس رات کی برکت سے حق تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔ (واللہ اعلم)

(ج) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رات (نفل) نماز کے سجدہ میں یہ دعا مروی ہے: ”اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذبک منک جل وجھک لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک“ (عین ماثبت بالسنۃ عن بیہقی)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تیرے غصے سے تیری رضا مندی کی پناہ لیتا ہوں اور تیرے عتاب سے تیرے درگزر کرنے کی پناہ لیتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں، برتر ہے تیری ذات (مقدس) میں تیری ثناء کو شمار نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے اپنی تعریف کی ہے۔ اسی روایت میں اور دعا بھی ہے۔ بخوف طوالت نقل نہیں کی گئی ہے اور ماثبت بالسنۃ کے مولف نے فرمایا ہے کہ بیہودہ بدعات میں سے ایک یہ ہے جو کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں پھیلی ہوئی ہے یعنی چراغوں کا جلانا اور ان کا مکانوں اور دیواروں پر رکھنا اور اس پر فخر کرنا کہ (ہم نے زیادہ روشنی کی ہے) اور لوگوں کا کھیل کود کے لیے جمع ہونا اور آگ کے ساتھ کھیلنا اور آتش بازی جلانا۔ ظن غالب یہ ہے کہ یہ رسم ہندوؤں کی رسم یعنی دیوالی سے لی گئی ہے، جاہل مسلمانوں نے اس کو لے لیا ہے۔

ف: احقر کا ظن غالب یہ ہے کہ قریب قریب تمام رسوم بدعیہ مثل سوم چہلم وغیرہ ہنود سے لیے گئے ہیں۔ ۱۲

خطبہ

رمضان شریف کی فضیلت کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْظَمَ عَلٰی عِبَادِهِ الْمِنَّةَ. بِمَادَفَعَ عَنْهُمْ كَيْدَالشَّيْطٰنِ وَفَنَّهٗ. وَرَدَّاَمَلَهٗ وَخَيَّبَ ظَنَّهٗ. اِذْجَعَلَ الصَّوْمَ حِصْنًا لِّاَوْلِيَآئِهٖ وَجُنَّةً. وَفَتَحَ لَهُمْ بِهٖٓ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ قَآئِدُ الْخَلْقِ وَمُمَهِّدُ السُّنَّةِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْاَبْصَارِ الثَّاقِبَةِ وَالْعُقُوْلِ الْمُرْجَحِنَّةِ. وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ رَمَضَانُ. اَلَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ. هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ. فَاسْتَقْبِلُوْهُ بِالشَّوْقِ وَالْهِيَمَانِ. وَاَصْغُوْٓا اِلٰى مَارَوٰى فِيْهِ سَلْمَانُ. قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْٓ اٰخِرِ يَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ. فَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ. شَهْرٌ مُّبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ فَرِيْضَةً وَّقِيَامَ لَيْلِهٖ تَطَوُّعًا مَّنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ مِّنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُالصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُالْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُّزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَنْ فَطَّرَفِيْهِ صَآئِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةٌ لِّذُنُوْبِهٖ وَعِتْقُ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْءٌ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَايُفَطِّرُ بِهِ الصَّآئِمَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِى اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَآئِمًا عَلٰى مُذْقَةِ لَبَنٍ

اَوْتَمْرَةٍ اَوْشَرْبَةٍ مِنْ مَّآءٍ وَّمَنْ اَشْبَعَ صَآئِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَةً لَّا يَظْمَاُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌاَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ. وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَّمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.

رمضان شریف کی فضیلت کے بیان میں

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شعبان کے اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا (غالباً اخیر تاریخ جمعہ واقع ہوا ہوگا یا جمعہ نہ ہوگا تو ویسے وعظ فرمایا ہوگا)۔ اے لوگو! تحقیق سایہ ڈالا تم پر ایک بڑے مہینے نے برکت والے مہینے نے وہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ایسی آتی ہے جو کہ ہزار مہینے سے بڑھ کر ہے۔ (یعنی لیلۃ القدر) اللہ تعالیٰ نے اس (ماہ) کے روزے فرض کیے اور رات کا قیام تطوع قرار دیا (تطوع) کا لفظ کبھی سنت مؤکدہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں سنت مؤکدہ ہی مراد ہے کیونکہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہے جس نے اس (ماہ) میں کوئی نیک خصلت (از قبیل نوافل) ادا کی وہ اس کے مانند ہوتا ہے جس نے رمضان کے سوا (کسی دوسرے ماہ) میں فرض ادا کیا ہو اور جس نے اس ماہ میں فرض ادا کیا ہو وہ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ اور دنوں میں ستر فرض ادا کیے ہوں اور وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر ایسی چیز کا ہے کہ اس کا بدلہ جنت ہے (اور غم خواری کی جاتی ہے) اور ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے جس نے اس میں روزہ دار کو افطار کرایا اس کو گناہوں سے بخشش اور (دوزخ کی) آگ سے نجات حاصل ہوتی ہے اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے بدون اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جاوے۔ ہم نے عرض کیا کہ اے رسول خدا ہم میں ہر شخص

ایسا نہیں جو روزہ دار کو افطار کرانے کی گنجائش رکھتا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ثواب تو اللہ تعالیٰ اسکو عطا فرماتا ہے جو کہ روزہ دار کو دودھ کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا ایک پانی کے گھونٹ (وغیرہ) سے افطار کرا دے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی حوض کوثر) سے سیراب کرے گا پھر اس کو جنت میں داخل ہونے تک پیاس ہی نہ لگے گی اور یہ معلوم ہی ہے کہ جنت میں پیاس ہی نہیں لقولہ تعالیٰ (انک لاتظماء فیھا) اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول (حصہ یعنی عشرہ اولیٰ) رحمت ہے اور درمیان اس کا مغفرت ہے اور اخیر (حصہ) اس کا آگ سے آزادی ہے اور جس نے اس ماہ میں اپنے باندی غلام سے بوجھ ہلکا کیا (یعنی ان سے خدمت لینے میں تخفیف کردی) اس کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے اور دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیتا ہے۔ (بیہقی)

آیت مبارکہ: "ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ اے مؤمنو! فرض کیے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کیے گئے تھے تم سے پہلے لوگوں پر تا کہ تم بچو (گناہوں سے اور دوزخ کی آگ سے۔)"

اضافہ: (الف) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے پاس رمضان آ گیا ہے' مبارک مہینہ' اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطان کو طوق پہنائے جاتے ہیں اللہ کے واسطے اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو شخص اس رات کی (خیر و برکت) سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا۔ (احمد ونسائی)............(ب) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جبکہ رمضان شروع ہو چکا تھا) بیشک یہ مہینہ آیا تمہارے پاس اور اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس سے محروم رہا وہ سب بھلائیوں سے محروم رہا اور نہیں محروم ہوتا اس سے مگر ہر بےنصیب۔ (ابن ماجہ)

خطبہ

روزے کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَآ اِلٰی سَبِیْلِ الْهِدَایَةِ وَالْعِرْفَانِ. وَجَعَلْنَا مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِیْقَانِ. نَحْمَدُهٗ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَلٰی اَنْ اَظَلَّنَا شَهْرٌ عَظِیْمٌ یُسَمّٰی رَمَضَانَ. تَرْمَضُ فِیْهِ الذُّنُوْبُ. وَتُکْشَفُ فِیْهِ الْکُرُوْبُ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ شَهَادَةً بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ. وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ عَرَّفَنَا مَایُدْخِلُنَا الْجِنَانَ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖٓ اَکْمَلِ اَهْلِ الْاِیْمَانِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ. فَخُذُوْا بَرَکَاتِهٖ بِالطَّاعَاتِ وَالتَّنَزُّهِ عَنِ الْعِصْیَانِ. کَمَا حَضَّنَا عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی مَالَا یَتَنَاهٰی مِنَ الزَّمَانِ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَّفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَّیُنَادِیْ مُنَادٍ یّٰبَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَابَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَآءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِکَ کُلَّ لَیْلَةٍ وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ یُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَآ اِلٰی سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ یَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِیْ لِلصَّآئِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَلِقَآءِ رَبِّهٖ وَلَخَلُوْفُ فَمِ الصَّآئِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْمِسْکِ وَالصِّیَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْقَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُأٌ صَآئِمٌ.

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ط وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ.

روزے کے بیان میں

حدیث ا- ''ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو قید کر دیئے جاتے ہیں شیطان اور سرکش جنات اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پس نہیں کھولا جاتا ان میں سے کوئی دروازہ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، پس نہیں بند کیا جاتا ہے ان میں سے کوئی دروازہ اور پکارتا ہے پکارنے والا۔ اے خیر کے طلبگار آگے بڑھ اور اے برائی چاہنے والے رُک جا اور اللہ کے لیے بہت لوگ (بہ برکت ماہ رمضان) آزاد کیے ہوئے ہیں دوزخ سے اور یہ (ندا اور پکار) ہر رات ہوتی ہے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

حدیث ۲- ''اور ارشاد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی آدم کا ہر عمل بڑھایا جاتا ہے (اس طرح) کہ ایک نیکی دس گنی ہوتی ہے سات سو گنی تک، فرمایا اللہ تعالیٰ نے مگر روزہ کہ وہ میرے لیے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا، چھوڑتا ہے (روزہ دار) اپنی خواہش کو اور اپنے کھانے پینے کو میری وجہ سے روزہ دار کے واسطے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت ہے اور ایک خوشی اپنے رب سے ملنے کے وقت ہوگی اور البتہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے (اس سے یہ خیال نہ کیا جاوے کہ پھر مسواک کرنا اچھا نہ ہوگا کیونکہ مسواک کے بعد بھی وہ بُو جو خلو معدہ کے باعث آتی ہے زائل نہیں ہوتی، مسواک سے تو فقط دانتوں کی بدبُو دُور ہو جاتی ہے) اور روزہ ڈھال ہے (دوزخ سے) اور جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو اس کو چاہیے کہ نہ فحش بات کہے اور نہ بیہودہ چلاوے۔ پس اگر کوئی اُس کو برا کہے یا اس سے

کوئی جھگڑا کرنے لگے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔'' (متفق علیہ)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے: ''پس اب (تمہیں اجازت دی جاتی ہے) کہ تم مباشرت کروان (بیویوں اور باندیوں) سے اور طلب کرو اس کو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ سفید دھاری فجر کی ظاہر ہو جاوے (رات کی) سیاہ دھاری سے پھر روزہ کو رات تک پورا کرو۔''

اضافہ: (الف): اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے روزہ رکھ کر بھی بیجا بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے کو چھوڑنے کی حاجت نہیں ہے (یعنی اس روزہ کو قبول نہیں کرتا)۔ (بخاری)

(ب): نیز ارشاد فرمایا کہ ''سحری کھایا کرو کیوں کہ سحری میں برکت ہے۔'' (متفق علیہ)

(ج): و نیز ارشاد فرمایا کہ ''جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو اُس کو چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے کیوں کہ وہ برکت کا (سبب ہے) پس اگر نہ پاوے کوئی کھجور کو تو چاہیے کہ پانی پر افطار کرے کیوں کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔'' (ترمذی)

(د): اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

''یعنی اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے...... یعنی پیاس گئی اور رگیں تر ہوئیں اور اجر ثابت ہو گیا اگر خدا نے چاہا۔'' (ابوداؤد)

❁❁❁

خطبہ

تراویح کے بیان میں

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ جَلّٰی نَهَارَ رَمَضَانَ بِالصِّیَامِ. وَجَلّٰی لَیَالِیَهٗ بِالۡقِیَامِ. وَنَشۡهَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَاشَرِیۡکَ لَهٗ وَنَشۡهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهُ الَّذِیۡ بَشَّرَهُمۡ اَنَّ هٰذَا الشَّهۡرَ اَوَّلُهٗ مَغۡفِرَةٌ وَّاَوۡسَطُهٗ رَحۡمَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتۡقٌ مِّنَ الۡعَذَابِ الۡغَرَامِ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهِ الَّذِیۡنَ سَادُوۡهُمۡ بِالۡفَضۡلِ التَّآمِّ. وَقَادُوۡهُمۡ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ. وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡماً کَثِیۡرًا. اَمَّا بَعۡدُ فَاِنَّ مِنۡ وَّظَآئِفِ شَهۡرِ رَمَضَانَ. قِیَامَ لَیَالِیۡهِ بِالصَّلٰوةِ وَالۡقُرۡاٰنِ. وَالتَّخۡفِیۡفُ فِیۡهَا وَالتَّبۡعِیۡضُ فِیۡهِ مُسَوَّغَانِ. بِغَیۡرِ اَنۡ یَّقَعَ فِیۡهِمَا خَلَلٌ اَوۡنُقۡصَانٌ. کَمَا قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ صِیَامَ رَمَضَانَ وَسَنَنۡتُ لَکُمۡ قِیَامَهٗ فَمَنۡ صَامَهٗ وَقَامَهٗ اِیۡمَانًا وَّاحۡتِسَابًا خَرَجَ مِنۡ ذُنُوۡبِهٖ کَیَوۡمٍ وَّلَدَتۡهُ اُمُّهٗ. وَقَالَ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنۡ صَامَ رَمَضَانَ اِیۡمَانًا وَاحۡتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِهٖ وَمَنۡ قَامَ رَمَضَانَ اِیۡمَانًا وَاحۡتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِهٖ. وَقَالَ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَلصِّیَامُ وَالۡقُرۡاٰنُ یَشۡفَعَانِ لِلۡعَبۡدِ یَقُوۡلُ الصِّیَامُ اَیۡ رَبِّ مَنَعۡتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعۡنِیۡ فِیۡهِ وَیَقُوۡلُ الۡقُرۡاٰنُ مَنَعۡتُهُ النَّوۡمَ بِاللَّیۡلِ فَشَفِّعۡنِیۡ فِیۡهِ فَیُشَفَّعَانِ. وَقَالَ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَامِنۡ مُّصَلٍّ اِلَّا وَمَلَکٌ عَنۡ یَّمِیۡنِهٖ وَمَلَکٌ عَنۡ یَّسَارِهٖ فَاِنۡ اَتَمَّهَا عَرَجَا بِهَا وَاِنۡ لَّمۡ یُتِمَّهَا ضَرَبَا بِهَا عَلٰی وَجۡهِهٖ. وَسُئِلَ عَلَیۡهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَنۡ قَوۡلِ اللّٰهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلاً. قَالَ بَیِّنۡهُ تَبۡیِیۡنًا وَّلَا

تَنْثُرُهٗ نَثْرَ الدَّقَلِ وَلَا تَهُذَّهٗ هٰذَا الشِّعْرِ وَلَایَکُنْ هَمُّ اَحَدِکُمْ اٰخِرَ السُّوْرَۃِ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ. قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا. نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا. اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا.

تراویح کے بیان میں

حدیث ١- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے اس (کی راتوں) میں قیام کو سنت کیا اور جس نے اس (کی) راتوں میں قیام کیا (تراویح کے واسطے) محض ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے وہ گناہوں سے ایسا نکل جاوے گا کہ جیسا اُس دن تھا جس دن اس کو ماں نے جنا تھا۔ (عن ترغیب عن النسائی)

حدیث ٢- و نیز ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے' بخش دیئے گئے اس کے گزشتہ گناہ اور جس نے رمضان میں قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے اس کے بھی گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے اور جس شخص نے ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے لیلۃ القدر کو شب بیداری کی' اس کے بھی گزشتہ گناہ بخش دیئے گئے۔ (متفق علیہ)

حدیث ٣- اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے' روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اس کو کھانے سے اور خواہشوں سے دن بھر روکا۔ پس اس کے لیے میری شفاعت قبول فرما اور قرآن شریف کہے گا: میں نے ان کو رات میں سونے سے روکا۔ پس اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ پس دونوں کی شفاعت قبول ہو جاوے گی۔

حدیث ٤- اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز نہیں ہے مگر ایک فرشتہ اس کے دائیں ہے اور ایک بائیں ہے۔ پس اگر وہ شخص نماز کو پورا کر دیتا ہے تو وہ

دونوں اس کو لے کر (آسمان) پر چڑھ جاتے ہیں اور اگر اُس کو پورا نہ کیا تو اس نماز کو اس کے منہ پر مارتے ہیں۔ (اسی طرح روزہ وغیرہ کا حال بھی ہوتا ہوگا)۔

(عین ترغیب عن الاصبہانی)

حدیث ۵- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قول خداوندی "وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو خوب صاف صاف پڑھ اور کھجوروں کی طرح اس کو منتشر نہ کرو اور نہ شعر کی طرح جلدی پڑھو۔ اس کے عجائب میں ٹھہر کر غور کرو اور اس کے ساتھ دلوں کو متاثر کرو اور تم میں سے کوئی (بلاسوچے سمجھے) آخر سورت کا ارادہ نہ کرے۔ (عین الدر المنثور عن العسکری واعظ عن علی)

آیت مبارکہ: اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے کپڑوں میں رہنے والے (نبی) رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیجئے یا کچھ (زیادہ کر دیجئے) اور قرآن خوب صاف صاف پڑھا کرو۔

اضافہ: اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کے لیے روزہ سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں اور بہت شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو بے خوابی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ (دارمی)

ف: جو روزہ دار شب بیداری کے حقوق ادا نہیں کرتے اس حدیث شریف سے ان کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ۱۲

❁❁❁

خطبه

شبِ قدر اور اعتکاف کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لَنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ هِیَ خَيْرٌمِّنْ اَلْفِ شَهْرٍوَاَفْضَلُ اَفْرَادِ الزَّمَانِ. وَشَرَعَ لَنَا الْاِعْتِكَافَ فِیْ بُيُوْتِ الرَّحْمٰنِ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَيِّدُ اَهْلِ الْبَوَادِیْ وَالْعُمْرَانِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ سَادَاتِ اَهْلِ الْاِيْمَانِ وَالْعِرْفَانِ. اَمَّابَعْدُ فَقَدْ حَانَ الْعَشْرُ الْاَخِيْرُ مِنْ رَّمَضَانَ. هُوَ زَمَانُ الْاِعْتِكَافِ وَزَمَانُ تَحَرِّیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لِنَيْلِ الْاَجْرِ وَالرِّضْوَانِ. وَقَدْ نَطَقَ بِفَضْلِهِمَا الْحَدِيْثُ وَالْقُرْاٰنُ. فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَاتُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ط وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَّنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فِیْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْقَاعِدٍ يَّذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِی الْمُعْتَكِفِ هُوَ يَعْتَكِفُ الذُّنُوْبَ وَيَجْزٰی لَهٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَّمَضَانَ. وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ مَنْ شَهِدَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِیْ جَمَاعَةٍ فَقَدْ اَخَذَ بِحَظِّهٖ مِنْهَا وَكَاَنَّهٗ تَفْسِيْرٌ لِّلْمَرْفُوْعِ مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ فَالَّذِیْ شَهِدَ فِیْ جَمَاعَةٍ لَّمْ يُحْرَمْ خَيْرَهَا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَالْفَجْرِ. وَلَيَالٍ عَشْرٍ. وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ. وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ.

شب قدر اور اعتکاف کے بیان میں

آیات طیبات

''ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے اور نہ مباشرت کرو (یعنی بدن بھی نہ ملنے دو) عورتوں سے جس زمانہ میں کہ تم معتکف ہو مسجد میں (اعتکاف کرنا بھی سنت ہے خاص کر عشرہ اخیر میں تو ہر بستی میں کم از کم ایک شخص کا اعتکاف میں بیٹھنا سنت مؤکدہ ہے مگر کوئی بھی نہ بیٹھے تو سب کو ترک سنت کا گناہ ہوگا) و نیز ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار ماہ سے۔'' ....حدیث ۱-''اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قیام کیا شب قدر میں ایمان اور طلب ثواب کی وجہ سے بخش دیئے گئے اس کے گزشتہ گناہ۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۲-''و نیز ارشاد فرمایا کہ رمضان میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا۔ (احمد نسائی) اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ جو شخص (شب قدر کو عشاء کی) جماعت میں حاضر ہوگیا اس نے اس میں سے حصہ پالیا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث شریف میں محروم ہونے والے سے وہ مراد ہے جو اس روز عشاء کی جماعت میں بھی شامل نہ ہوا ہو)۔'' (عین جمع الفوائد عن مالک)

حدیث ۳-''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ نے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت سمیت نازل ہوتے ہیں اور ہر اس شخص کے لیے دعا کرتے ہیں جو کھڑے، بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہو۔''

حدیث ۴-''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معتکف کے بارے میں کہ وہ گناہوں سے بچتا ہے اور اس کے لیے نیک عمل (یعنی جن سے اعتکاف مانع ہو عیادت وغیرہ) جاری کیے جاتے ہیں جیسا کہ ان اعمال کرنے والے کو ثواب ملتا ہے۔ (ایسا ہی معتکف کو بھی ملتا ہے)۔'' (واللہ اعلم)

حدیث ۵- ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تلاش کرو تم شب قدر کو اخیر عشرہ میں رمضان کے۔'' (بخاری)

اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے قسم ہے فجر کی دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلے۔........ف: یہاں دس راتوں سے مراد عشرہ اخیر کی دس راتیں ہیں۔ (فسرہ ابن عباسؓ کذا فی الدر المنظوم)

اضافہ: (الف): اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کسی معتبر عالم سے روایت کی ہے کہ وہ یوں فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لوگوں کی عمریں یا ان میں سے جتنی خدا نے چاہا دکھائی گئی ہیں۔ پس گویا آپؐ نے اپنی اُمت کو اتنے اعمال سے قاصر خیال فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک رات یعنی لیلۃ القدر آپ کو عطا فرمائی جو ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ (عین ترغیب عن الموطا)

(ب): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان میں دس روز کا اعتکاف کیا وہ اعتکاف دو حج اور دو عمرے کے مانند ہے۔ (عین ترغیب عن البیہقی)

(ج): اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب عشرہ اخیر داخل ہوتا تو کمر باندھتے (یعنی عبادت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے) اور شب بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں (یعنی ازواجِ مطہرات کو اور صاحبزادیوں کو) جگاتے۔ (متفق علیہ)

(د): اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے کسی طرح شب قدر معلوم ہو جائے کہ فلاں رات میں ہے تو میں اس میں کیا کہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ '' کہو (یعنی اے اللہ! تو معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند رکھتا ہے، پس میرے گناہ معاف فرما دے۔) (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(ہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا لیلۃ القدر کے بارے میں تو آپ نے فرمایا کہ وہ رمضان میں ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

خطبه

عیدالفطر کے احکام کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَنَا لِتَکْمِیْلِ عِدَّةِ رَمَضَانَ. وَنُکَبِّرُهٗ عَلٰی مَاهَدٰنَا لِجَلَالِ الْاِسْلَامِ وَالْاِیْمَانِ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْاَمِیْنُ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْرًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَنِ انْقِضَآءُ شَهْرِ الصَّبْرِ وَاِظْلَالُ یَوْمِ الْفِطْرِ. لَهُمَا طَاعَاتٌ وَّاَعْمَالٌ. لَاتَحْتَمِلُ الْغَفْلَةُ عَنْهَا وَالْاِمْهَالُ. مِنْهَا التَّلَافِیْ لِمَا فَرَطَ مِنَّا فِیْ هٰذِهِ الْاَیَّامِ. لِئَلَّا تَرْغَمَ اُنُوْفُنَا کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْهِ رَمَضَانَ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُّغْفَرَلَهٗ. وَمِنْهَآ اِحْیَآءُ لَیْلَةِ الْعِیْدِ فَقَدْ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ قَامَ لَیْلَتَیِ الْعِیْدَیْنِ مُحْتَسِبًا لَّمْ یَمُتْ قَلْبُهٗ یَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ. وَمِنْهَا صَدَقَةُ الْفِطْرِ فَقَدْ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صَاعٌ مِنْ بُرٍّاَوْ قَمْحٍ عَنِ اثْنَیْنِ صَغِیْرٍ اَوْکَبِیْرٍ حُرٍّاَوْعَبْدٍ ذَکَرٍ اَوْاُنْثٰی اَلْحَدِیْثُ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَکٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمَرٍ اَوْصَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ وَّاَمَرَ بِهَآاَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلٰوةِ وَمِنْهَا الصَّلٰوةُ وَالْخُطْبَةُ فَقَدْ کَانَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی فَاَوَّلُ شَیْءٍ یَّبْدَأُ بِهِ الصَّلٰوةُ ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِهِمْ فَیَعِظُهُمْ وَیُوْصِیْهِمْ وَیَاْمُرُهُمْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ط وَلِتُکْمِلُوْا الْعِدَّةَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَاهَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ.

عیدالفطر کے احکام کے بیان میں

حدیث ۱۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۲۔ ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ان کی عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ پس ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! کیا بدلہ ہے اس شخص کا جس نے اپنے کام کو پورا کر دیا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان کا ثواب پورا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے اور بندیوں نے میرے فرض کو پورا کر دیا جو ان پر ہے پھر نکلے فریاد کرتے ہوئے۔ قسم ہے عزت و جلال کی اور اپنے کرم کی اور علو (شان) کی اور اپنے مرتبہ کے بلند ہونے کی' میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر اپنے بندوں سے (خطاب) فرماتا ہے کہ لوٹ جاؤ تم تحقیق میں نے تم کو بخش دیا اور بدل دیا تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے' (آنحضرتؐ نے) ارشاد فرمایا پس وہ (نماز کے بعد) بخشے ہوئے لوٹتے ہیں (بیہقی فی شعب الایمان) اور صدقہ فطر کا مسئلہ اوپر گزر چکا ہے اس جگہ دو مسئلے اور لکھے جاتے ہیں۔'' ایک یہ کہ:

حدیث ۳۔ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو ایسا ہو گیا جیسا کہ ہمیشہ (یعنی سال بھر) روزے رکھے۔'' (مسلم)

ف: اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔ پس رمضان کے روزہ رکھنے سے دس ماہ کے روزوں کا ثواب مل چکا' چھ روزے اور رکھے تو بقیہ دو ماہ کا ثواب حاصل ہو گیا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے:

حدیث ۴۔ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کے خطبہ میں تکبیر بکثرت

پڑھا کرتے تھے۔'' (عین ابن ماجہ)

آیات مبارکہ: ''اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ بیشک نجات پائی اس شخص نے جس نے زکوٰۃ دی (یعنی صدقہ فطر ادا کیا) پھر اللہ کا نام لیا (یعنی تکبیر پڑھی) پھر نماز پڑھی۔ (عبید بن حمید اور ابن المنذر) نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے زکوٰۃ سے مراد صدقہ فطر اور نماز سے عید مراد ہونا نقل کیا ہے (کذا فی الدر المنثور)

اور حضرت مؤلف سلمہ نے فرمایا ہے کہ اس تفسیر پر اگر ذکر اسم ربہ سے راستے میں تکبیر کہنا مراد لے لیا جاوے تو بعید نہیں۔۱۲''

اضافہ: (الف): اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ میں) تشریف لائے اور ان (اہل مدینہ) کے لیے دو دن تھے (جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ان میں ہم کھیل کود کیا کرتے تھے زمانہ جاہلیت میں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو اللہ نے ان دونوں کے بدلے میں ان سے اچھے دو دن عطا فرمائے ہیں۔ بقر عید کا دن اور عید کا۔ (ابوداؤد)

(ب): اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستے کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پس پکارتے ہیں کہ اے مسلمانوں! کے گروہ چلو رب کریم کی طرف جو احسان کرتا ہے بھلائی کے ساتھ پھر اس پر بہت ثواب دیتا ہے (یعنی خود ہی توفیق عبادت دیتا ہے پھر خود ہی ثواب عنایت کرتا ہے) اور تحقیق تم کو قیام لیل کا حکم دیا گیا۔ پس تم نے قیام کیا اور تم کو روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ پس تم نے روزے رکھے اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی۔ پس تم انعام حاصل کرو پھر جب نماز پڑھ چکتے ہیں تو منادی پکارتا ہے آگاہ ہو جاؤ بے شک تمہارے رب نے تم کو بخش دیا۔ پس لوٹو تم اپنے گھروں کی طرف کامیاب ہو کر پس وہ یوم الجائزہ ہے اور اس دن کا نام آسمان میں یوم الجائزہ (اور انعام کا دن) رکھا جاتا ہے۔ (عین جمع الفوائد عن الکبیر)

خطبہ

زیارت حرمین کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْبَیْتَ الْعَتِیْقَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا. وَاَکْرَمَہٗ بِالنِّسْبَۃِ اِلٰی نَفْسِہٖ تَشْرِیْفًا وَّتَحْصِیْنًا وَّمَنًّا. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ وَسَیِّدُ الْاُمَّۃِ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ قَادَۃِ الْحَقِّ. وَسَادَۃِ الْخَلْقِ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَمَّابَعْدُ فَقَدْ حَانَ اَشْھُرُ الْحَجِّ الَّتِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْھَا اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِہٖ اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ط شَوَّالٌ وَّذُوالْقَعْدَۃِ وَذُوالْحِجَّۃِ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْحَجِّ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ لَّمْ یَمْنَعْہُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَۃٌ ظَاھِرَۃٌ اَوْسُلْطَانٌ جَآئِرٌ اَوْمَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَآءَ یَھُوْدِیًّا وَّاِنْ شَآءَ نَصْرَانِیًّا. وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَّلَدَتْہُ اُمُّہٗ. وَاعْتَمَرَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَرْبَعَ عُمَرٍ کُلُّھُنَّ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ اِلَّا الَّتِیْ کَانَتْ مَعَ حَجَّتِہٖ اَلْحَدِیْثُ. قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَابِعُوْا بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ فَاِنَّھُمَا یَنْفِیَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ وَمِنْ مُّکَمِّلَاتِ الْحَجِّ زِیَارَۃُ سَیِّدِ الْقُبُوْرِ لِسَیِّدِ اَھْلِ الْقُبُوْرِ وَوَرَدَ فِیْ فَضْلِھَا السُّنَنُ اِسْنَادُ بَعْضِھَا حَسَنٌ. کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ وَاَنَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَمْرِیْھِمُکُمْ. وَھُوَا اَنَّ ذَاالْقَعْدَۃِ الَّتِیْ یَلِیْ شَوَّالاً لَّمَّا کَانَ مِنْ اَشْھُرُ الْحَجِّ وَوَقْتًا لِّوْ

فُرُوْعِ عُمَرِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ. فَاَیُّ شَکٍّ فِیْ یُمْنِهٖ وَاَیُّ کَلَامٍ.
فَمَآ اَشَدَّ شَنَاعَةَ مَنْ یَعْتَقِدُ فِیْهَا شُؤْمًا کَبَعْضِ مَنْ لَّاخِبْرَةَ لَهٗ بِالْاَحْکَامِ.
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالاً
وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ.

زیارت حرمین کے بیان میں

حدیث ۱- ’’ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قول خداوندی ’’اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ‘‘میں کہ وہ (یعنی حج کے معین مہینے) شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔‘‘ (عین الدر المنثور عن اوسط الطبرانی والخطیب وابن مردویہ نقل عن کثیر من السلف)

آیت مبارکہ: ’’اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے لیے لوگوں کے ذمہ بیت اللہ کا حج کرنا ہے ان پر جو کہ اس تک سبیل (یعنی جانے کی طاقت) رکھیں۔‘‘

حدیث ۲- ’’ونیز ارشاد فرمایا رسول خدا نے کہ جس شخص کو حج سے کھلم کھلا ضرورت یا ظالم بادشاہ یا رکاوٹ کے قابل مرض نے حج سے نہ روکا ہو اور پھر بھی (باوجود فرض ہونے کے) اس نے حج نہ کیا ہو پس خواہ وہ یہودی ہو کر مرے خواہ نصرانی۔‘‘ (دارمی)

حدیث ۳- ’’اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے (خاص) اللہ کے لیے حج کیا اور اس میں نہ فحش گوئی کی نہ گناہ کیا تو وہ شخص اُس دن کی مانند لوٹتا ہے جس دن کہ اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔‘‘ (متفق علیہ)

حدیث ۴- ’’اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں وہ سب ذیقعدہ میں تھے۔ سوائے ایک کے جو حج کے ساتھ تھا (کہ وہ ذی الحجہ میں واقع ہوا تھا)۔‘‘ (متفق علیہ)

ف: اس جگہ ایک قابل تنبیہ بات یہ ہے کہ عوام لوگ ماہ ذیقعدہ کو منحوس سمجھتے ہیں یہ بڑی سخت بات ہے۔ دیکھیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تین عمرے کیے ہیں اس میں کتنی برکت ثابت ہوتی ہے۔ ونیز یہ ماہ ذیقعدہ حج کے مہینوں میں سے

ہے جیسا کہ حدیث اول میں گزر چکا ہے۔

حدیث ۵- ''اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حج اور عمرہ کو ملا کر کرو کیونکہ وہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو دُور کرتی ہے اور حج مبرور (یعنی مقبول) کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔'' (ترمذی ونسائی)

حدیث ۶- ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت ضرور ہوگی۔''

(عین آثار السنن عن ابن خزیمہ فی صحیحہ والدار قطنی واسنادہ حسن)

ف: جن کو گنجائش ہو وہ حج کے ساتھ زیارت مدینہ طیبہ کا شرف بھی ضرور حاصل کریں کہ اس کی بڑی فضیلت وارد ہوئی بلکہ تاکید بھی روایات میں آئی ہے اور اس روایت سے متعلق ہے کہ قبر شریف کی نیت سے سفر کرنا بھی مضائقہ نہیں رکھتا۔

آیت مبارکہ: ''اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (ابراہیم علیہ السلام سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کر دو' لوگ تمہارے پاس (حج کے لیے) چلے آئیں گے پیادہ بھی اور دُبلی اونٹنی پر بھی جو کہ دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی۔''

اضافہ: (الف): ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اُس کو چاہیے کہ جلدی کرے۔'' (ابوداؤد' دارمی)

(ب): ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان عرفہ کے دن سے زیادہ ذلیل اور راندہ ہوا اور حقیر اور رنجیدہ نہیں دیکھا گیا اور نہیں ہے یہ مگر اسی کی وجہ سے جو کہ رحمت کا نازل ہونا اور خدائے تعالیٰ کا بڑے بڑے گناہ سے درگزر فرمانا دیکھتا ہے سوائے (جنگ) بدر کے (کہ اس میں تو یوم عرفہ کے برابر یا زیادہ اس کی خواری وغیرہ دیکھی گئی) کیونکہ (اس روز) اس نے جبریل علیہ السلام کو فرشتوں کی

صفیں ترتیب دیتے ہوئے دیکھا تھا۔'' (مالک مرسلاً وشرح السنہ)

(ج): ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (ایک) عمرہ (دوسرے) عمرے تک کفارہ ہے۔ ان دونوں کے درمیان (کے گناہوں) کا۔''

(عین ترغیب عن مالک والشیخین والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

(د): ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر وہ دُعا مانگے تو خدا قبول کرتا ہے اور اگر وہ استغفار کریں تو خدا ان کی مغفرت کر دیتا ہے۔'' (عین ترغیب نسائی وابن ماجہ)

خطبه

ماہ ذوالحجہ کے بیان میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ لَوْلاَ لُطْفُهٗ مَااهْتَدَیْنَا. وَلَوْلاَ فَضْلُهٗ مَا تَصَدَّقْنَا وَلاَ صَلَّیْنَا. وَلاَ صُمْنَا وَلاَ ضَحَّیْنَا. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِیْکَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ اُنْزِلَتْ بِهِ السَّکِیْنَةُ عَلَیْنَا. عَلَیْهِ اَنْفُسَنَا وَاَهْلِیْنَا فَدَیْنَا. وَلَوْلاَهُ مَاعَرَفْنَا الْحَقَّ وَلاَدَرَیْنَا. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهِ الَّذِیْنَ شَهِدُوْا بَدْرًا وَّحُنَیْنًا. اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ حَانَ ذُوالْحِجَّةِ الْحَرَامُ. شُرِعَتْ لَنَا فِیْهَآ اَحْکَامٌ. وَاَعْظَمُهَا التَّضْحِیَةُ مِنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ. وَسَتُذْکَرُ فِیْ خُطْبَةِ عَاشِرِ هٰذِهِ الْاَیَّامِ. وَمِنْهَا صِیَامُ الْعَشْرِ بِمَعْنَی التِّسْعِ وَالْقِیَامُ. وَکُلُّ عَمَلٍ مِّنْ شَرَآئِعِ الْاِسْلاَمِ. فَقَالَ فِیْهَا سَیِّدُ الْاَنَامِ. عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ. مَامِنْ اَیَّامٍ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ اَنْ یُّتَعَبَّدَ لَهٗ فِیْهَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ یَعْدِلُ صِیَامُ کُلِّ یَوْمٍ مِّنْهَا بِصِیَامِ سَنَةٍ وَّقِیَامُ کُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْهَا بِقِیَامِ لَیْلَةِ الْقَدْرِ.

لَاسِيَّمَا صَوْمَ عَرَفَةَ الَّتِىْ قَالَ فِيْهَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِىْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِىْ بَعْدَهٗ وَمِنْهَا التَّكْبِيْرُ دُبُرَ الصَّلٰوتِ الْمَكْتُوْبَاتِ. وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ يُكَبِّرُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ يَّوْمِ النَّحْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَكَانَ عَلِيٌّ يُّكَبِّرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ اٰخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَيُكَبِّرُ بَعْدَ الْعَصْرِ. وَمِنْهَآ اِحْيَآءُ لَيْلَةِ الْعِيْدِ. وَمِنْهَا الصَّلٰوةُ وَالْخُطْبَةُ وَقَدْ سَبَقَا فِىْ خُطْبَةِ اٰخِرِ رَمَضَانَ. وَنُكَرِّرُ اَوَائِلَهُمَا تَسْهِيْلًا عَلَى الْاِخْوَانِ وَهِيَ مَنْ اَحْيٰى لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ اَلْحَدِيْثَ. وَكَانَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اَلْحَدِيْثَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَالْفَجْرِ. وَلَيَالٍ عَشْرٍ. وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ.

ماہ ذوالحجہ کے بیان میں

حدیث ا۔''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی دن عشرہ ذی الحجہ کے سوا ایسا نہیں کہ ان میں عبادت کرنا خدائے تعالیٰ کو زیادہ پسند ہو۔ان میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال روزہ رکھنے کے برابر ہے۔(دسویں کو روزہ رکھنا حرام ہے پس یہ فضیلت نو دنوں کے لیے ہے) اوران کی ہر رات کا جاگنا شب قدر کے برابر ہے۔''(ترمذی ابن ماجہ)

حدیث ۲۔''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اُمید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ عرفہ کا روزہ کفارہ ہوجاتا ہے ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کا۔''(مسلم)

حدیث ۳۔''اور روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تکبیر پڑھا کرتے تھے عرفہ کی فجر سے یوم نحر کی عصر تک (ہر نماز کے بعد با آواز بلند) فرمایا کرتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ''

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے اخیر دن (یعنی تیرہویں) کی عصر تک (ہر نماز کے بعد) تکبیر پڑھا کرتے تھے۔"

(ہر دو عین ترغیب عن ابی بکر بن ابی شیبہ مع صحیح السندین)

ف: چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے اس واسطے حنفیہ کا عمل اسی پر ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زائد کی نفی نہیں کی۔ لہٰذا ان کے خلاف بھی نہیں ہوا۔

آیت مبارکہ: "اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور طاق کی اور جفت کی۔"

ف: درِ منثور میں متعدد سندوں سے روایت درج کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس آیت میں لیال عشر سے عشرہ ذی الحجہ مراد ہے اور وتر (طاق) سے عرفہ کا دن اور شفع (جفت) سے قربانی کا دن (یعنی دسویں تاریخ) مراد ہے اور عیدین کی رات میں شب بیداری کی روایت رمضان کے اخیر خطبہ میں گزر چکی ہے۔ (واللہ اعلم)

اضافہ: (الف): و نیز ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کا روزہ ہزار روزہ کے برابر ہے۔ (عین ترغیب عن البیہقی)

(ب): و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے پے در پے دو سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (عین ترغیب عن ابی یعلی)

(ج): و نیز ارشاد فرمایا ہے کہ نہ کوئی دن اللہ کے نزدیک افضل ہے اس عشرہ (ذی الحجہ) سے اور نہ کسی میں عمل کرنا ان میں عمل کرنے سے افضل ہے۔ پس (خصوصیت سے) کثرت رکھو ان میں۔ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" کی کیونکہ یہ تہلیل و تکبیر اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔ (عین الدر المنثور عن البیہقی)

خطبہ

عید الفطر

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُنْعِمِ الْمُحْسِنِ الدَّيَّانِ. ذِى الْفَضْلِ وَالْجُوْدِ وَالْاِحْسَانِ. ذِى الْكَرَمِ وَالْمَغْفِرَةِ وَالْاِمْتِنَانِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ . وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِىْ اُرْسِلَ حِيْنَ شَاعَ الْكُفْرُ فِى الْبُلْدَانِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَالَمَعَ الْقَمَرَانِ وَتَعَاقَبَ الْمَلَوَانِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ لِّلّٰهِ عَلَيْكُمْ فِيْهِ عَوَآئِدُ الْاِحْسَانِ. وَرَجَآءِ نَيْلِ الدَّرَجَاتِ وَالْعَفْوِ وَالْغُفْرَانِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِىْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ فَقَالَ يَامَلٰٓئِكَتِىْ مَاجَزَآءُ اَجِيْرٍ وَّفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآءُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرُهٗ قَالَ مَلٰٓئِكَتِىْ عَبِيْدِىْ وَاِمَآئِىْ قَضَوْا فَرِيْضَتِىْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ اِلَى الدُّعَآءِ وَعِزَّتِىْ وَجَلَالِىْ وَكَرَمِىْ وَعُلُوِّىْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِىْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَهٰذَ الَّذِيْ ذُكِرَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ كَانَ فَضْلُهٗ وَاَمَّا اَحْكَامُهٗ مِنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ وَالصَّلٰوةِ وَالْخُطْبَةِ قَدْ كَتَبْنَا هَا فِي الْخُطْبَةِ الَّتِيْ قَبْلَهٗ. نَعَمْ بَقِيَتِ الْمَسْئَلَتَانِ. فَنَذْكُرُهُمَا الْاٰنَ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَلْاَوَّلُ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ. اَلثَّانِيَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ بَيْنَ اَضْعَافِ الْخُطْبَةِ يُكْثِرُ التَّكْبِيْرَ فِيْ خُطْبَةِ الْعِيْدَيْنِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى. وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى.

عید الفطر

حدیث ۱- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر قوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔'' (متفق علیہ)

حدیث ۲- ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ان کی عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ پس ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو! کیا بدلہ ہے اس شخص کا جس نے اپنے کام کو پورا کر دیا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان کا ثواب پورا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے اور بندیوں نے میرے فرض کو پورا کر دیا جو ان پر ہے پھر نکلے فریاد کرتے ہوئے۔ قسم ہے عزت و جلال کی اور اپنے کرم کی اور علو (شان) کی اور اپنے مرتبہ کے بلند ہونے کی' میں ضرور ان کی دعا قبول کروں گا۔ پھر اپنے بندوں سے (خطاب) فرماتا ہے کہ لوٹ جاؤ تم تحقیق میں نے تم کو بخش دیا اور بدل دیا تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے' (آنحضرت ؐ نے) ارشاد فرمایا پس وہ (نماز کے

بعد) بخشے ہوئے لوٹتے ہیں (بیہقی فی شعب الایمان) اور صدقہ فطر کا مسئلہ اوپر گزر چکا ہے اس جگہ دو مسئلے اور لکھے جاتے ہیں۔'' ایک یہ کہ:

حدیث ۳۔''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو ایسا ہوگیا جیسا کہ ہمیشہ (یعنی سال بھر) روزے رکھے۔'' (مسلم)

ف: اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔ پس رمضان کے روزہ رکھنے سے دس ماہ کے روزوں کا ثواب مل چکا' چھ روزے اور رکھے تو بقیہ دو ماہ کا ثواب حاصل ہوگیا۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے:

حدیث ۴۔''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین کے خطبہ میں تکبیر بکثرت پڑھا کرتے تھے۔'' (عین ابن ماجہ)

آیات مبارکہ:''اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہ نے کہ بیشک نجات پائی اس شخص نے جس نے زکوٰۃ دی (یعنی صدقہ فطر ادا کیا) پھر اللہ کا نام لیا (یعنی تکبیر پڑھی) پھر نماز پڑھی۔ (عبید بن حمید اور ابن المنذر) نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے زکوٰۃ سے مراد صدقہ فطر اور نماز سے عید مراد ہونا نقل کیا ہے۔ (کذا فی الدر المنثور)

اور حضرت مؤلف سلمہ نے فرمایا ہے کہ اس تفسیر پر اگر ذکر اسم ربہ سے راستے میں تکبیر کہنا مراد لے لیا جاوے تو بعید نہیں۔۱۲''

اضافہ: (الف): اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ میں) تشریف لائے اور ان (اہل مدینہ) کے لیے دو دن تھے (جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ان میں ہم کھیل کود کیا کرتے تھے زمانہ جاہلیت میں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو اللہ نے ان دونوں کے بدلے میں ان سے اچھے دو دن عطا فرمائے ہیں۔ بقرعید کا دن اور عید کا۔ (ابوداؤد)

(ب): اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستے کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پس پکارتے ہیں کہ اے مسلمانوں! کے گروہ چلو رب کریم کی طرف جو احسان کرتا ہے بھلائی کے ساتھ پھر اس پر بہت ثواب دیتا ہے (یعنی خود ہی توفیق عبادت دیتا ہے پھر خود ہی ثواب عنایت کرتا ہے) اور تحقیق تم کو قیام لیل کا حکم دیا گیا۔ پس تم نے قیام کیا اور تم کو روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ پس تم نے روزے رکھے اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی۔ پس تم انعام حاصل کرو پھر جب نماز پڑھ چکتے ہیں تو منادی پکارتا ہے آگاہ ہو جاؤ بے شک تمہارے رب نے تم کو بخش دیا۔ پس لوٹو تم اپنے گھروں کی طرف کامیاب ہو کر پس وہ یوم الجائزہ ہے اور اس دن کا نام آسمان میں یوم الجائزہ (اور انعام کا دن) رکھا جاتا ہے۔ (عین جمع الفوائد عن الکبیر)

خطبہ

عیدالاضحیٰ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ لِكُلِّ اُمَّةٍ مَّنْسَكًا لِّيَذْكُرُوااسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ وَعَلَّمَ التَّوحِيْدَ وَاَمَرَ بِالْاِسْلَامِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ هَدَانَآ اِلٰى دَارِالسَّلَامِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ قَامُوْا بِاِقَامَةِ الْاَحْكَامِ. وَبَذَلُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَالَهُمْ مِّنْ كِرَامٍ. وَسَلَّمَ

تَسْلِيماً كَثِيرًا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ شَرَعَ لَكُمْ مَّافِيْهِ مَعَ اَعْمَالٍ اُخَرَقَدْ سَبَقَتْ فِي الْخُطْبَةِ قَبْلَ هٰذَا الْعَشْرِ ذَبْحَ الْاُضْحِيَّةِ. بِالْاِخْلَاصِ وَصِدْقِ النِّيَّةِ. وَبَيَّنَ نَبِيُّهٗ وَصَفِيُّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْبَهَا وَفَضَآئِلَهَا. وَدَوَّنَ عُلَمَآءُ اُمَّتِهٖ مِنْ سُنَنِهٖ فِيْ كُتُبِ الْفِقْهِ مَسَآئِلَهَا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَاعَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمِ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَيَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّامَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاهٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَّجَدَ سَعَةً لِّاَنْ يُّضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ الْاَضَاحِيُّ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰى. وَعَنْ عَلِيٍّ مِّثْلُهٗ وَهٰذَا بَعْضٌ مِّنَ الْفَضَآئِلِ. وَتَعَلَّمُوْا مِنَ الْعُلَمَآءِ الْمَسَآئِلَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَادِمَآءُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَاهَدٰكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ.

عیدالاضحیٰ

حدیث ۱-''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم کا کوئی عمل بقر عید کے دن خدا تعالیٰ کو (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں اور بے شک خون (قربانی کا) زمین پر گرنے سے پیشتر ہی جناب الٰہی میں قبول ہو جاتا ہے۔ پس خوش کرو اس (قربانی) کے ساتھ اپنا دل۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۲-''اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اے رسول خدا! قربانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے (خدا کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کیا اور ہم ایک بکری وغیرہ کو ذبح کرتے ہیں مگر اسی پر ہم کو ان کا پیروکار قرار دیا گیا) عرض کیا پس ہمارے لیے ان میں کیا ہے اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ارشاد فرمایا کہ ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے عرض کیا (بھیڑ وغیرہ کی) اُون میں کیا ملتا ہے؟ (اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اون میں بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔'' (احمد و ابن ماجہ)

حدیث ۳-''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے وسعت پائی قربانی کرنے کی (یعنی صاحب نصاب ہو اور) پھر بھی قربانی نہیں کی پس وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آوے (کس قدر دھمکی ہے قربانی نہ کرنے والے کے واسطے)۔'' (عین ترغیب عن الحاکم مرفوعاً مع التصحیح و موقوفاً ولعلالشبه وهو مع ذالک مرفوع حکما)

[illegible] ''اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ [illegible] نے ارشاد فرمایا [illegible]
[illegible] اور ان احادیث کو بھی جابر نے [illegible] ہے'' [illegible] ''اور [illegible]
[illegible] بھی اسی طرح روایت ہے'' (مالا بد)

آیت مبارکہ ''اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے پاس [illegible] کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے اسی طرح ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا جاتا ہے تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو کہ اس نے تم کو (قربانی وغیرہ) کی توفیق دی اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔''

اضافہ: (الف): اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اے فاطمہ۔ ''اپنی قربانی کی طرف اٹھو پس اس کے پاس حاضر ہو یعنی اس کے پاس رہو کیونکہ (اس کا عوض) یہ ہے کہ اس کے خون سے جو اول قطرہ ٹپکا اس کے ہر ایک کے بدلے میں تمہارے گناہ بخش دیے جاویں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ بات خاص ہم اہل بیت کے واسطے ہے یا ہمارے اور سب مسلمانوں کے واسطے ہے؟ (عین ترغیب عن البزار وابی الشیخ)

ف: اگر وہاں کوئی غیر محرم نہ ہو تو عورت کو بھی قربانی کے پاس کھڑا ہونا مستحب ہے اور اگر وہاں غیر محرم ہو تو پھر پردہ ضروری ہے۔

(ب): ''اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قربانی کی دل کی خوشی کیساتھ طلب ثواب کیلئے وہ قربانی اسکے واسطے (دوزخ) کی آگ سے آڑ ہوگی۔'' (عین ترغیب عن کبیر الطبرانی)

خطبه

الاستسقاء

الحمد لله الذي قال في كتابه وهو الذي ارسل الرياح بشرا بين
يدي رحمته ج وانزلنا من السماء ماء طهورا لنحيي به بلدة ميتا
ونسقيه مما خلقنا انعاما واناسي كثيرا. واشهد ان لا اله الا الله وحده
لا شريك له واشهد ان سيدنا ونبينا محمدا عبده ورسوله الذي
كان يستسقي الغمام بوجهه. صلى الله عليه وعلى آله واصحابه
الذين وصلوا من الدين الى كنهه. وسلم تسليما كثيرا. اما بعد فيا ايها
المسلمون انكم شكوتم جدب دياركم واستئخار المطر عن ابان
زمانه عنكم وقد امركم الله ان تدعوه ووعدكم ان يستجيب لكم
الحمد لله رب العالمين. الرحمن الرحيم. مالك يوم الدين. لا اله الا
الله يفعل ما يريد. اللهم انت الله لا اله الا انت الغني ونحن الفقراء
انزل علينا الغيث واجعل ما انزلت لنا قوة وبلاغا الى حين. اللهم
اسقنا غيثا مغيثا مريئا مريعا نافعا غير ضار عاجلا غير آجل. اللهم اسق
عبادك وبهائمك وانشر رحمتك واحي بلدك الميت. اللهم
اسقنا غيثا مغيثا مريئا عاما مجللا عاما طبقا سحا دائما. اللهم اسقنا

الْغَيْثَ وَلاَ تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّ بِالْعِبَادِ وَالْبِلاَدِ وَالْبَهَآئِمِ وَالْخَلْقِ مِنَ الَّلاوَآءِ وَالْجَهْدِ وَالضَّنْكِ مَالاَ نَشْكُوْهُ اِلَّا اِلَيْكَ. اَللّٰهُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَاَدِرَّلَنَا الضَّرْعَ وَاسْقِنَا مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَآءِ وَاَنْبِتْ لَنَا مِنْ بَرَكَاتِ الْاَرْضِ. اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجُهْدَ وَالْجُوْعَ وَالْعُرْىٰ وَاكْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَآءِ مَالاَيَكْشِفُهٗ غَيْرُكَ. اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ اِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا فَاَرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا. وَحَوَّلَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ رِدَآءَهٗ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةِ فَجَعَلَ الْاَيْمَنَ عَلَى الْاَيْسَرِ وَالْاَيْسَرَ عَلَى الْاَيْمَنِ وَظَهْرَ الرِّدَآءِ لِبَطْنِهٖ وَبَطْنَهٗ لِظَهْرِهٖ وَاَخَذَ فِى الدُّعَآءِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَالنَّاسُ كَذٰلِكَ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَاقَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ط وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ.

استسقاء

حدیث ا۔''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے منبر کے لیے حکم دیا۔ پس وہ عیدگاہ میں رکھا گیا اور لوگوں سے ایک دن کا وعدہ فرمایا کہ (فلاں روز) سب باہر چلیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے جب کہ آفتاب کا کنارہ ظاہر ہوا' منبر پہ تشریف فرما ہوئے اور تکبیر پڑھی اور اللہ کی حمد کی۔ پھر ارشاد فرمایا: تحقیق تم لوگوں نے شکایت کی ہے اپنے شہروں میں قحط ہونے کی اور بارش میں وقت مقررہ سے دیر ہو جانے کی اور

اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا کہ اس سے دعا مانگو اور تم سے وعدہ کیا کہ وہ قبول فرماوے گا۔ پھر فرمایا: سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہان کا پروردگار نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے' قیامت کے روز کا مالک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو غنی ہے (تجھے کسی کی حاجت نہیں) اور ہم سب (تیرے) محتاج ہیں۔ اے اللہ! ہم پر بارش نازل فرمادے اس کو ہمارے لیے ایک مدت تک قوت اور حاجت برآری کا وسیلہ بنادے۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھالیے' پس اُٹھائے رہے یہاں تک کہ ظاہر ہوگئی بغلوں کی سفیدی پھر لوگوں کی طرف اپنی پشت مبارک پھیر لی اور اپنی چادر اُلٹ دی اور اُٹھائے ہوئے تھے دونوں ہاتھوں کو پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور (منبر سے) اُترے۔ پس دو رکعت پڑھیں' بس (اُسی وقت) اللہ تعالیٰ نے ایک بادل ظاہر کیا وہ گرجا اور چمکا' پھر اللہ کے حکم سے برسا۔ بس آپ اپنی مسجد تک نہ پہنچے تھے کہ نالے بہہ پڑے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سایہ کی طرف جلدی کرتے ہوئے دیکھا تو آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے اور بے شک میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔" (ابوداؤد)

ف: حضرت مؤلف سلمہ نے خطبہ میں اختصار کی وجہ سے بقدر ضرورت روایت کی ہے۔ ترجمہ میں پوری روایت لی گئی ہے اور اس روایت میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا مذکور ہے مگر دوسری روایتوں میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا وارد ہوا ہے اور اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ وغیرہ میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء کے لیے ایک جگہ تشریف لے گئے۔ پس ہم کو دو رکعت پڑھائیں بغیر اذان اور بغیر اقامت کے پھر خطبہ پڑھا اور دعا مانگی اللہ تعالیٰ سے اور دعا کے وقت قبلہ کی طرف رُخ

کیا، دونوں ہاتھ اُٹھائے، پھر اپنی چادر اُلٹ دی۔ پس داہنی جانب کو بائیں شانے پر کر دیا اور بائیں جانب کو دائیں شانے پر کر لیا۔ اس کی سند کو آثار السنن میں حسن کہا ہے۔

حدیث ۲- ''اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا بھی مانگی کہ اے اللہ! ہم کو سیراب فرما ایسی بارش سے جو فریاد رسی کرنے والی ہو جس کا انجام اچھا ہو، ارزانی کرنے والی ہو، نفع دینے والی ہو، ضرر دینے والی نہ ہو، جلدی آنے والی ہو، دیر لگانے والی نہ ہو۔'' (ابوداؤد)

حدیث ۳- ''نیز آپ نے اس طرح بھی دعا مانگی تھی اے اللہ! اپنے بندوں کو اور اپنے چوپایوں کو سیراب فرما اور اپنی رحمت کو پھیلا اور اپنے مردہ (خشک) شہروں کی زندگی (سرسبزی) عطا فرما۔'' (ابوداؤد)

حدیث ۴- ''و نیز یہ فرمایا اے اللہ! سیراب فرما ہم کو بارش سے جو فریاد رسی ہو، ارزانی کرنے والی ہو، فراغت کا پانی ہو، کڑک والے بادل سے عام ہو تمام زمین کو گھیرے ہوئے ہو، خوب بہنے والی ہو، ہمیشہ نفع دینے والی ہو، اے اللہ! ہم کو بارش سے سیراب فرما اور ہم کو مایوسوں میں سے نہ بنا۔ اے اللہ! بلاشبہ بندوں کو اور بستیوں کو اور جانوروں کو ایسی مشقت اور تنگی ہے کہ تیرے سوا کسی سے اس کی شکایت نہیں کرتے۔ اے اللہ! ہمارے لیے کھیتی اُگا دے اور تھنوں میں دودھ جاری کر دے اور ہم کو آسمان کی برکتوں سے سیراب کر دے اور ہمارے لیے برکتیں پیدا فرما دے، اے اللہ! ہم سے مشقت کو اور بھوک (اور فاقہ) اور عریانی کو اُٹھا دے اور ہم پر سے بلا کو دور کر دے، تیرے سوا اس کو کوئی دور نہیں کر سکتا، اے اللہ! ہم تجھ سے مغفرت مانگتے ہیں، بیشک تو غفار ہے، پس ہمارے اوپر (آسمان کے پانی کو بکثرت بہادے)۔'' (زاد المعاد عن الشافعیؒ)

حدیث ۵- ''اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لیے ایک دن مقرر کیا کہ اس میں سب عیدگاہ کی طرف نکلیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے جبکہ سورج طلوع ہوا اور آپ کی حالت یہ تھی کہ مزین نہ

تھے (بلکہ معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھے) اور انکساری کے حال میں اور (دل سے) عاجزی کررہے تھے اور (نماز وخطبہ کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور تضرع وزاری کے ساتھ دعا شروع فرمائی اور ہاتھ خوب اُٹھائے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی' پھر لوگوں کی طرف پشت پھیری اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور اس وقت اپنی چادر مبارک بھی پلٹی۔ اس حال میں کہ آپ قبلہ رو تھے۔ پس (چادر کی) داہنی جانب بائیں (شانہ مبارک) پر کرلی اور بائیں جانب داہنے پر اور نیچے کی سمت اُوپر کرلی اور اُوپر کی سمت نیچے کرلی اور (پھر) قبلہ رو دعاء مانگنے لگے اور لوگ بھی اِسی طرح دعا مانگتے رہے۔'' (حوالہ بالا)

آیت مبارکہ: ''اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ایسی شان والا ہے کہ بسا اوقات بارش برسا دیتا ہے' لوگوں کے مایوس ہوجانے کے بعد اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور وہی کارساز قابل حمد ہے۔''

خطبہ ثانی

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ اَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِى اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ. وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَىِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لاَيَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلاَ يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ. قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْحَمُ اُمَّتِىْ بِاُمَّتِىْ اَبُوْبَكْرٍ وَّاَشَدُّ هُمْ فِىْ اَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ وَاَصْدَ قُهُمْ حَيَآءً عُثْمَانُ وَاَقْضَاهُمْ عَلِىٌّ وَّفَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَحَمْزَةُ اَسَدُ اللّٰهِ وَاَسَدُ رَسُوْلِهٖ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهٖ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً لَّا تُغَادِرُ ذَنْبًا. اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِىْ اَصْحَابِىْ لاَتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِىْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّىْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِىْ اَبْغَضَهُمْ. وَخَيْرُ اُمَّتِىْ قَرْنِىْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. وَالسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ فِى الْاَرْضِ مَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِى الْاَرْضِ اَهَانَهُ اللّٰهُ. اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ ط يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ. فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْالِىْ وَلاَتَكْفُرُوْنِ.

خطبہ....نکاح

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلاَتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا. يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَفَوْزًا عَظِيْمًا.

دعائے عقیقہ

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ (اس جگہ بچہ کا نام لے) دَمُهَا بِدَمِهٖ وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ (اور اگر لڑکی ہے تو) بِدَمِهَا اور بِلَحْمِهَا اور بِعَظْمِهَا اور بِجِلْدِهَا اور بِشَعْرِهَا کہے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ط وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرے۔

الحمدللہ! ''مقالات حکیم الامت'' جلد 102 مکمل ہوئی۔

بحمد اللہ تعالیٰ